خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

aanchalpk.com aanchalnovel.com

قیمت =/70 روپے

ماہنامہ

آنچل کراچی

جلد نمبر	40
شمارہ نمبر	05
اگست	2018

بانی مدیرہ: زیب النساء

مدیراعلیٰ: مشتاق احمد قریشی

مدیرہ: قیصر آراء

نائب مدیرہ: سعیدہ نثار

گروپ ایڈیٹر: طاہر احمد قریشی

معاون مدیرہ: جویریہ احمد
روبین احمد

اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group

/women.magazine







BAKE PARLOR
بڑی عید - اب اور بھی چٹ پٹی
تو ہو جائے BBQ Party!
consumers@bakeparlor.com



سرورق: سدرہ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: موسیٰ رضا

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

افسانہ

مستقل سلسلے

پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں مسواک کے بارے میں بہت تاکید کی ہے۔
(بخاری)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
اگست ۲۰۱۸ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

اگست کا مہینہ اہلِ پاکستان کے لیے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے' اس عیسوی مہینے میں قیامِ پاکستان کا عمل مکمل ہوا۔ لاکھوں محب وطن اور مخلص افراد نے اپنی جانیں نذر کیں' ہزاروں گھرانے ملیامیٹ ہوئے' ماں بیٹیوں' بہنوں کی عزت اور جانیں قربان ہوئیں' تب کہیں جاکر ان کفارِ ہند کو چین آیا تھا' لیکن وہ آج بھی اسی بے چینی اور اضطراب کا شکار ہیں' ان کا بس نہیں چل رہا کہ وطنِ عزیز پاکستان کی کسی بھی طرح اینٹ سے اینٹ بجادیں' اللہ سبحان وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ کرم واحسان ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہم اہلِ پاکستان کو دنیا کا بہترین خطہ عطا کیا ہے' پہاڑ' ریگستان' میدان' دریا اور سب سے اہم معدنیات کے ہر طرح کے ذخائر سے مالا مال خطہ جس میں سونا' تانبہ' لوہا' یورینیم' تیل' گیس' ماربل کے خوب صورت پہاڑ دنیا کی کون سی نعمت ہے جو پاکستان کو حاصل نہیں۔ سوائے دیانت دار رہنماؤں کے' ہمارے بددیانت سیاسی اہلِ کار جنہیں ان نعمتوں کا یا تو ادراک ہی نہیں یا وہ بیرونی قوتوں کے آلہ کار بن کر خود اپنے وطن اور اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اسلام دشمن قوتوں نے ہمارے اہلِ سیاست کو خود فریبی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارے اکابرین ملت وسیاست کو ہوش کے ناخن دے' انہیں حب الوطن بنائے آمین۔ آج اللہ سبحان وتعالیٰ نے ہمیں موقع عطا فرمایا ہے کہ ہم بہت سوچ سمجھ کر آنے والے الیکشن میں ٹھوک بجا کر دیکھ بھال کر مخلص اور دیانت دار قیادت کا انتخاب کریں' اپنے ووٹ کی حفاظت کرتے ہوئے نیک وصالح افراد کا انتخاب کریں' اللہ سبحان وتعالیٰ ہمارے وطنِ عزیز کا حافظ وناصر ہو۔ آئیں اب کچھ اس شمارے کی بات ہوجائے آپ کے خطوط کی روشنی ہی ہماری رہنمائی کرتی ہے' اس سے ہمیں لگن اور کام کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ اس لیے آپ قارئین یونہی آنچل وحجاب میں شرکت کرتی رہا کریں تاکہ ہمارے ساتھ مصنفین بھی اپنی محنت وصول کرسکیں۔

اس ماہ کے ستارے

ام ایمان قاضی' سباس گل' انعم خان' ماورا طلحہ' ریحانہ آفتاب' صباء ایشل' حرا قریشی۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو

قیصر آرا

حمد

مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے
الٰہی رخِ پاک احمد کا صدقہ
نبی مکرم کے گنبد کا صدقہ
ترے عشق والوں کی مسند کا صدقہ
محبت عطا کر محمد ﷺ کا صدقہ
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے
نہ دولت نہ ثروت نہ حشمت عطا کر
تڑپتا رہوں ایسی لذت عطا کر
مجھے اپنے در کی اطاعت عطا کر
محمد ﷺ کا صدقہ محبت عطا کر
مرے دینوالے مجھے دردِ دل دے
نہیں چاہتا ہوں میں آرام کا دل
نہیں چاہتا عشق ناکام کا دل
پہلے پہلو میں مرے فقط نام کا دل
نہ ہو درد جس دل میں کس کام کا دل
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

آرزو اکبرآبادی

نعت

مجھ میں ان کی ثنا کا سلیقہ کہاں
وہ شہِ دو جہاں وہ کہاں میں کہاں
اُن کا مدح سرا خالقِ این و آں
وہ رسولِ خدا وہ کہاں میں کہاں
اُن کے دامن سے وابستہ میری نجات
اُن پہ قربان میری حیات و ممات
میں گنہگار وہ شافعِ عاصیاں
بے کسوں کی اماں وہ کہاں میں کہاں
میں سراپا عدم وہ سراپا وجود
اُن پہ ہر دم سلام اُن پہ ہر دم درود
وہ حقیقت میں افسانہ و داستاں
اُن کا میں مداح خواں وہ کہاں میں کہاں
شک نہیں اے ریاض اس میں ہرگز ذرا
میں سراپا خطا وہ سراپا عطا
نام اُن کا رہے کیوں نہ وردِ زباں
ہے جو تسکینِ جاں وہ کہاں میں کہاں

ریاض الدین سہروردی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جوابِ آں

مدیرہ

یاسمین نشاط...... لاہور

پیاری بہن یاسمین! سدا سہاگن رہو آپ کی تحریر "ذات دی کوڑھ کرلی" رمضان المبارک کے درمیانے عشرے میں موصول ہوئی۔ شروع سے ہی قارئین آپ کی تحریر کو سراہتے آرہے ہیں۔ بند لفافے ہوں یا پھر ناولٹ سلسلہ یہ مستقل وہ جواب میں تھا آنچل کے قارئین کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہریں، یہ تحریر "ذات دی کوڑھ کرلی" رمضان المبارک کی مصروفیات کے باعث صفحات ادھر ادھر ہوجانے کی وجہ سے معذرت طلب ہیں امید ہے اس بات کو درگزر فرما کر آپ آنچل و حجاب سے قلمی تعاون بحال رکھیں گی۔

مصباح علی سید...... سرگودھا

ڈیئر مصباح! سدا مسکراؤ، یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کی کتب "مجبور نشیمن" کے نام سے منظرعام پر آئی ہے۔ یقیناً پڑھنے والوں کے لیے ایک خوب صورت اضافہ ثابت ہوگی۔ ویسے بھی آپ نے جب بھی آنچل و حجاب میں لکھا قارئین نے آپ کو سراہا اور داد و تحسین سے نوازا۔ امید ہے یہ کتاب بھی قارئین میں بے حد مقبول ہوگی اور آپ کے لیے باعث شہرت بنے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

عائشہ پرویز...... کراچی

ڈیئر عائشہ! سدا سہاگن رہو آپ کی تحریر "راہِ عمل" جلد ہی حجاب میں شامل کرلی جائے گی۔ جس طرح آپ نے اب تک آنچل و حجاب سے تعلق استوار رکھا ہے۔ یہ ہمارے لیے مسرت کا باعث ہے۔ بے شک شادی کے بعد ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ہر لڑکی گھریلو امور میں الجھ کر فرصت کے لمحوں کو ترس جاتی ہے۔ ایسے میں آپ آنچل و حجاب کے لیے وقت نکال کر پڑھنا کچھ لکھ کر ارسال کردیتی ہیں۔ اس لیے ہماری بھی یہی کوشش ہوتی ہے کہ آپ کو زیادہ انتظار نہ کروائیں اور جلد ہی آنچل یا حجاب میں شامل کرلیں پھر بھی دیر سویر ہوجاتی ہے۔ وجہ صفحات کی کمی ہے۔ کوشش کررہے ہیں کہ یہ کمی کسی طرح دور کی جائے تاکہ قارئین زیادہ سے زیادہ تحریریں پڑھ سکیں اور مصنفین کی شکایت بھی دور ہو۔ امید ہے آپ سمجھ گئی ہوں گی۔ ہماری جانب سے شادی کی سالگرہ کے ساتھ جنم دن کی مبارک باد بھی قبول فرمائیں۔ آنچل کی جانب سے تبصرے پر پہلے انعام کی حق دار ٹھہریں مبارک باد قبول کیجیے۔

فریدی فری...... لاہور

ڈیئر فریدہ! سدا سہاگن رہو آپ کی ناسازیٔ طبیعت کا معلوم ہوا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ جلد صحتِ کاملہ عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی بہن فریدہ فری کے لیے دعائے صحت کے لیے ملتمس ہیں۔

عریشہ سہیل...... کراچی

پیاری عریشہ! سدا شاد و آباد رہو آپ کی والدہ کی ناسازیٔ طبیعت کا جان کر دل پریشان ہوا اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی والدہ کا سایۂ شفقت آپ کے سر پر قائم رکھے اور ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کے آپریشن کو آسانی کے ساتھ کامیابی عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی التماس ہے کہ وہ عریشہ کی والدہ کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سعدیہ حورعین حوری...... بلوں کے ہی کے

ڈیئر سعدیہ! جگ جگ جیو امتحانات سے فراغت کے بعد ہمارے لیے وقت مل ہی گیا ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ دین و دنیا کے تمام امتحانات میں آپ کو سرخروئی عطا فرمائے آمین۔ نیرنگ خیال کے لیے آپ نے جو آنچل نامہ بھیجا ہے وہ جلد لگانے کی کوشش کریں گے لیکن جو آنچل نامہ یادگار لمحے میں لگالیں گے کیونکہ اس سلسلے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ آپ کی پُرخلوص چاہت اور محبت کے والہانہ اظہار پر بے حد مشکور ہیں اور آپ کے دعائیہ اشعار بھی بے حد پسند آئے۔ جزاک اللہ۔

عذرا فردوس...... کراچی

پیاری عذرا! سدا آباد رہو آپ کی تحریریں کارڈ، جنم جلی اور ابر کرم موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے اپنا مشاہدہ اور مطالعہ وسیع کریں تاکہ لکھنے میں مدد ملے۔ اپنے مطالعے میں نامور مصنفین کی تحریروں کو شامل کریں جس سے آپ کو موضوع کا چناؤ اور الفاظ کے استعمال کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ امید ہے محنت جاری رکھیں گی۔

حریم فاطمہ...... قصور

حریم گڑیا! خوش رہو آپ کی تحریر پس پردہ موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے طویل موضوع کو قلم بند کرنے کے بجائے مختصر موضوع کی طرف آئیں تاکہ لکھنے اور موضوع کو سنبھالنے میں آسانی رہے اور آئندہ فوٹو کاپی ارسال مت کیجیے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔

نور المثال شہزادی...... کھنڈیل قصور

پیاری نور! سدا شاد رہو آپ کی تحریر "شاخِ بریدہ" ناقابل اشاعت ہے جب کہ دوسری تحریر "کنک کے دانے" قابل اشاعت ہے اور یکم اپریل فول آرٹیکل بھی آئندہ سال حجاب میں شامل کرلیا جائے گا۔ باقی تحریریں مٹی کے تعویذ، یہ سب عیدیں، کامل روزہ اور ہمارے پیارے حکمران انداز تحریر کمزور ہونے کی بنا پر ناقابل اشاعت ہیں دیگر تحریریں ابھی انتظار میں ہیں، پڑھ کر رائے سے آگاہ کردیں گے۔

شہزینہ عبد الغنی انصاری...... گوجرانوالہ

ڈیئر شہزینہ! سلامت رہو آپ کی نظمیں غزلیں متعلقہ شعبے میں ارسال کردی گئی ہیں۔ اگر پرچے کے معیار کے مطابق ہوئیں تو جلد یا بدیر ضرور شامل ہوجائیں گی۔ تحریروں کے لیے آپ کو بے حد محنت کی ضرورت ہے یہ اچھی بات ہے کہ آپ مایوس نہیں ہیں محنت اور کوشش جاری رکھیں۔

انیلا سخلوت...... میلنوالی

پیاری انیلا! شاد و آباد رہو طویل عرصے بعد آپ کی شرکت اچھی لگی ہم آپ کو کیونکر بھول سکتے ہیں آپ ہماری دیرینہ ساتھیوں میں سے ہیں اور مستقل قاری کی حیثیت سے کافی عرصے کا ساتھ رہا شاید مصروفیات میں الجھ کر کافی عرصہ غائب رہیں شاید وجہ یہی ہے کہ

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کردیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

بہر حال اب فرصت کے لمحات ڈھونڈ ہی لیے ہیں تو یہ سلسلہ اور قلمی رابطہ بحال رکھیں ہم بھی منتظر رہیں گے۔

رانو سمیرا ایاز...... کراچی

پیاری سمیرا! سدا مسکراؤ آپ کے تفصیلی خط سے دادی کی رحلت کی خبر جان کر بے حد صدمہ ہوا اگرچہ کافی وقت گزر چکا ہے لیکن بعض حادثات ایسے رونما ہوتے ہیں کہ وہ فراموش نہیں کیے جاسکتے۔ بے شک آپ کی دادی رہنما کی حیثیت رکھتی تھیں اور بزرگوں کا سایہ تو ویسے بھی باعث رحمت و برکت ہوتا ہے۔ آپ اپنی دادی کے حوالے سے جو بھی لکھنا چاہتی ہیں سلسلے آغوش مادر حجاب کے لیے لکھ بھیجیں ان کے تمام حالات و واقعات صبر و استقامت اور اصول و ضوابط اچھا ہے دیگر لوگ بھی بزرگوں کے اقوال و نصائح سے رہنمائی حاصل کرسکیں گے۔ دوسری تحریر بھی جلد شامل کرلیں گے۔ البتہ انو کھی عید حجاب میں لگ چکی ہے۔

حنا کنول فرحان...... حویلی لکھاں

عزیزی حنا! سدا سہاگن رہو بے شک آپ نے بہت کٹھن وقت گزارا اور کڑے حالات سے گزریں۔ والدہ کی رحلت کے بعد بہن کا کینسر میں مبتلا ہونا اور والد کو فالج ہوجانا پھر یکے بعد دیگرے ان رشتوں کا بھی بچھڑ جانا آپ کی ذات کو منتشر کرگیا۔ بے شک اپنے پیاروں کے یوں چلے جانے پر صبر بھی ایک طویل عرصہ بعد آتا ہے اور ان کی یادیں تو ہر پل آپ کو جکڑے رکھتی ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے پیاروں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ آپ اسی طرح آنچل کے دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو بہت سی خوشیاں عطا فرمائے اور نیک و صالح اولاد سے نوازے آمین۔

طیبہ سعید...... گوجرانوالہ، نواب چوک

پیاری طیبہ! سدا خوش رہو آپ کی نظمیں غزلیں متعلقہ شعبہ میں بھیج دی گئی ہیں جب وہاں سے قبولیت کا درجہ پالیں گی تو ضرور اشاعت کا مرحلہ بھی طے کرلیں گی۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ سب آپ کی ذاتی کاوش ہے البتہ باری کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جب تک ان کی باری آتی ہے آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کرتی رہیں۔

انعم زہرہ...... ملتان

پیاری انعم! سدا سلامت رہو آپ کے خط سے آپ کے مثبت انداز اور آپ کی ذات میں رونما ہونے والی تبدیلی کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ ویسے بھی مایوسی کفر ہے اور آپ نے بہت جلد اپنے حالات پر قابو پاکر سب کچھ اللہ سبحان وتعالیٰ کی رضا سمجھتے ہوئے قبول کرلیا، خوش آئند ہے بے شک اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کے لیے بہت سی خوشیاں رکھی ہوں گی اور جلد وہ سب آپ کے سامنے آجائیں گی، بس یہ وقت ہمت اور حوصلے کے ساتھ گزارنے پر آپ کو اجر کے ساتھ ساتھ صبر کا پھل بھی مل جائے گا۔ ہماری دعائیں ہمیشہ آپ کے ہمراہ ہیں اور دعا گو ہیں کہ نہ صرف آپ کو بلکہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہر بہن کو اپنے گھر کی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شازیہ اختر شازی...... نور پور

عزیزی شازیہ! جیتی رہو آپ کے گھریلو حالات اور مسائل کے متعلق پڑھ کر بے حد افسوس ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی تمام مشکلات کو حل کردے آمین۔ بے شک ایسے میں بھائی کے ساتھ

حادثہ پیش آتا اور اس کی خراب حالت آپ سب کے لیے تکلیف دہ ہوگی۔ ہماری دعا ہے کہ جلد آپ کے بھائی صحت یاب ہو جائیں اور آپ کا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن جائے آمین۔

ملال اسلم ...... جلالپوروال

عزیزی ملال! سدا مسکراتی رہو آپ کے خط سے تمام حالات کا بخوبی اندازہ ہوا۔ ان حالات میں آپ کی جو کیفیت تھی اس سے انکار ممکن نہیں لیکن بعض لوگ ہر شے کو صرف اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یکسر ایسا سوچنا بھی ان ہی لوگوں میں ہو۔ بہرحال آج کل یہ سب باتیں بہت عام نظر آتی ہیں اور لوگ بہت آسانی سے دوسروں کو تکلیف دے کر خود اپنی زندگی میں مگن ہو جاتے ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہر کسی کو ناگہانی آفات ومصائب سے محفوظ رکھے آمین اور آپ کی تسلی کے لیے صرف اتنا ہی کہنا چاہوں گی کہ اگر کوئی دوسروں کے لیے برا کرتا ہے تو سکھ اور خوشی اسے بھی میسر نہیں آتی آپ کی تحریر کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ بہرحال طویل عرصے بعد آپ کی واپسی بہت اچھی لگی۔

مشی خان ...... بھورکنڈ

عزیزی مشی! اتنی جگ جیو آپ کا شکوہ بجا ہے پر ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ سب بہنوں کو شرکت کا موقع ملے کیونکہ آپ بہنوں کا ہی پرچہ ہے اور آپ کی نگارشات اور شرکت سے ہی پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے لیکن بعض اوقات صفحات کی کمیابی اور نگارشات کے کثیر تعداد میں موصول ہونے کی بنا پر سب کو جگہ فراہم کرنا ناممکن ہوتا ہے ایسے میں آپ ناراض نہ ہوں کہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال یہی کوشش ہوتی ہے کہ ہر ماہ کے لیے ڈاک سنبھال کر رکھی جائے اور پھر انہیں بھی شرکت کا موقع مل سکے۔ آپ کی محبت کے مشکور ہیں۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایو ایس ...... مانسہرہ

گل مینا' حسینہ! سدا شاد رہو آپ کا خط موصول ہوا مختصر ملاقات مسرت کا باعث بنی۔ مانسہرہ بہت دور ہے اب تو قریبی رشتے داروں کے گھر بھی مصروفیات کی بنا پر جانا نہیں ہوتا ہزاروں شکوے ان کی طرف سے موصول ہوتے ہیں۔ اب کیا کریں آپ سب سے جو دل لگالیا ہے اس لیے باقی سب کی ناراضگی برداشت کرلیتے ہیں۔ رہی فون کی بات تو آپ کے ساتھ دوسری قارئین بہنیں بھی یہ بات جان لیں کہ جدید دور میں رہتے ہوئے بھی موبائل اور سوشل میڈیا سے دور ہوں۔ ای میل پر رابطہ کرسکتی ہیں اس حد تک میں نے سوشل میڈیا کو اہمیت دی ورنہ جو بات خط و کتابت میں ہے وہ ٹیلی فون کی طویل گفتگو میں کہاں رہی بات انعام یافتہ پر نام لکھنے کی تو آئندہ اس بات کا خیال رکھیں گے۔ اب اس سلسلے میں سب کی شکایت دور کردی ہوگی۔ شادی کے لیے ڈھیروں مبارک باد اور دعائیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی آنے والی زندگی کو خوشیوں سے ہمکنار کرے اور آپ کا نصیب بلند فرمائے آمین۔ قلمی رابطہ بحال رکھیے گا۔

پرشب اعوان' ارقا اعوان ...... سیالکوٹ

پیاریوں! سدا خوش رہو آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ ''دوست کا پیغام'' سلسلے کے لیے جب آپ کی ڈاک موصول ہوئی تو یہ سلسلہ اپنے تکمیلی مراحل میں تھا اس لیے آپ کی ڈاک شامل نہ کرسکے البتہ غزل متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آپ کی نگارشات جلد شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔

تانی کھرل ...... جڑانوالہ

ڈیئر تانی! شاد وآباد رہو آپ کی ڈاک موصول ہوگئی ہے۔ تو آپ کی نگارشات بھی شائع ہو جائیں گی۔ ناموں سے تو یہ بخوبی واضح ہو رہا تھا کہ ایک ہی گھر سے ارسال کردہ ڈاک ہے اس لیے ایک کو موقع دے دیا تو دوسرے کو روک لیا تاکہ دوسری بہنوں کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ بہرحال آپ کو بھی جلد شامل کریں گے۔ مایوس مت ہوں۔ آپ کے خط کا جواب اس بار بھی حاضر ہے امید ہے خفگی دور ہو جائے گی۔

صبا قریشی ...... عبد الحکیم

عزیزی صبا! سدا مسکراؤ' آنچل کی قیمت میں اضافہ مجبوری اور حالات کے پیش نظر کرنا پڑا۔ کاغذ کی قیمت میں اضافے کے سبب ہی اول صفحات بڑھانے کا سوچنا تو ناممکن ہے جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے آپ کی تجویز پر ضرور عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پانی کا بحران تو واقعی ہمارے ملک میں سنگین صورت اختیار کرتا جارہا ہے بس اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہی ہم سب پر اپنا رحم فرمائے آمین۔

ایمن پلرس ...... جڑاوالا

ڈیئر ایمن! سدا سلامت رہو آپ سے نصف ملاقات بے حد مسرت کا سبب بنی آپ کی ڈاک کیونکر شامل نہ ہوسکی یہ ہم بھی نہیں جانتے بہرحال اس بار جواب حاضر ہے۔ کوشش کیا کریں کہ ہر ماہ اپنی نگارشات مہینے کی پانچ تاریخ تک بھیج دیا کریں' بصورت دیگر آئینہ اور کچھ سلسلوں میں تو آپ کی شمولیت ہو جاتی ہے جب کہ

دوسرے سلسلے تکمیلی مراحل میں ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ کوشش کریں گے کہ آپ کی نگارشات بھی جلد آنچل و حجاب کی زینت بن جائیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صندل رانا ...... لاہور

پیاری صندل! جیتی رہو آپ کی تحریر 'پشیمان' موصول ہوئی' انداز تحریر اور موضوع دونوں ہی بے حد کمزور ہیں۔ اس موضوع پر پہلے بھی نامور مصنفین نے بہت عمدہ انداز میں لکھا ہے۔ آپ ان کا بغور مطالعہ کریں اور پھر قلم اٹھائیں۔ املا کی بھی غلطیاں موجود ہیں۔ امید ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوشش جاری رکھیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حمیرا تبسم ...... بہاولپور

ڈیئر حمیرا! سدا مسکراتی رہو آپ کی ارسال کردہ دونوں تحریریں پڑھ ڈالیں 'برگ رفاقت' تو آنچل وحجاب کے معیار پر پوری اتری البتہ 'وہ اک نظر' کے لیے معذرت۔ روایتی محبت کے موضوع پر لکھی تحریر کچھ خاص دلکش نہ تھی۔ اس لیے موضوع کی انفرادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قلم اٹھائیں۔ امید ہے محنت اور کوشش جاری رکھیں گی اور اپنا مطالعہ وسیع کریں گی۔

شبانہ گل ...... راولپنڈی

ڈیئر شبانہ! سدا شاد رہو آپ کی تحریر 'گشت گلاب' کے عنوان سے موصول ہوگئی۔ عید نمبر سے فراغت کے بعد جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ سالانہ پرچے کی خریداری کے لیے آفس کے نمبر پر رابطہ کریں' تمام معلومات حاصل ہوجائیں گی اور مئی کا پرچہ بھی اگر دستیاب ہوگا تو مثبت جواب مل جائے گا۔ اپنا مطالعہ وسیع رکھیں امید ہے لکھنے میں بہتری اور آسانی میسر آئے گی۔

عاصمہ بی ...... طور جہلم

عزیزی عاصمہ! شاد وآباد رہو آپ کی جانب سے خوب صورت تحفہ موصول ہوا۔ عیدالاضحی کی پیشگی مبارک باد پیش کرنے اور خوب صورت کارڈ بھیجنے پر بے حد مشکور ہیں۔ آپ کے لکھے خوب صورت دعائیہ اشعار اور نظم بھی بے حد پسند آئی۔ آپ کی اس قدر چاہت اور خلوص کے ہم مقروض ہیں' اسی طرح اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں اور آنچل وحجاب کے سنگ رہیں۔ آپ کی دیگر نگارشات جلد شامل کرلیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ناقابل اشاعت:

فتح' پس پردہ' نمبرون کون' اب سمجھ میں آئی' ماسی اور لان کی سوٹ' یادیں' معراج' انسانیت' سمندر کنارہ' محبت کی مہک' لمحوں کی حقیقت' جو بیاہ دی کاشانا احساس' دل آزاری' تیرے محلاں دے برج سنہرے' اے پتر ہٹاں تے نئیں وکدے' ظالم رویے' حکم ربی' سدا لاٹ چراغاں' کرماں والی' سراب نظر' خواہش' دعا میرا کلام ہے' میرے یقین حاصل' ساس بھی کبھی بہو تھی' ایک اور محبت' منگنی مذاق' بے حس' ملکہ حسن' سیدھا راستہ' خواب زادی' عید محبتاں' بلاعنوان' عجیب یہ کھیل ہیں' ایک پل لگتا ہے' صرف اک خواب' سچے رشتے' تلخ محرومیاں' عید کا طعن' کیا مناؤں خوشی یا غم' انتظار' بے نشاں منزل' عمر کا تقاضہ' امید خوشی کی' عید پر محبت کا ملاپ' مرد کا ہر روپ نرالا' محبت سے دھوکے تک کا سفر' زرد پتوں کی اوٹ' انوکھی عید' مجبوری' محبت مرگ وجود' ادھوری دعائیں' بلاعنوان' چاند استعارہ ہے محبت کا' ہمارے پیارے حکمران' کوٹھے والی۔

قابل اشاعت:

میراث' آگہی' پیار رنگ پیارا' پھوپھیاں ہماری' ہائے وے ربا' کوئی روشنی میرا خواب' کنارہ' اک دل تھا تمہارا ہوا' اچھی آپا' انا' ہم ساتھ ساتھ ہیں' آخری اسٹیشن۔



مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے پہلے صفحہ پر کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

دانش کدہ

سورۃ الکوثر

مشتاق احمد قریشی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہت بڑی نعمت سے سرفراز فرمایا اس نعمت کی شکر گزاری کا حکم اس آیت مبارکہ میں دیا جارہا ہے۔ آیت کے پہلے حصے میں نماز پڑھنے کی تاکید کی ہے اور اس حصے میں قربانی کرنے کی تاکید کی جارہی ہے۔ جس طرح نماز ایک اہم عبادت ہے ایسے ہی قربانی بھی اہم عبادت ہے۔ قربانی کے معنی ہیں تقرب الٰہی حاصل کرنے کی کوشش اور سعی کرنا شریعت اسلام میں اصطلاحاً عبادت کی نیت سے ایک خاص وقت میں حیوان (اچھے اور حلال) کو ذبح کرنے کو کہتے ہیں قربانی جائز اور حلال جانور کی ہوتی ہے لیکن ایسے جانور جو حلال تو ہیں لیکن ان کی قربانی نہیں ہوتی مثلاً ہرن بارہ سنگھا اور نیل گائے وغیرہ قربانی کے لیے چھ جانور مقرر ہیں گائے اونٹ بکرا مینڈھا دنبہ ان میں نر مادہ کی کوئی پابندی نہیں۔

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب میں بھی قربانی کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ یہودیوں کے ہاں تو کثرت سے قربانی کے احکام بیان کیے گئے ہیں کہ شاید کسی اور عبادت کے متعلق اتنی تفصیل نہیں بیان کی گئی۔ عیسائیوں کے مذہب کی بنیاد ہی قربانی پر ہے ان کے یہاں قربانی ہی اصل ذریعہ نجات ہے۔ ہندو مذہب کی معتبر کتب میں بھی قربانی کی تفصیل ملتی ہے ایسے ہی دیگر مذاہب میں بھی قربانی عام ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے نہ صرف جانور بلکہ کہیں کہیں تو نوخیز لڑکیوں لڑکوں تک کو بھی قربان کیا جاتا ہے اسلام میں اور دیگر مذاہب میں قربانی میں بڑا فرق ہے اسلام میں قربانی خالص اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے کی جاتی ہے جبکہ دیگر مذاہب میں غیر اللہ یعنی دیوی دیوتاؤں کی خوشنودی کے نام پر شرک کے طور پر کی جاتی ہے جس کی اسلام نے ممانعت کی ہے۔ کیونکہ قربانی کا شمار بھی اہم ترین عبادات الٰہی میں ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ان کے لیے اور ان کی امت کے لیے جتنا بڑا انعام عطا فرمایا ہے اس کا شکر و احسان بھی اتنا ہی بڑا ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت کے لیے کامل نمونہ تھے اور جن کی ہر ہر بات و حرکت اور عمل کی اتباع کا حکم ہے وہ اپنی روح بدن اور مال و اسباب سے ہر ہر طریقے سے اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتے بدنی و روحی عبادت میں سب سے بڑی چیز اور شکر گزاری نماز کے ذریعے ادا ہوتی ہے اور مالی عبادت میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ قربانی کی اصل حقیقت جان کر قربانی کرنا ہی اصل قربانی ہے۔

جانوروں کی قربانی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر اصل قربانی کے قائم مقام کے طور پر مقرر کر دی ہے۔

دنیا میں سب سے پہلی قربانی بطور نذر حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل نے پیش کی پھر حضرت نوح علیہ السلام نے ایک قربان گاہ بنائی اور بہت سے جانوروں کی سوختنی قربانی دی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی پیش کی بقول یہودی علماء کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے روٹی اور شراب بطور قربانی پیش کی پھر حسب وحی بچھیا' بکرا مینڈھا اور کبوتر ذبح کیا (سفر التکوین ۹ تا ۱۷) پھر حسب الحکم بیٹے کو قربانی کے لیے پیش کیا۔ اسلام سے پہلے بھی عرب میں یہ سنت ابراہیم جاری تھی قربانیاں کی جاتی تھیں اور گوشت فقرا کو بانٹ دیا جاتا تھا لیکن سوختنی قربانی کا دستور صرف یہودیوں میں تھا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں قسم کی قربانیاں کیا کرتے تھے۔ عیسائیوں میں قربانی کا دستور نہیں تھا۔ ان کے عقیدے کے مطابق مسیح نے اپنی قربانی دے کر سارے عالم کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔ لیکن مسیح کے خون کے بدلے شراب اور گوشت کے بدلے روٹے دینے کا ان میں دستور تھا۔ یونانی قربانی میں جو اور نمک دیتے تھے۔ جسے وہ ایک ٹوکری میں رکھ کر تھوڑا تھوڑا حاضرین میں تقسیم کرتے تھے جرمنی اور پرتگال کے بعض علاقوں میں انسانی قربانی دی جاتی تھی۔ (لغات القرآن عبدالرشید نعمانی)

قربانی کے سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بہت ہی ممتاز اور اہم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خواب میں اشارہ ملنے پر اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت اور تسلیم و رضا سر تسلیم خم کرنے کا اعلیٰ ترین معیار کیا ہوتا ہے یہ واقعہ اطاعت امر رب کی اعلیٰ ترین مثال ہے اور اعلیٰ اور بلند ترین مرتبہ پر وہی لوگ پہنچتے ہیں جنہوں نے اپنے نفوس کی تربیت اعلیٰ مقاصد کے لیے کی ہو اور ان کی نظر احکام الٰہی اور اس کی تعمیل پر ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واقعات میں اطاعت ربی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے یہ واقعہ تسلیم و رضا کی اعلیٰ ترین مثال قرار پایا۔ یہ بہت ہی مشکل تعمیل تھی قرآن حکیم میں سورۃ الصٰفٰت میں اس واقعے کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ قربانی کیا ہے اور اس کے معنے کیا ہیں۔

ترجمہ۔ اے میرے رب مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اب بتا کہ تیری رائے کیا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجا لایئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے (باپ نے) اس کو (بیٹے کو) پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو ہم نے آواز دی اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا' بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔ (الصٰفٰت۔ ۱۰۰ تا ۱۰۷)

تفسیر۔ ان آیات مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام چھیاسی ۸۶ برس کی عمر تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے اور اس عرصے میں آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ شام پہنچ کر آپ نے ایک صالح بیٹے کی التجا کی جو قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک صالح و حلیم بیٹے کی پیدائش کی خوش خبری دی۔ جب وہ بیٹا جس کا نام اسماعیل رکھا تھا اس وقت وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا جب اسماعیل علیہ السلام کی عمر چودہ سال کی ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر تقریباً سو سال کی تو آپ کے یہاں حضرت سارہ کے بطن سے دوسرا بیٹا حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ لیکن حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے ایک سال قبل ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر کا خواب بھی وحی الٰہی اور حکم الٰہی ہوتا ہے جس پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا فرزند قربان کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ آپ نے اپنا خواب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سنایا۔ اس سے آپ کا مقصد بیٹے کا امتحان بھی تھا اور امر ربی سے اسے آگاہ بھی کرنا تھا۔ انہوں نے بیٹے سے پوچھا اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے جواب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا۔ "ابا جان جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کیجیے آپ انشاء اللہ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اور ان کا وہ طرز عمل سامنے آتا ہے جو پوری انسانی تاریخ میں ایک منفرد طرز عمل ہے۔ ان کی زندگی میں تو وہ بہرحال ایک یادگار طرز عمل تھا۔ ان کا یہ عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس قدر پسند آیا کہ قیامت تک کے لیے امت مسلمہ کے لیے ایک اعلیٰ وارفع مثال بن گیا۔

ہم اگر ان کے اس عمل پر غور و فکر کریں تو حیرت ہوتی ہے۔ ایک ایسا بوڑھا سا شخص جسے اس کے اقرباء اور رشتے داروں نے چھوڑ دیا ہو اور جو اپنے وطن سے دور ہو۔ اس بڑھاپے اور کسمپرسی میں بڑی منتوں اور مرادوں اور دعاؤں کے بعد اللہ نے ایک بیٹا عطا کیا جس کا انہوں نے برسوں انتظار کیا تھا۔ جب اللہ نے انہیں ایک ذی صلاحیت اور ممتاز صالح بیٹا عطا کیا جس کے مرتبے و مقام کی شہادت بھی دی۔ وہ بچہ ابھی پوری طرح جوان بھی نہیں ہوا تھا۔ ماں باپ ابھی پوری طرح مانوس بھی نہیں ہوئے تھے۔ بس وہ ان کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ضرور ہو گیا تھا۔ تب ہی اللہ کی طرف سے انہیں خواب میں وحی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دو۔ اس خواب سے آپ کسی تردد یا خلجان میں نہیں پڑے نہ ہی کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا ہوئے بس جذبہ اطاعت الٰہی پیش نظر تھا آپ فوراً تسلیم امر ربی پر آمادہ ہو گئے۔ حالانکہ یہ تو محض ایک اشارہ تھا کیونکہ براہ راست کوئی وحی نہیں آئی تھی۔ لیکن آپ نے اپنے رب کی طرف سے اشارے کو ہی کافی جانا اور اسی اشارۂ الٰہی پر لبیک کہتے ہوئے تعمیل پر آمادہ ہو گئے۔ بغیر کسی اعتراض و سوال کے۔ اپنے اکلوتے اور لاڈلے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان پر نہ تو کسی قسم کی اضطرابی کیفیت طاری

[illegible] تسلیم ورضا کے پیکر نے نہایت اطمینان سے پورے وقار سے ٹھہراؤ اور تسلیم ورضا کے ساتھ یہ [illegible] ان کے اس وقار تسلیم رضا کا اندازہ یہاں آیت نمبر ۱۰۲ سے بخوبی ہو رہا ہے۔ جس میں وہ اپنے [illegible] معلوم کر رہے ہیں یہ الفاظ اس محترم شخصیت کے ہیں۔ جن کو اپنے اعصاب پر پوری [illegible] کے بارے میں پوری طرح مطمئن ہیں اور یقین ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کریں گے یہ ایک [illegible] یقین واعتماد ہے وہ یہ خوب اچھی طرح جانتے تھے اور مجبور ہے تھے۔ جو میں کرنے جا رہا [illegible] ہے۔ اسی وجہ سے نہ وہ کسی طرح خوف زدہ ہوئے اور نہ اس عمل سے گزر جانے کے لیے [illegible] یہ مرحلہ ان کے لیے انتہائی سخت اور جان لیوا ہو سکتا تھا کہ ان کے ایسے اکلوتے [illegible] یعنی بچپن میں انہیں ملا تھا اور یہ قربانی بھی کوئی ایسی قربانی نہیں تھی کہ بیٹے کو کہیں [illegible] کے لیے کہا گیا ہو جس سے ان کی زندگی کو خطرہ درپیش ہو سکتا ہو۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ [illegible] ذبح کرنے کا قطعی حکم صادر فرمایا تھا اور وہ بھی اپنے ہاتھ سے۔ یہ حکم جب وہ [illegible] کہ میرے رب کی یہی مرضی ہے۔ وہ چونکہ اللہ کی رضا میں راضی [illegible] کہ اس کے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے۔ بیٹا بھی آخر حضرت ابراہیم [illegible] سر تسلیم خم کر دیا۔ آخر جب ان دونوں نے امر وحی کو تسلیم کر لیا تو حضرت ابراہیم [illegible] اطاعت یہاں سر بلند ہوتی ہے۔ ایک انسان اپنے پیارے اکلوتے بیٹے کو منہ [illegible] ذبح ہونے کو تیار بے حس وحرکت گرا ہوا ہے۔ بات اب عمل تک آن پہنچی بس [illegible]

[illegible] اسماعیل علیہ السلام نے حق بندگی ادا کر دیا اور پوری طرح تسلیم ورضا کا اظہار کر دیا۔ [illegible] چھری چلتی خون بہتا اور روح پرواز کر جاتی۔ اللہ کے یہاں روح کی کوئی [illegible] اللہ کے اپنے ناپنے کے پیمانے ہیں۔ جس میں ان دونوں باپ بیٹے [illegible] اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ ان کی شعوری کوشش کیا ہے۔ ان کا جذبہ کیا ہے۔

[illegible] عبادت کے معنی اسلام میں ابتلا اور تعذب نہیں [illegible] رب کی رضا کے لیے پورے اخلاص سے مشکل حکم کی تعمیل کے لیے [illegible] امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اللہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں سچے ہیں اس لیے اللہ نے ان کی تیاری کو ہی ان کا سچا عمل سمجھ لیا اور [illegible] "اور ہم نے ندا دی اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ [illegible] کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔

(جاری ہے)



ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

ارم حسن...... نور پور

السلام علیکم آنچل والو! میرا نام تو آپ نے پڑھ ہی لیا ہوگا مگر چلو کوئی کمی ہے تو پڑھ لو جی تو میں ہوں ارم حسن سولہ جون انیس سو چھیانوے کو چنڈی کھیب کے ایک گاؤں سورگ میں پیدا ہوئی اور دنیا کو چار سو چار چاند لگا دیے) پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ میں کہہ رہی ہوں صرف لگائے نہیں ہے۔ پھر اپنے باپ دادا کے (خوب صورت) گاؤں آ گئے اور اب جوانی کی سیڑھی پر قدم رکھے ہوئے ہیں۔ ہم چار بہن بھائی ہیں بڑے بھائی مدثر جو جاب کرتے ہیں پھر میں ہوں بی اے کی اسٹوڈنٹ پھر مجھ سے چھوٹا مبشر ہے (جس کی آج کل مجھ سے ناراضگی چل رہی ہے) سب سے چھوٹی اور بہت ہی پیاری (ہائی منو رملا' ڈوڈو' قبرہ وغیرہ) ماریہ حسن صاحبہ ہیں بہت ہی نخریلی شہزادی میرے ابو حافظ قرآن ہیں اور میرے بڑے بھائی بھی حافظ قرآن ہیں چھوٹی ماریہ ابھی حفظ کر رہی ہے دعا کریں وہ کامیاب ہو جائے آمین۔ اور میری پیاری سی جنت میری امی ہاؤس وائف ہیں جو کہ ماسی شیداں کی پکی سہیلی ہیں (گھورو نہیں آج فرسٹ ٹائم آئی ہوں) جی تو اب آتی ہوں خوبیوں' خامیوں کی طرف خوبی ایک بھی نہیں ہے خامیاں بہت ہیں جن میں غصہ کرنا اور ضد کرنا بہت گندی عادت ہے۔ مجھے پیارے آقا ﷺ کی شخصیت پسند ہے کتاب قرآن مجید' سارے رنگ اچھے لگتے ہیں ہلکے دھنک کے رنگ پسند ہیں۔ بارش اچھی لگتی ہے کیونکہ کہتے ہیں بارش میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ میری بیسٹ فرینڈ نرگس شاہین (لیلی جی) آ جاؤ واپس لاہور سے پلیز شمائلہ شاز یہ نصیر احمد' زبیدہ حیات' حسن اگر پڑھ رہی ہو تو میں تمہیں نہیں بھولی۔ سائرہ لیلی حسن والی ہیں ساری رائٹرز پسند ہیں لکھنا بہت کچھ چاہتی ہوں مگر ڈر ہے مجھے ردی کی ٹوکری کا حصہ نہ بنا دیا جائے۔ اور مجھے صبا وزر گر کا تعارف بہت اچھا لگا شازی کا بھی...... سب اپنا خیال رکھیے گا اور دعاؤں میں یاد رکھیے گا آخر میں (اس) اپنے پسندیدہ شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

کبھی یوں ہوا کہ تیری یاد نے مجھے سب کچھ بھلا دیا
کبھی یوں ہوا کہ تیری یاد نے مجھے میرے رب سے ملا دیا

طاہرہ یاسمین...... پاک پتن

السلام علیکم! میرا نام طاہرہ یاسمین ہے جو کہ مجھے بہت پسند ہے میں 14 اپریل 2000ء میں ایک روشن سورج کی طرح اپنے گھر کے آنگن میں طلوع ہوئی اور ابھی تک اسی طرح گھر کو روشن کیے ہوئے ہوں (آہم پسندیدہ) چیزوں کی طرف آئیں تو غروب ہوتا سورج بہت پسند ہے۔ بچے لوگ بہت پسند ہیں فطرت کی خوب صورتی بھی بہت اچھی لگتی ہے۔ بارش میں نہانا اور کشتیاں چلانے کا جنون ہے سرخ اور سفید رنگ بہت پسند ہے۔ سادگی پسند ہوں' چوڑیاں مہندی پسند ہیں اور کھانے میں مچھلی اور بریانی پسند ہیں۔ شاعری اور ادب میں میری جان ہے۔ ناپسندیدہ چیزوں کی طرف جائیں تو جھوٹ اور منافقت سخت ناپسند ہیں اس کے علاوہ کچھ بھی ناپسند نہیں۔ خوبیوں کی طرف جائیں تو مجھے اپنے منہ میاں مٹھو بننا اچھا نہیں لگتا' لیکن کوئی بات نہیں دوست کے لئے بننے میں کوئی حرج نہیں ہے ناں۔ سات بہن بھائیوں میں آخری نمبر پر ہونے کی وجہ سے یا سب کی تربیت کا اثر ہے کہ ہر ایک کی کوئی نہ کوئی خوبی یا کمی میرے اندر موجود ہے ہر جگہ دوست بہت جلدی بنا لیتی ہوں۔ چہرہ دیکھ کر کچھ کچھ اندازہ ہو جاتا ہے کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ رشتے داروں سے بہت محبت ہے اور میرے خیال میں رشتے دنیا کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ بچپن میں جب میں پانچ سال کی تھی تو ابو وفات پا گئے تھے میری امی نے دن رات ایک کر کے ہمارے لیے محنت کی جب میرے ابو کی وفات ہوئی تو میں نرسری میں تھی اور اب اس وقت میں سیکنڈ ایئر کے پیپر دے چکی ہوں' میری امی نے ہمارے لئے جتنی محنت کی اس کا بدلہ میں ان کو کبھی نہیں دے سکتی اور اس کے بعد میرے بھائی جنہوں نے نہ کبھی دھوپ دیکھی نہ چھاؤں مگر ہمیں ہمیشہ چھاؤں میں رکھا' میرے لبوں پر جب بھی ان کا نام آتا ہے پلکیں ادب سے جھک جاتی ہیں' اچھا کچھ زیادہ سیریس ہو گئے اب خامیوں کی بات کرتے ہیں اپنی خامیوں کے لیے تو میں پورا دیوان لکھ سکتی ہوں' کتنی اچھی بچی ہوں ناں (آہم) سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اگر کوئی سو رہا ہے تو

میری موجودگی میں وہ سو نہیں سکتا، یہ نہیں کوئی بھی بندہ کوئی بھی کام میری موجودگی میں آرام سے نہیں کرسکتا۔ لاپرواہ ہوں ہر لحاظ سے چاہے وہ میری صحت کا معاملہ ہو یا کوئی اور۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ خامیاں بہت زیادہ ہیں اور اگر میں لکھنے بیٹھ جاؤں تو شام ہو جائے اور آپ لوگ بور ہو کر اٹھ جائیں گے۔ ایک اور بات میری زندگی صرف ایک لائن کے گرد گھومتی ہے "[illegible]" اصول پسند بھی ہوں زیادہ گھومنا اچھا نہیں [illegible] جاتی ہوں۔ [illegible] میں سب کو سلام کہوں [illegible] ہیں اور جو مسکرا رہے ہیں ان کو سلام خاص طور پر [illegible] دوستوں میں ایمن [illegible] فاطمہ، کرن فاطمہ، عظمیٰ، عابدہ، سونیا [illegible] اور میری پیاری بہت پیاری دوست ثمرہ کو سلام اور باقی ان کے نام یاد نہیں آرہے (سوری) ان کو بھی سلام اور اب ایک پیاری سی بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔ "ہمیشہ دوسروں کی خوشی کی وجہ [illegible] اور دوسروں کے غم کا حصہ [illegible]"

مسکان ...... گوجرانوالہ

آنچل کے تمام قارئین، رائٹرز اور اسٹاف کو میرا پرخلوص اور محبت بھرا سلام قبول ہو اور آنچل آنگن ہمیشہ خوشیوں سے بھرا رہے [illegible] کھڑے کھڑے ہی سب [illegible] کی جگہ [illegible] کیا اوہ شکریہ۔ ارے پھر آپ کیوں [illegible] ہیں آپ لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا۔ [illegible] ہوں اور لوگ مجھ ناچیز کو مسکان کے نام سے بلاتے ہیں۔ جنوری کی ٹھنڈی اور خاموش راتوں کو پررونق بنانے کے لیے گوجرانوالہ کے ایک خوب صورت گاؤں میں پیدا ہوئی۔ ہمارے گاؤں کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ جب کوئی مشکل ہو تو سب اکٹھے ہو کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ میرا اسٹار دلو ہے لیکن میں ان پر یقین نہیں رکھتی۔ ہم تین بہن بھائی ہیں۔ دو بھائی ہیں اور میں ایک ہی بہن ہوں اور سب کی لاڈلی ہوں اب تو میرے پیار کو بانٹنے کے لیے میری کزن (ایمان) بھی آگئی جو چار سال کی ہے۔ سترہ سال تک میں نے اکلوتی ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اور اس کی اتنی ہمت تو دیکھیے میرے ابو کو وہ بھی ابو بلاتی ہے تایا کہنے کا تو تکلف ہی نہیں کرتی۔ پڑھائی میں ہم تینوں بہن بھائی بہت اچھے ہیں ہمارے والدین کو کبھی ہماری طرف سے پریشانی نہیں ہوئی۔ اب بات ہو جائے خامیوں کی تو مجھ میں دو خامیاں ہیں ایک تو کسی کی بھی بات کا فوراً یقین کرلیتی ہوں چاہے سچ ہو یا جھوٹ۔ اور دوسری جذباتی اور غصیلی ہوں مجھے غصہ بہت جلدی آتا ہے۔ پہلے تو بھائیوں پر نکال لیتی تھی مگر اب روک کر نکالتی ہوں۔ خوبیوں کے بارے میں بتاتی ہوں حساس ہوں، خاموش طبع ہوں اور کوکنگ کرنے کا بہت شوق ہے اور کرتی بھی ہوں، میرے بھائی مجھ سے فرمائش کرکے کھانے پکواتے ہیں۔ سردیوں کا موسم اچھا لگتا ہے دوست تو بہت ہیں لیکن سب سے اچھی دوست میری امی ہیں وہ گھریلو خاتون ہیں۔ کھانے میں سب کچھ پسند ہے دال اور سبزیاں مسلسل کھاسکتی ہوں، لیکن گوشت زیادہ دن نہیں کھاسکتی۔ میک اپ کا بہت شوق ہے لیکن فنکشنز میں کرنے کا۔ جیولری میں ہلکے پھلکے ٹاپس اور نازک سی چین پہنتی ہوں اور کانچ کی چوڑیاں بھر بھر کے پہنتی ہوں۔ موڈ کے مطابق سونگز سنتی ہوں۔ آنچل سے تعلق تب جڑا جب میں دسویں میں تھی۔ ایک آنچل ہاتھ لگا تو اسے پڑھا اس میں سمیرا شریف طور کا ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" چل رہا تھا بس پھر کیا تھا آگے پیچھے کی ساری قسطیں پڑھ لیں اور یوں آنچل سے ایک تعلق سا بن گیا۔ جب آنچل ملتا تو جب تک سارا نہ پڑھ لوں تب تک سکون نہیں ملتا تھا چاہے ایگزیم سر پر ہوں۔ نصاب کی کتاب میں چھپا کر پڑھتی تھی اور جب مما کو پتہ چلتا تھا تو بہت ڈانٹ پڑتی تھی۔ میری موسٹ فیورٹ رائٹرز سمیرا شریف طور، نازیہ کنول نازی، اقراء صغیر احمد ہیں باقی بھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔ آنچل کے سب ہی سلسلے زبردست ہوتے ہیں۔ ایک آنچل تو میں ایک دن میں ہی پڑھ لیتی ہوں۔ آپ نے حجاب کا سلسلہ جو شروع کیا بہت ہی زبردست ہے۔ زیادہ سے زیادہ پڑھنے کو ملے گا اور آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی جب فاصلے بڑھ جائیں تو غلط فہمیاں بھی بڑھ جاتی ہیں اور پھر وہ بھی سنائی دیتا ہے جو کہا ہی نہ ہو۔ خوش رہیں اور خوش رکھیں دوسرے لوگوں کو۔ لکھنے کو بہت کچھ ہے لیکن تعارف لمبا ہوجائے گا۔ اجازت چاہتی ہوں اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ سب کو صحت کاملہ عطا فرمائے (آمین) اللہ حافظ۔

اسریٰ ...... گوجرانوالہ

السلام علیکم! دوستو! میرا نام اسریٰ ہے ویسے میری

فرینڈز مجھے "ڈاٹر گرل" بھی کہتی ہیں، مجھے اپنا نام بہت زیادہ پسند ہے، میرے نام کا مطلب ہے "بہت دور سفر کرنے والی" میں چار اگست انیس سو پچانوے کو لاہور میں اتوار کے دن پیدا ہوئی اس لیے میرا اسٹار اسد ہے، آپ کو پتہ ہے اسد king of stars ہے۔ جیسے میرا اسٹار ہے میں ویسی ہی ہوں، میں فورتھ ایئر میں پڑھتی ہوں، الحمدللہ قرآن پاک کا ترجمہ بھی پڑھا ہوا ہے اور فلاور میکنگ کورس بھی کیا ہوا ہے اس لیے اچھے اچھے فلاورز بھی بنالیتی ہوں۔ مجھے تین بار بیسٹ اسٹوڈنٹس ایوارڈ ملا ہے۔ اور میری امی کو میری وجہ سے دو دفعہ "بیسٹ مدر ایوارڈ" ملا ہے۔ مجھے پڑھے لکھے لوگ بہت انسپائر کرتے ہیں، میری پسندیدہ شخصیات بہت زیادہ ہیں۔ آر جے نوید بھی میری پسندیدہ شخصیت ہیں، آپ سوچ رہے ہوں گے آر جے نوید کون ہیں۔ آر جے نوید میرے موسٹ فیورٹ آر جے ہیں۔ اگر آپ بھی ان کو سننا چاہیں تو سن سکتے ہیں۔ ایم ایم ایک سوچ پہ ہفتہ اتوار آٹھ سے دس بجے رات شو کرتے ہیں۔ میں ان کی گریٹ فین ہوں، میں جب بھی ان کے شو میں میسج کرتی ہوں تو اپنی پسند کا سونگ پلے کرواتی ہوں۔ پہلے پلے کردیتے تھے لیکن اب نہیں کرتے بس یہ کہہ دیتے ہیں۔ آئی ول ٹرائی۔ آر جے نوید اپنے شو کے لاسٹ میں یہ بات بولتے ہیں جو مجھے بہت پسند ہے کہ "زندگی بہت خوب صورت ہے لیکن صرف احساس کی ضرورت ہے۔ زندگی میں احساس پیدا کیجیے یقیناً آپ کو زندگی بہت خوب صورت نظر آئے گی۔" کتنی اچھی بات ہے ناں!!!

تڑپ اے دل
تڑپنے سے دل کو قرار آتا ہے
میری ہر تڑپ کے ساتھ
میرے محبوب کا نام آتا ہے
انا پرست تو ہم بھی غضب کے ہیں لیکن
تیرے غرور کا احترام کرتے ہیں

میرے پسندیدہ اشعار ہیں مجھے سردی اور خزاں کا موسم پسند ہے۔ پیر کامل صلی اللہ علیہ وسلم "عمیرہ احمد" اور جان "شاہینہ چندا مہتاب" میرے فیوٹ ناولز ہیں انگلش زبان میں مجھے او کے اور تھینکس کے لفظ بہت اچھے لگتے ہیں کیونکہ میری ٹیچرز نے

عرب میں ہمیشہ کے لیے رہنا چاہتی ہوں۔ آنچل سے میرا تعلق چھ سال پرانا ہے۔ میں سادگی کو پسند کرتی ہوں ویسے مجھے بیوٹی بھی بہت اٹریکٹ کرتی ہے مجھے قدرتی مناظر بہت اچھے لگتے ہیں۔ جیولری میں مجھے بریسلیٹ بہت پسند ہے اور بلیک کلر مجھے بہت پسند ہے۔ خامی مجھ میں یہ ہے کہ میں اعتبار بہت جلد کرلیتی ہوں، ویسے میں دنیا میں کسی بندے پر اعتبار نہیں کرتی، لیکن پھر بھی لڑکیوں پر کرلیتی ہوں، جس کی وجہ سے مجھے نقصان بھی اٹھانا پڑا ہے۔ میری کزنوں (ایس اور این) کے پوائنٹ آف ویو کے مطابق مجھ میں غصہ بہت زیادہ ہے۔ میں غصے میں کچھ بھی نہیں دیکھتی اور خوبی یہ ہے کہ میں ہر ایک کے ساتھ مخلص ہوں، لیکن جب دوسرا بندہ مخلص نہ ہو تو پھر بہت غصہ آتا ہے اور سب کا احترام کرتی ہوں اور احترام کروانا پسند کرتی ہوں ارے!! اپنی فرینڈز کا تو میں نے ذکر کیا ہی نہیں ہاں، نوید، خضریٰ، ثناء ماریہ، فائزہ، انیسہ، آمنہ، عائشہ، عمارہ میری بہت اچھی فرینڈز ہیں، میں اپنے تعارف کے ذریعے آر جے نوید کو Birthday وش کرنا چاہتی ہوں، 15 ستمبر کو ان کی برتھ ڈے ہے۔ آر جے نوید آپ جہاں رہیں خوش رہیں، میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ جسے چاہیں وہ آپ کی جاگیر ہوجائے
ہر خوشی آپ کے مقدر میں تحریر ہوجائے
مانگنی نہ پڑیں آپ کو خوشیاں
ہر خوشی آپ کے ہاتھوں کی لکیر ہوجائے

او کے فرینڈ اللہ حافظ! اگر کوئی بات بری لگی ہو تو اس کے لیے معذرت اور مجھے اپنی رائے سے ضرور نوازیے گا کہ آپ کو میرا تعارف کیسا لگا۔ او کے اللہ حافظ۔

ایک دل تھا تمہارا ہوا

ام ایمان قاضی

اب سے تیرے نام کردی زندگی اچھی لگی
میرا تم اچھا لگا تیری خوشی اچھی لگی
میرا پیکر، میری خوشبو، تیرا لہجہ، تیری بات
دل کو میری گفتگو کی سادگی اچھی لگی

"مسلو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" ڈھائی ماہ کی وہ نئی نویلی دلہن بہت جھجک کر اس سے مخاطب تھی۔

"ہاں کہو۔" وہ جاتے ہوئے رکا۔

"رات میں نے نادانستگی میں آپ کی اور امی کی کچھ گفتگو سن لی تھی۔" اس کے آنسو گالوں پر پھسل آئے...... وہ یکدم بت بن گیا تھا۔ "آپ نے اس وقت مجھ سے شادی جس بھی مقصد کے لیے کی تھی مگر اب خدارا مجھ سے اپنا نام اور رشتہ مت چھینیے گا۔ میں اس برزخ میں واپس کہیں جانا چاہتی...... وہ ایک پاگل شخص ہے اسے اپنے پاگل پن کی تسکین کے لیے ایک کمزور وجود چاہیے، جو کسی کمزور لمحے کی زد میں آ کر وہ کھو چکا ہے تو اسے دوبارہ پانے کو مچل اٹھا ہے...... میں آپ کو سب کچھ تفصیل سے بتادوں گی...... مگر ایک درخواست ہے کہ مجھے کبھی بھی اس رذیل شخص کے حوالے مت کیجیے گا۔" وہ ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے التجا کررہی تھی۔ وہ کچھ لمحے اسے روتے ہوئے دیکھتا رہا پھر ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

"تم پر وقت سے پہلے بات کھل ہی گئی ہے تو سنو...... ایسا ہونا شروع سے ہی طے تھا اور ہمارے بیچ میں چونکہ وعدہ کرچکا ہوں تو اس سے ہٹنا ناممکن ہے میرے لیے...... تم بھی خود کو اس رشتے کے توڑنے اور پرانا رشتہ دوبارہ استوار کرنے کے لیے تیار کرلو...... وہ بہت بدل چکا ہے...... تمہیں کسی شکایت کا موقع نہیں دے گا۔" وہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ اس کی بات سن کہاں رہی تھی اس کے حواس تو اس بات کو سن کر ہی ساتھ چھوڑ گئے تھے کہ اسے اس دوزخ میں دوبارہ جانا ہوگا...... اور اس کی زندگی میں اب جو شخص آیا تھا وہ ایک ڈیل کے تحت آیا تھا جس کا دورانیہ جلد ہی ختم ہونے والا تھا...... زرد چہرہ لیے وہ اسے روک بھی نہ سکی تھی کہ بولنے کے لیے کچھ بچا ہی کہاں تھا۔

◆ ✿ ✿ ◆

اماں زہراں کو راستے میں دیکھ کر اس نے تانگا وہیں رکوایا...... رمضان کی آمد آمد تھی اور وہ ابھی تک اپنا عید کا سوٹ نہ لے سکی تھی اور ایسا زندگی میں پہلی بار ہوا تھا ورنہ تو شعبان میں ہی اس کا عید کا سوٹ تیار ہوچکا ہوتا۔

"جلدی بھی کرو فجر اب تمہیں کپڑے پسند کرنے میں گھنٹہ لگ جائے تو ہم گھنٹہ بھر دھوپ میں سڑتے رہیں...... یا ایسا کرو ماسی زہراں کو بھی اپنے گھر ہی لے جاؤ تانگہ پر بٹھا کے وہیں آرام سے جا کے پسند کرلینا۔"

"نہ بھئی نہ...... اب تو میں پورا پنڈ پھر کے آگئی ہوں...... واپس جانے کی ہمت نہیں ہے ویسے بھی اس کی تائی نے تین چار سوٹ اٹھالیے تھے۔" تانگے پر بیٹھی سلمٰی کے تنگ کے کہنے پر اماں زہراں نے انکار کردیا۔

"بیٹھی رہو چپکی ہو کے تھوڑی دیر...... نہیں مرتی اتنی دیر میں تم نہ برف کی بنی ہوئی ہو کہ ذرا سی گرمی سے گھل کے مرجاؤ گی...... اکیلی چلی گئی ناں میں گھر پھر میرے اس چنگیز خان کزن نے تو چھری اٹھا کے وڈ (مار) دینا ہے مجھے...... بس یہ سوٹ مجھے اچھا لگا ہے...... تائی سے اس پر اچھی سی کڑھائی کرواؤں گی...... ڈیزائن میں نے پسند کر رکھا ہے ماسی زہراں کل جب چکر لگاؤ تائی سے اس سوٹ کے بھی پیسے لیتی جانا۔" لپک جھپک کر اس نے ہلکے گلابی رنگ کا لان کا سوٹ اٹھایا اور تانگے پر آن بیٹھی۔ چاچا بشیر (تانگے والا) سمیت باقی نفوس جو تانگے پر سوار تھے نے سکون کا سانس لیا۔

◆ ✿ ✿ ◆

گھر آنے پر جو منظر دیکھنے کو ملا اس نے اس کے چھکے چھڑا دیے۔ میر داد نہ جانے کیوں اور کیسے آج گھر پر تھا۔ عموماً اس وقت وہ کینٹین میں ہوتا تھا اور ویسے بھی تین بجے سے پہلے نہیں آتا تھا...... شہباز کو گدی سے پکڑ کر وہ بہت زور سے مار رہا تھا جبکہ تائی ہاجرہ اور گاؤں کی تین چار خواتین جوامی کی تیمارداری کی غرض سے وہاں تشریف فرما تھیں خاصے مزے سے یہ منظر ملاحظہ کررہی تھیں، کم از کم اسے تو یہی لگا تھا۔ اس نے دادی کی تلاش میں نظریں دوڑائیں، وہ سکھ چین کے درخت تلے اپنے مخصوص تخت پر منہ پر ہاتھ والا پنکھا رکھے خراٹے لیتی نظر آئیں...... شہباز

کے واویلے پر وہ مزید برداشت نہ کر سکی سوٹ والا شاپر اور بیگ دادی کے تخت پر رکھتی تیزی سے اس کی جانب بڑھی۔

"چھوڑو اسے ظالم انسان! جان لے کے چھوڑو گے کیا....." جاتے ہوئے شہباز کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کیا۔

"تم کچھ جانتی نہیں ہو بے وقوف لڑکی! اس لیے پیچھے ہٹ جاؤ۔ مرتا ہے تو مر جائے اور ایسی حرکتیں کرنے والے مر جائیں یا ہدایت پا جائیں' بس یہی دو راستے ہونے چاہئیں ان کے لیے...... درمیانہ راستہ ماں باپ اور خاندان کے لیے رسوائی اور اپنے لیے جہنم کا راستہ ہوتا ہے۔"

"کیوں ایسا کیا جرم کر دیا اس معصوم نے؟"

"فجر..... وہ بڑا ہے گھر کا اگر کچھ کہہ رہا ہے تو بچے کے بھلے کے لیے کہہ رہا ہو گا۔" کچھ دور تندور سے آخری روٹی اتارتی تائی نے اسے پکارا۔ پتہ تھا کہ میر داد غصے میں بہت بدلحاظ ہو جاتا ہے اور فجر کو بھی سب ہی جانتے تھے کہ کتنی جذباتی اور کس حد تک بے وقوف تھی۔

"ہونہہ گھر کا بڑا ہے تو چاہے کسی کو جان سے مار دے..... یہ سوچ کر کچھ نہ کہو کہ گھر کا بڑا ہے..... جاؤ شہباز ہاتھ منہ دھو لو..... میں کھانا لاتی ہوں اپنے ویرے کے لیے۔" بڑبڑاتے ہوئے اس نے خود سے لگے شہباز کو پچکارا جو اس سے لگا سسکیاں لے رہا تھا۔ اس جان بخشی پر تیزی سے اندر کو لپکا۔

"آئندہ میں نے تجھے ان آوارہ لڑکوں کے ارد گرد بھی دیکھا تو پھر ٹانگیں توڑ کر رکھ دوں گا۔" فجر پر ایک تیز گھوری ڈالتا وہ شہباز سے مخاطب ہوا۔ جو اب دوبارہ ڈرتے ڈرتے مڑ کر اس کے پاس آیا اور نظریں جھکا کر اس سے معافی مانگی کہ آئندہ وہ کوئی ایسی غلطی نہیں کرے گا۔

فجر ہونہہ کرتی تائی کی طرف بڑھ گئی اور روٹیوں بھری چنگیر اٹھا کر اندر کو بڑھ گئی۔



"ایسی نماز کا کیا فائدہ بی بی کہ بند آنکھوں سے دو ٹکریں ماریں اور پھر سے منحوس نیند کو تیار..... آج تیری تائی ماں کو نہلانے کا پروگرام بنائے بیٹھی ہے، چل شاباش اس نحستی کو بھگا کے بالٹیاں بھر کر دے اسے۔ ہاجرہ اور وہ اسے اندر سے لینے گئی ہیں' تو ایسا کر اس کی چارپائی کے گرد یہ ساری چارپائیاں کھڑی کر دے تاکہ پردے کا مسئلہ نہ ہو۔" وہ جو تکیہ اٹھا کر مندی مندی آنکھوں سے اندر جا کر بھرپور نیند لینے کا پروگرام بنائے بیٹھی تھی' بدمزہ ہو گئی۔

"نہلانا ہی ہے ناں اماں کو دادی تو دن کو نہلا لیں گے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی گویا نیند سے محروم ہونے کا ابھی بھی کوئی پروگرام نہیں تھا..... اسی پل میر داد اماں کو احتیاط سے کندھے پر اٹھا کر لایا اور صحن میں بچھی چارپائی پر آرام سے لٹا دیا' گزشتہ تین سال سے وہ فالج جیسے موذی مرض کا شکار ہو کر بستر پر تھیں اور خود سے کسی بھی قسم کی حرکت سے قاصر تھیں۔

"جاؤ بی بی جاؤ..... جا کر تم اپنی نیندیں پوری کرو..... وہ اور اولادیں ہوتی ہیں ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکھ چین کا ذریعہ..... ارے انسان اولاد مانگتا ہی کس لیے ہے' انہی دکھ سکھ کے دنوں کے لیے پر ہر کسی کے نصیب میں کہاں یہ سکھ لکھا ہوتا ہے۔"

"ایک تو دادی اموشنل بلیک میلنگ کے لیے نہ وقت دیکھتی ہیں نہ موقع' کب میں نے کسی کام کے لیے منع کیا ہے..... بس ایک بری عادت ہے کہ نماز کے بعد نہ سوؤں تو سر درد کرنے لگتا ہے..... بتائیں اب کیا کرنا ہے؟"

تکیہ چارپائی پر پھینک کر وہ وہیں دادی کے پاس دھپ سے بیٹھ گئی' کہاں کی نیند اور کیسی نیند۔

"تم لوگوں کے بھلے کو ہی کہتی ہوں میری بچی! ماں باپ کے گھر کے لاڈ بعد میں سسرال میں لڑکی کا عیب گنے جاتے ہیں ورنہ ہم دشمن نہیں ہیں تمہارے۔" دادی سے اس کا روٹھا انداز بھی برداشت نہ ہوا تھا جبھی پچکارنے لگیں۔

"چاچی کو جلدی سے تیار کر دیں اماں' جلدی نکلیں گے تو جلدی پہنچیں گے شہر۔"

"کیوں کہاں جا رہے ہو اماں کو لے کر؟" آنکھیں

اب چارپائیاں مکمل تھیں۔

"ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لیا تھا آج کا۔" مختصر جواب دے کر وہ باہر نکل گیا۔

"باہر کے لوگ جتنے بھی ہمدرد کیوں نہ ہوں پھر بھی تماشا دیکھتے ہیں..... اپنے پھر اپنے ہوتے ہیں..... پچھلی بار تیری تائی کے ساتھ شریفاں نے مل کر تیری ماں کو نہلایا دھلایا تھا اور پھر گاؤں میں جا کر سو سو باتیں بھی بنائیں..... اللہ دکھ دیتا ہے پر دنیا اس آزمائش کو مریض کا عیب بنا دیتی ہے..... اس لیے سویرے سویرے ہی اس کام سے فارغ ہو جاؤ تو بہتر ہے۔" وہ دکھی ہو کر کہہ رہی تھیں۔

فجر کو جیسے ہی بات سمجھ میں آئی وہ سر ہلاتے تائی کی مدد کو اٹھ گئی جو اماں کی چارپائی کے گرد باقی کی چارپائیاں کھڑی کر رہی تھی جبکہ ہاجرہ ہینڈ پمپ سے بالٹیاں بھر رہی تھی..... دادی آنکھیں بند کر کے دوبارہ سے تسبیح پڑھنے میں مصروف ہو چکی تھیں۔



میر داد کی اماں کے ساتھ واپسی سہ پہر تین بجے کے بعد ہوئی تھی..... بڑے سے برآمدے میں روم کولر کی ہوا گرمی کی شدت کو کچھ کم کر رہی تھی..... اس نے اماں کے نحیف وجود کو ان کے مخصوص بستر پر لٹایا اور خود ہاجرہ کو بلا کر دوائیاں سمجھانے لگا جو اس بار ڈاکٹر نے تبدیل کر کے دی تھیں..... اماں کی وجہ سے اٹھانے والی مشقت تھی یا آج کے دن کوئی چپقلش میر داد سے نہیں ہوئی تھی کہ وہ فٹافٹ اس کے لیے گھر میں بنا فالسے کا شربت لے آئی تھی۔

"پھر کیا کہتا ہے ڈاکٹر کوئی بہتری کی امید ہے؟ اور کسی عورت کو ہی ساتھ لے جاتا ہاجرہ یا فجر کو..... اکیلے تو ایسے مریض کے ساتھ بہت پریشان ہوتا ہے بندہ۔" دادی کے لہجے میں اس کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

"انہوں نے الٹا پریشان کرنا تھا مجھے دادی' پتہ تو ہے الٹی مت کی ہوتی ہیں عورتیں اور ڈاکٹر بس تسلی دیتا ہے اور دعا کرنے کو کہتا ہے۔" وہ پسینہ صاف کرتے ہوئے بولا۔

"کینٹین پر سامان تو دے آئے تھے ناں شہباز اور خرم.....؟"

"ہاں ہاں پتر دے آئے تھے اور اسکول سے واپسی پر حساب کتاب کر کے پیسے بھی لیتے آئے تھے۔ کل کے لیے میڈم نے ایک کی بجائے دو دیگوں کا آرڈر دیا ہے..... خیر سے رمضان شروع ہونے کو ہے' سائرہ کے گھر عیدی بھی بھیجنی ہے اور....." دادی اب حسب معمول پوتے سے گھر کا ہر چھوٹا بڑا مسئلہ بیان کر رہی تھیں جن کو وہ بغور سنتے ہوئے حسب توقع مشورے بھی دے رہا تھا۔

"فجر' چچی کی کروٹ بدلوا دو..... گرمی شروع ہو گئی ہے اس موسم میں ڈاکٹر کی طرف سے ایسے مریضوں کے لیے خاص تاکید ہوتی ہے کہ ایک ہی کروٹ پر یا بالکل سیدھے نہ لیٹے رہیں..... جسم پر زخم بننے اور پھر بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے..... اور معدہ بھی گڑبڑ کر رہا ہے چاچی کا تو ٹھوس غذا کم سے کم دیں انہیں..... ساگودانہ' کسٹرڈ وغیرہ دے دیا کریں۔" ہاجرہ اور فجر نے مل کر اماں کی کروٹ بدلوائی' دادی اب میر داد کو کالج سے آنے والے وہ روپے پکڑا رہی تھیں جو آج کینٹین میں چاول' چھولے کی سیل کے بعد ملے تھے..... میر داد نے انہیں گنا..... جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ اور روپے نکالے اور دادی کو پکڑا دیئے۔

"یہ کچھ پیسے رکھیں دادی..... رمضان کی تیاری بھی کر لیں اور بچیوں کی عیدی وغیرہ کی بھی۔"

"میر داد! اس بار عید پر ہمیں شہر لے جا کر شاپنگ کرا دینا۔" اس کی جوش سے کہی گئی بات پر دادی نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"تجھے کچھ عقل ہے یا نہیں لڑکی! دیکھتی بھی ہے کہ دانتوں سے پکڑ پکڑ کر پیسے خرچ کرنے کے بعد بھی ہزاروں خرچ منہ کھولے ہماری طرف آنکھیں گاڑے کھڑے ہیں۔ یہاں اسے شاپنگ کی پڑی ہے..... پتہ نہیں کون سے خزانے گڑے دیکھ لیے تم نے۔"

"میں کون سا کوئی لمبی چوڑی شاپنگ کا کہہ رہی ہوں..... بس مہندی' چوڑیاں اور میچنگ کی ایک دو چیزوں کا ہی تو کہا ہے۔" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے...... لے جاؤں گا...... اب جا کے کھانا لگالو...... میں ذرا زمینوں کا چکر لگا لوں...... زمین تیار ہے...... بس ایک دو دن میں بوائی شروع کرتے ہیں۔"

"ہائے میرے اللہ! ابھی تو گندم کی کٹائی والے ہاتھوں کے چھالے ختم نہیں ہوئے اب کپاس کی بوائی کا کام آ گیا...... اتنی گرمی میں۔" جاتے ہوئے بھی وہ دادی کو بھڑ کا گئی تھی۔

"یا میرے اللہ! یہ کون سی آزمائش اتاری ہے تو نے اس لڑکی کی صورت ہمارے گھر میں...... ہر کام پر اعتراض...... ہر شے میں میخ...... یہ نہیں دیکھتی کہ اپنے ہاتھ کے کام میں مزہ و برکت ہے اور مزدوری کے چار پیسے بچ جاتے ہیں۔ اس مہارانی کی تھوڑی سی زمین کی کٹائی بوائی سے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے ارے اس کی ماں ایکڑوں زمین کا کام اکیلے سنبھال لیا کرتی تھی...... میں بھی اب اس نمانی کی نگرانی اور خیال کی وجہ سے گھر پر بیٹھی رہتی ہوں...... ورنہ اب بھی بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم ہے کہ دو بندوں کا کام تو اکیلے نپٹا لوں۔" دادی اونچی آواز میں اسے سناتی اب ہانپنے لگیں۔

"اچھا اچھا آپ زیادہ غصہ نہ ہوں...... لاڈلی ہے سب گھر والوں کی تو سن لیا کریں اس کی باتیں...... بس دل کی بھڑاس نکالتی ہے اپنی باتوں سے ورنہ شریک تو ہر کام میں ہوتی ہے...... ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کریں۔"

"سائرہ بھی تو پتر...... ہاجرہ بھی اللہ میاں کی گائے...... ایک یہی انوکھی اور نرالی پیدا ہوئی ہے اسی کے بھلے کو کہتی ہوں جو بھی کہتی ہوں دشمن تھوڑی ہوں اس کی اگلے گن دیکھتے ہیں پتر...... زبان کی تیزی کو پسند نہیں کرتے۔"

"او چھوڑیں دادی اس نے کون سا کہیں اور جانا ہے اس کے اگلے پچھلے سب آپ ہی ہیں۔" وہ خوش دلی سے ہنس کر بولا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو جیسا تو سوچ رہا ہے۔"

"چلیں کھانا لگ گیا ہے۔" پھولے ہوئے منہ کے ساتھ اس نے آ کر اطلاع دی جبکہ تائی اماں کے لیے ساگو دانہ لے آئی تھیں اور چمچ چمچ اماں کے منہ میں دے رہی تھیں جو کم ہی اندر جا رہا تھا...... زیادہ تو کناروں سے بہہ رہا تھا جسے وہ رومال سے صاف کر رہی تھیں۔

کالج اور اسکولوں میں چھٹیاں ہو چکی تھیں...... سو چھولے چاول کی دیگ لے کر میر داد منہ اندھیرے ہی قصبے کے چوک پر چلا جاتا...... لوگوں کو اس کے ہاتھ کی لذت اور صفائی پسند تھی اس لیے تو صبح سویرے ہی وہ خالی دیگ کے ہمراہ واپس آ جاتا تھا اور ناشتا کرنے کے بعد زمینوں پر چلا جاتا۔

"فجر باقی سب تو گئے فصل کی بوائی کے لیے...... تجھے میں نے اس لیے سونے دیا کہ تم اور میں مل کر رمضان کی تیاری کر لیں گی آج۔" نماز کے بعد جیسے ہی وہ تکیہ اٹھا کر اندر کھسکنے لگی باوجود نیند کے خمار کے اسے پتہ چل چکا تھا کہ گھر کے سب افراد بشمول شہباز اور خرم کے بوائی کے لیے جا رہے ہیں...... وہ دبے پاؤں چوروں کی طرح اندر کی طرف بڑھی مبادا اسے کوئی ساتھ چلنے کو نہ کہہ دے...... مگر کسی نے توجہ نہ دی اور وہ جا کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر سو گئی تھی...... دادی نے آ کر آٹھ بجے دروازہ چوپٹ کھول کر سورج کی کرنوں کو اندر آنے کا راستہ دیا، پتہ تھا کہ وہ اندھیرے میں سونے کی عادی ہے، سورج کی ایک کرن بھی اس کی نیند میں خلل ڈال دیا کرتی تھی، تائی اماں کے لیے کسٹرڈ پکا کر سوئی تھیں، دادی انہیں کھلا بھی چکی تھیں جب وہ جاگی گاؤں کے بچے سپارہ پڑھنے آ چکے تھے...... شریفاں (ہمسائی) اماں کو کروٹ کے بل لٹائے ان کے بال سلجھانے میں مصروف تھی جو یقیناً دادی نے کہا ہوگا۔

دادی کے قریب رکھی ٹوکریوں میں کچی امبیاں (آم) سرخ و جامنی فالسے اور دھلا ہوا پالک بتا رہا تھا کہ دادی میں واقعی آج بھی دو بندوں کے برابر ہمت موجود تھی۔ فجر کا دل دھک سے رہ گیا۔

"اف اس سے اچھا تھا میں فصل بونے زمینوں پر ہی چلی جاتی...... آج تو عصر سے پہلے فراغ نہیں ہونے دیں گی دادی مجھے...... رمضان کے لیے اچار چٹنیاں، مربے سب کچھ گھر پر ہی بناتی تھیں دادی...... اسے بھی اگر جانے پر مجبور نہیں کیا گیا تھا تو یقیناً یہی وجہ تھی...... پھر واقعی وہ عصر تک انہی کاموں میں دادی کے ساتھ مصروف رہی......

میر داد کو فالسوں کا شربت پسند تھا تو شہباز اور خرم بیری کا شربت افطاری میں پسند کرتے تھے۔ وہ دونوں شربت آگ پر ہی دادی نے اس سے تیار کروائے تھے اور دو قسم کے مربے اور اچار خود بنائے تھے...... دوپہر کی روٹیاں تندور جلا کر فجر کو پکانی پڑی تھیں...... لسی تائی صبح خود تیار کر گئی تھی...... دوپہر کا کھانا زمینوں پر بھیجنے کے لیے دادی نے تندور میں ہی کچھ آلو انگاروں پر بھوننے کے لیے ڈال دیے تھے اور پھر فجر نے مصالحہ تیار کر کے بھنے آلو اس میں چھیل کر ڈالے اور سالن تیار کر کے کھانا زمینوں پر بھجوا کر خود دادی کے ساتھ کھانا کھایا تھا...... سپارہ پڑھنے والی بڑی بچیوں کی مدد سے وہ اماں کی ہر گھنٹے بعد کروٹ بدلوا رہی تھی۔ اماں کے متاثرہ حصوں کی ورزش بھی گاؤں کی عورتیں جو دادی کے پاس کسی گھریلو ٹوٹکہ پوچھنے کی غرض سے یا محض وقت گزاری کے لیے آ جاتیں، عرصہ سے خود ہی کر جایا کرتی تھیں...... عصر کی نماز ادا کر کے وہ جو لیٹی تو عشا کے وقت ہی ہاجرہ نے اسے جھنجوڑ کر جگایا۔

"کیا ہوا...... کیا آفت آ گئی؟" بے زاری سے کہتی وہ بحالی لیتی اٹھ بیٹھی۔

"آفت ہی بھولی بی...... اللہ کا غضب ایک دن میں ہاتھ پیر کیا ہلانے پڑ گئے محترمہ ایسے گھوڑے گدھے بیچ کے سوئی کہ کئی آوازیں دیں اٹھ جاؤ مغرب کا وقت نکلا جا رہا ہے مگر کہاں جی...... عادت جو نہیں ہے کام کی...... غلطی سے بھی کبھار کام کرنے والوں کا پھر یہی حال ہوتا ہے۔"

"کبھی تعریف نہ کیجیے گا...... ہمیشہ بری بھلی ہی سناتی ہیں آپ...... میں کون سا جان بوجھ کر سوئی رہ گئی...... جس غلطی میں اپنا کوئی عمل دخل نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہیں۔" برا سا منہ بناتے اس نے چارپائی کے نیچے سے چپل نکال کر پاؤں میں اڑستے کہا۔

"استغفر اللہ...... استغفر اللہ اپنے مطلب کے لیے اس لڑکی نے گناہ کا مطلب ہی تبدیل کر دیا...... وہ بچی نہیں ہے، سارا دن زمینوں پر انگلیاں فگار کر کے آئی ہے...... اب پھر گھر کے کام دھندے میں لگ گئی ہے...... تم جیسے لوگوں سے تو امید ہی فضول ہے بی بی۔"

"کچھ کھانے کو ہی دے دو ہاجرہ۔ بہت بھوک لگی ہے۔" دادی کی باتوں کو ان سنی کرتے اس نے کھلے احاطے میں بنے چھوٹے سے کچن میں دودھ ابالتی ہاجرہ سے کہا۔

"روٹیاں تو رکھی ہیں ہاٹ پاٹ میں دوپہر والی، ہم سب نے تو دودھ کے ساتھ ہی کھالی روٹی...... اس کے علاوہ اچار ہوگا گھر میں۔"

"یا مربہ ہوگا یا اپنے کھیتوں کی پالک ہوگی...... کدو کا مربہ ہوگا...... آلو ٹماٹر بھنڈی ہوں گے...... سوچ کے بتاؤ ذرا گوشت کی شکل دیکھے کتنے دن ہو گئے...... اب بتاؤ بھلا گھر میں دندناتی یہ سات آٹھ ہٹی کٹی مرغیاں کس کام کی ہیں۔"

"شکر ادا کرتے ہیں فجر ان بے شمار نعمتوں پر جو ہمیں میسر ہیں۔"

"دادی والے لیکچرز اور ڈائیلاگز کے لیے بس وہی کافی ہیں...... میں اور کسی سے یہ باتیں سننے کے موڈ میں نہیں ہوں...... آگ تو جلائی ہوئی ہے، مجھے نمک مرچ اور دیسی گھی والا پراٹھا پکا دو......"

"اچھا ٹھیک ہے تو یہ دودھ ٹھنڈا کرنے کے لیے رکھ...... میں تیرا پراٹھا بنانے لگی ہوں۔"

اگلے دن سائرہ آ گئی تھی اپنے دو بچوں کے ہمراہ...... ہاجرہ اور فجر کی تو عید ہو گئی تھی۔ فجر تو فوراً ہی عید کے لیے رکھا گیا اپنا سوٹ نکال کر لے آئی۔

"سچ سائرہ مجھے تمہارا شدت سے انتظار تھا...... تائی








بہت مصروف ہیں ورنہ ان سے اس پر کام کروالیتی مگر دادی نے گلا دبا دینا تھا میرا...... اب یہ دیکھو ڈیزائن...... اسے اس طرح سے بنانا ہے...... میں نے پیپر ورک کرکے رکھا ہے سارا...... اب جتنے دن یہاں ہو...... یہ مکمل کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور تمہاری شرارتی اولاد کو سنبھالا میری ذمہ داری ہے۔"

"انہیں نہ بھی سنبھالو تب بھی بنالوں گی کیونکہ تمہارا سنبھالنا پتہ ہے مجھے الٹا ان کے ساتھ مل کر تم بھی بچہ بن جاتی ہو۔" سائرہ اس کے ساتھ ہی پلی بڑھی تھی اس کی ساری عادتوں سے واقف تھی۔

"اچھا سنو ہاجرہ تمہیں سجاول کیسا لگتا ہے......؟"

سائرہ نے رازداری سے ہاجرہ سے پوچھا جس کا چہرہ اس کی بات سمجھ کر شرم سے سرخ پڑ گیا تھا۔ مگر اس کے جواب دینے سے پہلے فجر کے کان کھڑے ہوگئے۔

"کیا مطلب کیسا لگتا ہے؟ بہت برا لگتا ہے اور کہیں تم اپنے اس بے وقوف دیور کا رشتہ تو نہیں لے کے آگئیں...... اگر ایسا ہے تو ہماری طرف سے انکار ہے بھرپائے ایک ہی بیٹی دے کر تمہارے گھر...... شکل، عقل نہ بھی ہو کھاتا پیتا تو ہو بندہ...... سجاول کے پاس کیا ہے ایک چھوٹی سی پرچون کی دکان جو اللہ جانے چلتی بھی ہے کہ نہیں۔" اس نے نہ سائرہ کا غصے میں سرخ پڑتا چہرہ دیکھا نہ ہاجرہ کا سجاول کی ایسی تعریف سن کر پھیکا پڑتا چہرہ، جب بولنے پہ آئی تو بولتی ہی چلی گئی۔

"بے وقوف سجاول ہے نہ ہم، صرف تم ہو بے وقوف، میں تو صرف یہی کہہ سکتی ہوں...... اسی عمر میں لڑکی اپنے گھربار کی ہوجائے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات ہی اور کوئی نہیں اور خاوند شریف اور دو وقت کی روٹی کھلانے والا ہو...... یہ اس سے بڑا اطمینان ہوتا ہے لڑکی اور اس کے والدین کے لیے...... جب تمہاری باری آئے گی تم تب ہی اپنی رائے دینا...... فی الحال چپ کرکے بیٹھو اور مجھے ہاجرہ سے بات کرنے دو۔" سائرہ نے قدرے ڈپٹ کر کہا۔

"بتاؤ ہاجرہ کیسا ہے سجاول...... اگر تمہیں پسند ہے تو میں بھائی سے بات کروں پھر؟"

"یہ تو پاگل ہے سائرہ اس کی بات پر دھیان مت دو...... اچھا ہے سجاول...... بھائی کے سر پر صرف ہماری ہی تو ذمہ داریاں نہیں ہیں، خرم اور شہباز کی پڑھائی اور تربیت، چاچی کی بیماری، گھربار کا بوجھ...... سب اسی اکیلے نے دیکھنا ہے...... کم از کم ایک اور بوجھ کم ہوگا اس کے کندھوں پر سے۔" ہاجرہ کم گو ضرور تھی مگر معاملہ فہم اور سنجیدہ لڑکی تھی، اسے اپنے گھر کے حالات کا اچھی طرح احساس تھا۔ سائرہ طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"میں متفق ہوں ہاجرہ کی ہر بات سے سائرہ مگر ہم اچھے رشتے کا بھی تو انتظار کرسکتے ہیں۔" وہ ایک بار پھر میدان میں آئی۔

"غریب گھر کی قبول صورت میٹرک پاس لڑکی کے لیے سجاول جیسا رشتہ بھی غنیمت ہے بلکہ نعمت......"

"اچھا بھئی جب وہ خود ہی کنویں میں گرنے کو تیار بیٹھی ہے تو ایک میں کیا کرسکتی ہوں۔ مگر اللہ کے لیے میرے لیے کوئی ایسا رشتہ لے کر مت تشریف لے آنا...... ایسے ویسوں سے میں کنواری ہی بھلی۔"

"ایسا ویسا کیوں، ہماری فجر کے لیے تو ہم کوئی شہزادوں جیسا ڈھونڈیں گے، اس کے ناز نخرے اور لاڈ پورے کرنے والا۔" سائرہ کچھ سوچ کر معنی خیزی سے بولی...... ہاجرہ کے ساتھ ساتھ فجر بھی مسکرادی تھی۔

❀ ❀

"آئے ہائے خالہ جی، دنیا بدل گئی، زمانہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا نہ بدلا تو نور پور، نہ ہی ہماری خالہ جی کے حالات بدلے ویسا ہی ہے سب کچھ جیسا آج سے کئی سال پہلے تھا۔"

"آہو ثریا نور پور میں آج بھی محبت، مروت، خلوص اور احساس زندہ ہے، جو ہماری روایات بھی ہیں، رواج بھی اور میراث بھی، ہمیں ایسی ترقی نہیں چاہیے جو ماں باپ اور اولاد کے درمیان ادب اور حیا اٹھا دے، جہاں ہمسائے کو

ہمسائے کی خبر نہ ہو' جہاں قریب کے رشتہ داروں کے درمیان بھی اتنا تعلق رہ جائے کہ عید بقر عید پر فون کھڑکا کر مبارک باد دی اور رشتہ نبھا لیا...... اپنے آپ کو ہی دیکھ لو...... تمہاری اپنی سگی بہن پر کیسا کیسا نہیں وقت گزرا' جوان خاوند زندگی سے منہ موڑ کے چلا گیا...... فالج کے موذی مرض نے کئی برسوں سے لاچار بنا چھوڑا ہے...... تم کب آئیں اس کے کسی غم میں شریک ہونے...... ہم تو پھر دور کے رشتہ دار ہوتے ہیں تمہارے......" دادی کے جواب نے ثریا کو بغلیں جھانکنے پر مجبور کر دیا' ثریا فجر کی سگی خالہ تھی جس نے اپنے ماں باپ کی مرضی کے خلاف نکاح کیا تھا اور ان کے تعلق توڑ دینے پر جو مڑ کر گئی تو برسوں خبر نہ لی تھی...... طویل عرصہ بعد آئی بھی تو آدھی تیتر آدھی بٹیر کی مثال۔

"اسے کسی اچھے ڈاکٹر کو نہیں دکھایا آپ لوگوں نے...... اب تو سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ کوئی بھی مرض لاعلاج نہیں رہا۔" اس نے لاش کی مانند ساکت پڑی بہن کو دیکھ کر کسی قدر نخوت سے کہا جسے اس کی موجودگی میں ہی ایک بار تائی تو ایک بار ہاجرہ آ کر کروٹ بدلوا رہی تھیں۔

"تم سے تو زیادہ ہی سگے ہیں بی بی اس کے...... جو بن پڑتا ہے کرتے ہیں' خالی خولی باتیں نہیں بناتے۔" دادی نے پنکھے کی ہوا خود کو دیتے ہوئے کہا۔

"آپ میری خالہ ہیں' مجھے تو آج تک پتہ ہی نہیں تھا کہ اماں کا کوئی اور رشتہ دار بھی ہے دنیا میں' کسی نے بتایا ہی نہیں آج تک...... کہاں تھیں اب تک؟ کبھی آئیں کیوں نہیں......؟" فجر جوش میں آ کر ثریا سے لپٹی۔

"تم سعیدہ کی بیٹی ہو...... بہت پیاری ہو...... بس بیٹا حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ دوبارہ یہاں آنا ہی نہ ہو سکا...... روزگار کے چکروں نے تمہارے خالو کو کبھی اس شہر تو کبھی اس شہر ایسے بھٹکائے رکھا کہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ پر اب آئی ہوں تو آتی رہوں گی...... تم بھی آنا میرے گھر۔"

فجر کے ایسے پُرجوش استقبال پر ثریا نہال ہی ہو گئیں ورنہ دادی نے تو اچھی خاصی سنا دی تھیں انہیں...... ہاجرہ اور تائی کے پُرتکلف کھانا تیار کرنے تک فجر ان کے ساتھ بہت بے تکلف ہو کر ان کے گھر آنے کا وعدہ کر چکی تھی۔ دادی کو ان خالہ بھانجی کی بے تکلفی ایک آنکھ نہ بھا رہی تھی...... ثریا جیسی خود غرض عورت جس نے ماں باپ کی عزت کا پاس نہ رکھا تھا اور گھر والوں سے چھپ کر شادی کر لی تھی' دادی اس پر لعنت بھیج کر اس سے چھوٹی کو بیاہ لائی تھیں کیونکہ پہلے وہی ان کے بیٹے کی ٹھیکرے کی منگ تھی۔

"اچھا خالہ وہ اماں کے گھر کی چابی کس کے پاس ہو گی...... اب آئی ہوں تو دل چاہ رہا ہے اس آنگن کو پھر سے دیکھنے کا جہاں میں پلی بڑھی...... جہاں بچپن اور جوانی گزری۔"

"جہاں سے بھاگ کر اس خصم کے ساتھ گئی تو ماں باپ زندہ درگور بھی وہیں ہو گئے۔" دادی کے بے ساختہ جواب نے ثریا کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"دیکھتی جاؤ بی بی! اپنے اماں باوا کا گھر...... مگر کسی خوش فہمی میں مت رہنا وہ گھر تمہارے ماں باپ سعیدہ کو دے کے گئے تھے اور اپنے حصے کی ساری زمین بھی جب تم جیسی احسان فراموش لڑکی نے ان کی عزت مٹی میں ملا دی...... سر نیچا کر دیا سارے زمانے کے سامنے...... وہ بھلا پروا کیوں کرتے تمہاری...... میرو کی اماں میرے ٹرنک میں سے سعیدہ کے گھر کی چابیاں لا کر دے دو اسے۔" دادی نے کچھ دور کھڑی تائی کو مخاطب کر کے کہا جو سر ہلاتے ہوئے اندر کی طرف مڑ گئی تھیں۔ دادی ہنکارا بھر کے تسبیح کی طرف متوجہ ہو گئیں جبکہ ثریا کے تو سینے پر سانپ ہی لوٹ گئے...... شروع سے ہی خود پسند ثریا جو اچھی شکل و صورت کی زعم میں رہی تھی نے کبھی بھی چھوٹی بہن کو در خور اعتنا نہ جانا تھا' اس کا خیال تھا کہ وہ چونکہ خوب صورت تھی تو دنیا کی ہر اچھی اور بہترین نعمت پر اس کا حق تھا اور اس کی بہن چونکہ کم رو تھی سوائے کوئی حق نہیں تھا کسی بھی اچھی چیز پر حق

رکھا تو اپنی طرف مواخذہ کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ آج کئی سال بعد اس نے گاؤں کا رخ کیا تو ذہن میں یہی تھا نواز ابھی تک اس کے ہجر میں عمر گزار رہا ہو گا' اماں ابا اسے پہلے سے گلے لگانے کو تیار بیٹھے ہوں گے...... پہلے مرحلے پر اسے دھچکا تب لگا جب پتہ چلا کہ نواز نے اس کی بہن سے شادی کر لی تھی...... اب اس کی صورت سعیدہ کو بھی اس کے گھر والوں نے اپنی اوقات سے بڑھ کر ناز و نعم میں رکھا ہوا تھا اور ماں باپ کی جائیداد کی وارث بھی وہی تھی...... اس نئے انکشاف کے بعد مرے والدین سے معافی نہ مانگ سکنے اور آخری دیدار نہ کر سکنے کا دکھ بھی کہیں منہ چھپا کر سو گیا تھا گھر دکھانے کے لیے اسے فجر ہی لے آئی تھی...... جب ثریا واپس شہر گئی تو بہت کچھ ٹھان چکی تھی۔

❖ ❖ ❖

"ایسی زندگی نہیں گزرتی...... تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ یہ طرز زندگی یہ عیش دائمی نہیں ہیں...... مجھے اپنی زندگی میں تمہاری اولاد دیکھنی ہے' تمہاری نسل کو آگے بڑھتے دیکھنا ہے اور ایسی عورت لانی ہے اس گھر میں جو بڑھاپے میں میرا سہارا بن سکے...... میری خدمت کر سکے۔" وہ ایک بار پھر گھیر گھار کر اسے اسی موضوع پر لے آئی تھیں جو پچھلے دو سال سے ان کے درمیان زیر بحث تھا۔

"کم آن مما' بھلا اور کوئی ساس بھی ہو گی ایسی دنیا میں آپ کے سوا...... جس کو ہر چھ ماہ' سال بعد ایک نئی بہو ملتی ہے...... کسی کی شکل اچھی نہ ہو یا عقل کی پوری ہو' کوئی بدمزاج ہو تو کوئی اکڑ والی...... آپ کو کم از کم یہ تو تسلی ہوتی ہو گی کہ پاس پکھڑن کے لیے ہے اس کے بعد نئی آ جائے گی ارے مما...... دنیا کو تو جیسی بھی بہو ملے عمر بھر جھیلنی پڑتی ہے۔" اس نے بھی ہمیشہ کی طرح بات کو گھمانے کی کوشش کی۔ اس کی ماں نے اب کی بار سخت ناراضی سے اس کی جانب نگاہ کی۔

"اور تمہاری اولاد......؟ وہ دیکھنے کی خواہش میں مر جاؤں گی مجھے لگتا ہے۔"

"ارے مائی ڈیئر مام مریں آپ کے دشمن...... چلیں آپ ہی بتائیں آپ نے کیا سوچا ہے اس بارے میں' بالفرض میں آپ کی خواہش پر کوئی لڑکی لے بھی آتا ہوں اپنی زندگی میں...... تو کیا وہ یہ سب خوش دلی سے برداشت کر پائے گی......؟ مجھے تو کوئی بھی لڑکی نہیں لگتی کہ اتنے ظرف والی ہو سکتی ہے دنیا میں۔"

"میں بھی سب کچھ سوچ کر ہی یہ بات کر رہی ہوں...... تم فکر مت کرو اور مجھ پر چھوڑ دو سب کچھ۔" وہ اس کے مان جانے پر خوش ہو کر بولیں...... ان کے بیٹے نے کندھے اچکائے...... گویا تجویز آپ کی تو ذمہ داری بھی آپ ہی لیں۔

❖ ❖ ❖

رمضان المبارک کا بابرکت چاند نظر آتے ہی ایک خوشی کی لہر ہر سو دوڑ گئی تھی۔ ایک کے بعد ایک مسجد میں اعلان کیا جا رہا تھا۔ دادی نے حسب معمول ارجنٹ میٹنگ بلائی اور سب کو رمضان کے حوالے سے کام تقسیم کیے گئے تھے۔ اپنی باری پر حسب معمول فجر بدک گئی تھی۔

"آپ کو تو پتہ ہے مجھے کتنی نیند آتی ہے اور ٹائم پر اٹھ کر میں سحری کر لوں' وہ بھی بڑی بات ہے' کہاں آپ میرے ذمہ سحری میں لسی تیار کرنے اور پراٹھے پکانے کا کام لگا رہی ہیں...... پھر تو رکھ لیے سب نے روزے۔"

"چھوڑیں اماں' میں کر لوں گی سب کچھ سحری میں...... اٹھ گئی فجر اور ہو گئے سارے کام۔" تائی بے زاری سے بولیں۔

"چلو سحری میں نہ سہی' افطاری میں تندور پر روٹیاں لگا لے گی فجر اور پکوڑے بھی بنائے گی۔" دادی کا اطمینان ہنوز برقرار تھا' فجر کو بولنے کے لیے پر تولتے دیکھ کر وہ پھر کہہ اٹھیں۔

"بس بی بی جو کام تمہارے ذمہ ہیں وہ تم نے ہی کرنے ہیں' اب کوئی بہانہ نہ سنوں میں' ہاجرہ کی شادی طے کر دی ہے میں نے عید کے بعد...... آج تک وہی سنبھالتی آئی ہے تقریباً سارے کام...... اس رمضان میں زیادہ سے زیادہ شربت تیار کر لیا کرے گی وہ اور تم میر داد

رمضان میں ہی اپنی ماں اور بچیوں کو ایک چکر شہر کا لگوا لانا جس دن ذرا موسم ٹھیک ہوگا...... اپنی جو چیزیں اور کپڑے لینے ہوں گے وہ بھی لے لیں گی سب باقی میں تمہاری ماں کے ساتھ مل کر لسٹ بنوالوں گی وہ بھی سامان ایک ہی دن لے کر سارا کام نپٹا دینا۔''

''ٹھیک ہے دادی۔'' وہ تابعداری سے سر ہلا کر بولا...... فجر جو رمضان میں اتنے کاموں کا بوجھ محسوس کر کے ابھی سے ہی تھکن محسوس کر رہی تھی شہر جا کر شاپنگ کرنے کا سن کر کھل اٹھی تھی۔

''میں تو پورے تین سوٹ شادی کے لیے لوں گی دادی اور ایک عید کا ملا کر چار...... ساتھ میں سب کی میچنگ چوڑیاں، جیولری اور جوتے۔''

''ہاں ہاں بی بی دلہن کی خریداری کہاں اتنی ضروری ہے جتنی تمہاری ہے۔ تم پہلے کر لینا دلہن کی خیر ہے۔'' ان کے طنزیہ انداز میں کہنے پر وہ منہ بنا کر بڑبڑا کر رہ گئی۔

''اچھا اچھا ٹھیک ہے لے لینا...... شادی کا موقع ہے دادی...... کر لیں یہ بھی اپنے شوق پورے...... سائرہ کو بھی بتا دیجیے گا تا کہ وہ بھی تیار رہے۔''

''قسم سے میرو تمہیں پتہ چل جائے ناں کہ تم ایسی اچھی باتیں کرتے ہوئے کتنے اچھے لگتے ہو تو ساری زندگی ایسے ہی رہو غصے کو اپنے پاس پھٹکنے ہی نہ دو۔'' میرو مسکرایا، اس کے انداز پر دادی ہونہہ کہہ کر رہ گئیں جیسے وہ کبھی نہیں سدھرے گی، فجر تو ساری روداد ہاجرہ کو سنانے اندر بھاگ گئی تھی۔



''یہ ثریا خالہ کا کیا چکر ہے دادی......؟ آپ نے تو مجھے کچھ نہیں بتایا...... اماں بتا رہی تھیں کہ اس بار انہوں نے چکر لگایا تو اپنے حصے کی زمین اور گھر میں سے حصہ کا مطالبہ کر کے گئی ہیں۔''

''دفع دور کر بدذات عورت اور اس کے مطالبے کو...... ایک تیری اکیلی جان سو جھمیلے نمٹانے ہوتے ہیں تجھے، اس لیے نہیں بتایا کہ ہم نے کوئی اہمیت ہی نہیں دی اس کی بات کو تو کیسے اس بات کا ذکر کر کے تجھے پریشانی میں ڈالتی میرے بچے...... میری بہن اور بہنوئی اپنی زندگی میں ہی اس نامراد کو اپنی جائیداد سے عاق کر گئے تھے...... اب کون سا حق جتانے آ گئی ہے وہ کم بخت......''

''انہیں غائبانہ کوس کر آپ اپنا روزہ خراب مت کریں اور میری بات سنیں غور سے...... میں کم پڑھا لکھا ضرور ہوں لیکن کچھ چیزوں کے بارے میں تھوڑا بہت علم رکھتا ہوں...... اگر تو دادی صغراں اور دادا حنیف زبانی کلامی یہ دعوے کرتے رہے ہیں تو صرف ان کے کہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا، ان کے مرنے کے بعد خود بخود ان کی جائیداد ان کی اولاد میں برابر تقسیم ہوگی، وہ نہیں چاہتے تھے یا آپ نہیں چاہتیں سے کچھ بھی نہیں ہوگا کیونکہ یہ شرعی معاملات جذبات سے نہیں اصول وضوابط کے تحت طے کرنے کا حکم ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین کر دیے ہیں...... ہاں انہوں نے کوئی کاغذی کارروائی کر رکھی تھی مطلب کسی قسم کی لکھت پڑھت ان کو عاق کر کے سب کچھ چاچی کے نام کیا ہے تو پھر خالہ ثریا دنیا کی جس عدالت میں بھی چلی جائیں، اسے چیلنج نہیں کر سکتیں...... اب آپ یہ مجھے بتائیں کہ کوئی کاغذات وغیرہ ہیں اس حوالے سے تو مجھے بتائیں...... میں دیکھ کر بتاؤں آپ کو......'' وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا...... دادی بھی سوچ میں پڑ گئی تھیں کہ اس نے ایک منطقی بات کی تھی۔

''تیری چاچی کے پاس تھے تو سہی کاغذات...... فجر او فجر...... ادھر آ ذرا۔'' مگر فجر کو ہوش کہاں تھا وہ صبح کی نماز کے بعد ایک سپارہ پڑھ کے سوئی تھی...... ابھی تک محو خواب ہی تھی...... گرمی کی شدت کے پیش نظر دادی نے بھی اپنا تخت سکھ چین کے پیڑ کے نیچے سے ہٹوا کر برآمدے میں رکھوا لیا تھا...... میرداد نے کھلے سے برآمدے میں چقیں ڈلوا کے کولر بھی سیٹ کر دیا تھا...... یوں کولر کی ٹھنڈی ہوا اس وقت بہت مزہ دیتی جب چقیں گرا کر دادی اور چاچی وہیں تھوڑی دیر میں دوپہر کو آرام کر لیتی تھیں...... چاچی کی چارپائی بھی وہیں دھر دی گئی تھی...... فجر کو چونکہ روشنی

سوتے ہوئے ناپسند تھی سو وہ اپنے اور ہاجرہ کے مشترکہ کمرے میں ہی سوتی...... جبکہ ہاجرہ کو سونا پسند نہیں تھا نہ پہلے کبھی سو وہ فریز سوئی اور دھاگہ لے کر کڑھائی کرتی رہتی...... اب بھی فجر کی طرف سے مایوس ہو کر دادی نے ہاجرہ سے کہا تھا کہ چاچی کے ٹرنک کی جا کر تلاشی لے اور وہاں سے کاغذات نکال کر لے آئے...... تھوڑی دیر میں ہاجرہ اس سے کاغذات لا کر دادی کو پکڑائے جو انہوں نے میرداد کو دے دیے تھے۔ ان میں کچھ تو اس کے چچا کے زمینوں کے حوالے سے تھے...... پھر ایک لفافے میں اسے مطلوبہ کاغذات مل ہی گئے تھے۔



''اچھا خالہ جو گزر گیا سو گزر گیا...... میرے ماں باپ تھے وہ...... میرے دل میں ان کے لیے کوئی شکوہ نہیں...... انہوں نے کون سا ان کا خیال کیا تھا جو وہ میرا کچھ سوچتے یا کرتے...... آج تو میرا مقصد آپ سے اپنے بیٹے کو ملوانا تھا اور آپ کی دعائیں لینی تھیں...... اتنی عمر باہر کے مسائل میں وقت گزارنے کے بعد پتہ چلا کہ بزرگ کتنی بڑی چھپر چھایا ہوتے ہیں انسان کے لیے...... ان کا وجود کتنی رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہوتا ہے...... اپنے ماں باپ نے ساری زندگی میری غلطی کی سزا دینے کے لیے منہ موڑے رکھا، اس کے دادا دادی کو زندگی نے اتنی مہلت ہی نہ دی آپ ہی ساری رنجشیں اور ناراضی بھلا کر میرے بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیں اور دعا دے دیں۔'' اب تو ثریا کے روز روز کے گاؤں کے چکر لگنے لگے تھے، مگر پچھلے چکر میں جب دادی نے باقاعدہ کاغذات دکھائے تو جو اس کے اماں ابا کے ہاتھ کے دستخط اور انگوٹھے لگے ہوئے تھے انہیں دیکھ کر ان کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی تھی کہ واقعی گھر اور زمین سعیدہ کے نام کر کے باقاعدہ پکا کام کیا گیا تھا اور اس چکر کے بعد دادی مطمئن تھیں کہ اب ثریا کے مطلب کا یہاں کچھ نہیں رہا تو اب وہ شاید ہی یہاں آئے مگر وہ چوتھے دن اپنے بیٹے کو لے کر دوبارہ آن دھمکی تھیں...... ان کی اپنی زبان و شخصیت کے برعکس ان کا بیٹا انتہائی خوبرو اور کم گو تھا۔

''کب سے ہے ان کی یہ حالت اور ڈاکٹر کیا کہتے ہیں......؟'' سعیدہ کو لاچار حالت میں دیکھ کر وہ افسوس سے بولا تھا۔

''بس بیٹا دو سال ہو گئے اس حالت کو...... کلیجہ منہ کو آتا ہے اسے ایسے دیکھ کر...... ورنہ تو میری بہو کے جیسا کوئی سلیقہ مند، سگھڑ اور سمجھدار تھا ہی نہیں پورے گاؤں میں، سارے گھر کو سنبھال رکھا تھا، میں اور بڑی حقیقت میں ہی پلنگ پر بیٹھی رہتی تھیں...... بس ڈاکٹر کیا کہیں گے اللہ کی مرضی کے آگے...... اب تو یہی دعا ہے کہ اے اللہ تو نے جو آزمائش اتاری ہے ہم پر اسے مختصر کر دے اور اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرما۔'' دادی رقت سے بولیں...... وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

''اے ثریا روزہ رکھنے میں تو تو شروع سے ہی چور تھی...... کنوار پن میں بھی برداشت نہیں کیا روزہ رکھنا تو اب بڑھاپے میں کیا خاک رکھتی ہوگی روزہ...... بیٹے کو بھی روزہ نہیں ہے تو بتا دو...... بچیاں کچھ روٹی پانی کا بندوبست کر لیں۔'' دادی جن کا موڈ ثریا کو دیکھ کر ناخوش گوار ہو چلا تھا، ان کے بیٹے کی شخصیت اور باتوں نے وہ اثر ذرا زائل کرنے میں مدد دی تھی۔

''ہاں خالہ ہم شہری لوگوں کو کہاں عادت ہوتی ہے روزے رکھنے کی...... کام کاج اور یہ دھندے ہی کہاں اتنی فرصت دیتے ہیں...... یہ تو فارغ بندے ہی رکھ سکتے ہیں۔'' ثریا کی بودی اور ناکام دلیل پر دادی زیرلب استغفار پڑھ کر رہ گئیں۔

پھر ہاجرہ اور فجر نے جھٹ پٹ ایک مرغی پکڑ کر شہباز سے ذبح کروائی اور مل جل کر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں کھانا تیار کروایا...... اس سے پہلے انہوں نے فالسے کے شربت سے بھی ان کی تواضع کی تھی۔

''یہ آج سورج کہاں سے نکلا ہے...... ورنہ تو فجر بی بی کی تیسرا روزہ ہے، ایک ہی روٹین ہے کہ سحری کے بعد نماز پڑھ کر سونا تو ظہر کی خبر لینا...... تنور کے اندر ہاتھ کر کے

ہاجرہ نے مہارت سے چاروں روٹیاں ایک ایک کر کے چنگیر میں ڈالیں جبکہ فجر وہیں بیٹھی تیزی سے سلاد کاٹنے میں مصروف تھی۔

"سمجھا کرو ناں ڈیئر...... یہ سارا کمال اس شہری بابو کا ہے‘ جس کی شاندار پرسنالٹی اور خوبصورت شکل وصورت نے گرمی کا سارا احساس کہیں ہوا کر دیا ہے۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ میں ایک عدد خوب صورت اور ہینڈسم کزن کی بھی مالک ہوں...... ورنہ تو جب سے پیدا ہوئے ہیں لے دے کے کزن کے نام پر میرو جیسے اکھڑ بندے کو دیکھا...... اب یہ احساس مجھے کتنی فرحت دے رہا ہے‘ اف تم کیا جانو...... اتنی قریبی رشتہ داری اور میرا کزن...... واہ...... کاش کالج ہی کھلے ہوتے تو میں نے کتنی شو مارنی تھی ناں اپنی دوستوں میں...... عجیب عجیب سی شکلوں والے کالے پیلے کزنز کی تصویریں دکھا دکھا کر اتراتی رہتی ہیں۔"

"ہونہہ جتنے تمہارے یہ شہری کزن شہزان آجائیں ناں...... میرے ویر کا مقابلہ ہی کوئی نہیں ہے...... اوپر کی ٹپ ٹاپ اور ملمع کاری تو ہر انسان کر سکتا ہے پر میرے ویرے جیسا دل اور احساس دنیا میں کوئی کوئی انسان ہی رکھتا ہے۔" ہاجرہ نے ماتھے پر سے پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ تم سدا بے وقوف ہی رہنا ہاجرہ...... دلوں کے اندر کون جھانکتا ہے...... سب سے پہلے تو انسان کا ظاہر ہی متاثر کرتا ہے دوسرے کو...... دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں‘ دل میں راحت اتر جائے۔" آنکھیں موند کر ایک جذب سے کہا۔

"استغفر اللہ نامحرم کے لیے ایسے فضول کلمات...... توبہ کرو...... کیوں روزہ خراب کر رہی ہو اپنا بھی اور میرا بھی...... چلو کھانا لگا دیں بس پک گئی روٹیاں۔" ہاجرہ نے روٹیوں کی چنگیر اٹھائی اور چل دی‘ فجر بھی پیچھے ہی چل دی تھی...... اسے آج کسی کی بات بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی خالہ کا بیٹا ہی حواسوں پر سوار تھا۔



"اللہ کا خوف ہی نہیں رہا ثریا کو...... ہم نے تو خدا ترسی میں اچھا بول‘ سن لیا کہ اللہ کو صلہ رحمی پسند ہے مگر لوگ کہاں سمجھتے ہیں‘ ہاتھ دو سہارے کو تو بازو کھینچ لیتے ہیں‘ ہزار بار باتوں باتوں میں سنا دیا ثریا کو کہ اللہ نے بچیاں دی ہیں‘ حیا بھی دی ہے انہیں‘ سو گھر کی گھر میں ہی نپٹ گئی ہیں‘ سارہ ہاجرہ اپنے ماموں کے گھر کی رونق بڑھانے کو تو اپنی فجر کے لیے بھی گھر کا رشتہ موجود ہے وہ تو میرو ہی اڑ گیا کہ جب تک ہاجرہ کو اپنے گھر بار کا نہیں کر دیتا تب تک اس کی شادی کا نام نہ لو...... ورنہ میں تو کب کا یہ قصہ بھی نپٹائے بیٹھی ہوتی۔"

"اماں بتائیں تو سہی...... کیا کہہ دیا ایسا ثریا نے اور آپ بھی ثریا کی عادت سے واقف ہیں پھر بھی ہر بات کو دل سے لگا لیتی ہیں۔" تائی کو بھی صحیح بات کا اندازہ نہیں تھا اس لیے وہ سعیدہ کے سر پر تیل کی مالش کرتے ہوئے لاپرواہی سے بولیں۔

"ارے اس نامراد کی جرأت کیسے ہوئی میری بچی کا نام لینے کی‘ سارے گاؤں کو پتہ ہے فجر میرے میرو کی منگ ہے...... آج ہی شگن کی مٹھائی منگوا کر تقسیم کرتی ہوں...... تا کہ جن لوگوں کو نہیں پتہ انہیں بھی پتہ چل جائے۔"

"اوہو اماں‘ یہ بھی کوئی غصہ والی بات ہے‘ جس گھر میں بیری ہو وہاں پتھر تو آتے ہیں‘ بیٹی والوں کی ہاں سے ہی آگے کے مرحلے طے ہوتے ہیں‘ ایسے کوئی صرف خواہش کرنے سے تو کسی کی بیٹی کا مالک نہیں بن جاتا ناں۔" انہوں نے دوائی چمچ میں ڈال کر سعیدہ کے منہ کو دوسرے ہاتھ کی مدد سے کھولا اور منہ کے اندر ڈال دی۔

"پھر بھی میرو کی ماں‘ آج میرو آئے تو اسے میرے پاس بھیجنا فوراً۔" دادی کے حتمی انداز پر تائی نے سر ہلایا۔



"یہ میری زندگی ہے‘ کوئی مذاق نہیں ہے کہ جو کوئی جیسا کہے گا میں اس کے پیچھے چل پڑوں گی...... میری ماں معذور ہو گئی ہے میں تو عقل رکھتی ہوں ناں‘ کوئی مجھ سے بھی تو پوچھے میں کیا چاہتی ہوں...... بس تم کسی طرح دادی تک میرا پیغام پہنچاؤ کہ مجھے میرو سے شادی نہیں کرنی...... خالہ کے بیٹے کا رشتہ قبول کر لیں بس۔" دادی کی بات سن کر خوشی سے بے حال ہوتا میرداد جو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فجر کے تاثرات جاننے آرہا تھا اس کی خود سے یقین اور مسرت پر ہی ٹھٹک کر رک گیا۔

"تم کیسی باتیں کر رہی ہو فجر؟" ہاجرہ کی حیرت میں ڈوبی آواز سن کر وہ اور ٹھٹکا گے ہوا۔

"ہاں تو اس میں اتنا حیران ہونے والی کون سی بات ہے...... میرا اسٹینڈرڈ اتنا لو نہیں ہے کہ میں کسی پرچون والے یا چاول چھولے والے سے بیاہ رچا کر بیٹھ جاؤں۔" اس کی اس بات نے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی تھی...... دروازے کا ایک بند کواڑ دھکیلتا وہ اندر داخل ہوا‘ ہاجرہ نے ایک سراسیمہ سی نظر سپاٹ چہرہ لیے کھڑی فجر پر اور دوسری عزیز از جان بھائی پر ڈالی جس نے بھلے زبان سے کبھی کسی سے کچھ نہ کہا مگر اس کے دل میں چھپی فجر کی محبت اور اس کی ہمراہی میں زندگی گزارنے کی خواہش سے سب گھر والے واقف تھے۔

"ٹھیک ہے فجر‘ تم جیسا چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا...... واقعی ہمیں تمہاری مرضی پوچھنی چاہیے تھی۔"

"واہ میرو‘ یہ ہوئی ناں بات...... میں کب سے اس بے وقوف کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں‘ اب انسان کی زندگی میں بہت سے لوگ اچھے آتے ہیں‘ آپ کا خیال کرنے والے لیکن آپ سب کے ساتھ شادی تو نہیں کر سکتے ناں...... مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تمہارا میرا گزارا ممکن ہی نہیں ہے‘ دادی زبردستی کر بھی دیں تب بھی‘ تم کبھی خوش نہیں ہو‘ لیکن میں جانتی ہوں تم اپنی لائف پارٹنر کے طور پر میرے جیسی لڑکی کو پسند نہیں کرتے...... اور میرا تو تمہیں پتہ ہے ہی کہ......"

"میری پسند ناپسند کی بات چھوڑو...... تم اپنی بات کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"بس میرو دادی کو تم کہو کہ میں فجر کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا اور کسی طرح انہیں خالہ والی بات بھی ماننے پر مجبور کر دو...... مجھے پتہ ہے دادی دنیا میں صرف تمہاری بات مانتی ہیں...... نہیں تو میں لاکھ انکار کروں گی انہوں نے مجھے تمہاری دلہن بنا کے دم لینا ہے‘ جو کہ میں ہر گز نہیں چاہتی۔" وہ اپنی بے ساختگی میں اس کی سماعتوں کے ساتھ ساتھ اس کے دل پر ظلم ڈھا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے فجر‘ جیسا تم چاہتی ہو ویسا ہی ہوگا...... مجھے کچھ دن دو دادی کو منانے کے لیے اور ہاجرہ تم......" وہ ہاجرہ کی طرف مڑا۔

"میں امید کرتا ہوں کہ ہم تینوں کے درمیان اس وقت جو بھی بات ہوئی ہے وہ کسی کو بھی پتہ نہیں چلے گی۔" سنجیدگی سے کہتا وہ چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہاجرہ نے بمشکل سر ہلایا جبکہ فجر کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

"شکریہ میرو‘ بہت بہت شکریہ...... تم بہت اچھے ہو‘ میں ہمیشہ تمہیں سخت دل اور اکھڑ سمجھتی تھی...... تم تو بہت اچھے‘ سب کا احساس کرنے والے ہو......" وہ واقعی دل سے کہہ رہی تھی۔ میرو کی آنکھوں میں ایک پل کو نمی سی چمکی‘ وہ سر ہلا کر باہر نکل گیا۔

"ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی‘ تم بہت غلطی کر رہی ہو فجر...... میرے سونے جیسے بھائی کا ہیرے جیسا دل ٹھکرا کر۔"

"بس بھی کرو ہاجرہ‘ مجھے خوشی کے اس احساس تلے کچھ دیر خوش ہونے دو...... جب میرو کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو بس پھر ٹھیک ہے ناں...... میں کون سا اچھے رشتے کی تلاش میں دنیا کی خاک چھاننے نکل رہی تھی‘ مگر اب قسمت نے میرا آئیڈیل میرے سامنے لا کھڑا کیا ہے تو اس میں بھی میرے اللہ کی حکمت ہے‘ میں اس موقع سے کیوں نہ فائدہ اٹھاؤں......"

"پتہ ہے ہاجرہ‘ جب سے یہ بات ہوئی ہے‘ مجھے نہ کام کرنا برا لگ رہا ہے اور نہ ہی گرمی کے روزے کا احساس ہو رہا ہے...... ہائے اللہ کتنا شوق تھا مجھے کہ میں شہر میں رہوں‘ وہیں جا کر بسوں میرا شریک سفر ایک پڑھا لکھا

خوبرو شخص ہو...... بس کسی طرح دادی مان جائیں اور مجھے یقین ہے میرو انہیں منالے گا۔" خوشی میں اسے کسی کے جذبات مجروح ہونے کی پروا تھی نہ ہی دل ٹوٹنے کی کوئی آواز سنائی دی تھی۔

"یہ تو کیا کہہ رہا ہے میرو...... تیرا دماغ تو ٹھیک ہے کہ نہیں......؟" دادی کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں دادی میں نے بہت سوچا اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فجر کے اور میرے مزاج میں بہت فرق ہے یہ شادی ہو بھی جائے تب بھی ہم خوش نہ رہ سکیں تو فائدہ ایسے رشتے جوڑنے کا جو بعد میں نہ خوشیاں دے سکیں نہ سکون......" پاؤں کے انگوٹھے کی ٹو سے زمین کو کریدتا وہ نیچے زمین کو دیکھ کر بات کررہا تھا۔

"جھلا نہ ہو تو...... لڑکیوں میں بڑی لچک ہوتی ہے ناں پیو کے گھر سب ہی ایسے لاڈ دکھاتی ہیں...... میری جب شادی ہوئی پتہ ہے میری عمر کتنی تھی صرف بارہ سال...... گڑیا اور اس کا جہیز بھی میرے جہیز کے ساتھ ہی تھا...... آتے کے ساتھ گھر میں جھولا ڈلوایا میں نے...... کام کاج کی الف ب نہیں آتی تھی...... آتے آتے سب آ ہی گیا ناں......"

"وہ پرانے زمانے کی باتیں ہیں دادی...... میں بھی ایسا نہیں چاہتا...... اور مجھے لگتا ہے فجر بھی نہیں چاہتی ہوگی...... آپ جو اس کے خالہ زاد کا رشتہ ہے اس پر غور کریں۔" حتمی انداز میں کہتا وہ کھڑا ہوگیا۔

"ہائے ہائے میرو کیا ہوگیا ہے بیٹا؟ بچپن کا رشتہ ایسے کیسے ختم ہوسکتا ہے...... آج سے پہلے تو تو خوش تھا ناں...... اب کیا ہوگیا ہے ایسا میرا چاند مجھے بتا...... اس فجر کا تو مسئلہ نہیں ہے کوئی اسے تو میں خود ٹھیک کردوں گی وہ تو پل میں تولہ پل میں ماشہ ہے...... اس کی فکر نہ کر۔" دادی بے تابی سے بولیں۔

"میرا ابھی دور دور تک شادی کا ارادہ نہیں ہے دادی...... بہت ذمہ داریاں ہیں میرے سر پر...... شہباز اور خرم کو پڑھا لکھا کر کچھ بنانا ہے ہاجرہ کو اپنے گھر کا کرنا ہے چودھری سے اپنی زمین چھڑوانی ہے...... بس اچھا رشتہ ہے تو ہاتھ سے مت گنوائیں اگر مناسب ہوگا تو ہاجرہ کے ساتھ میں فجر کو بھی رخصت کردوں گا...... خالہ ثریا کو بلوا کر بات کریں آپ، میں پتہ کرواتا ہوں اس لڑکے کا شہر سے۔"

"ہائے میں کیا کروں......؟ یہ کیا ہوگیا میرے اللہ! کس کی نظر لگ گئی میرے بچوں کو...... ثریا کم بخت کہاں سے آ گئی تو......؟" دادی اس کے جانے کے بعد نافہم انداز میں خود سے بول رہی تھیں۔

❖......❁......❁......❖

اور واقعی فجر کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑا تھا...... اس کی طرف سے یہ جنگ میرداد نے لڑی تھی اور آخر کار دادی سے منوا کر دم لیا تھا...... ثریا تو خوشی سے پھولے نہیں سمائی تھی کہ جس طرح اس کے رشتہ ڈالتے ہی دادی نے اسے بے نقط سنائی تھیں، اس سے اسے لگتا نہیں تھا کہ دادی کے ہوتے ہوئے اس کی دال گلنے والی تھی...... مگر محض پانچ دن بعد ہی میرداد نے بڑی عزت سے بلایا تھا کال کرکے اور دادی نے بجھے دل سے رشتہ کے لیے حامی بھرنے کا مژدہ سنایا اور عید کے بعد شادی کا بھی عندیہ دے کر انہیں حیرت زدہ کردیا تھا۔

"شکریہ میرو...... بہت شکریہ...... میں دعا کروں گی کہ تمہیں بھی وہ لڑکی بن مانگے مل جائے جس کو تم دل سے چاہو۔" جس دن ثریا اسے انگوٹھی پہنا کے پانچ ہزار اس کے ہاتھ پر شگن کے رکھ کے گئی تھی ان کے جانے کے بعد وہ بھاگی بھاگی میرو کے پاس آئی تھی...... وہ کیا کہتا، پھیکا سا مسکرا دیا تھا۔

"جس کو میں نے پسند کیا، اگر اس نے ایک چاول چھولے بیچنے والے کو انکار کردیا پھر......؟" کچھ لمحوں بعد اس نے سر اٹھا کر عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ارے واہ ایسے ہی انکار کرے گی، بس تم سب سے پہلے مجھے بتا دینا اپنی پسند، پھر میں جانوں اور میرا کام...... اسے تمہاری دلہن کے روپ میں لاکر کھڑا کردوں گی تمہارے ساتھ...... آخر تم بھی تو میرے کام آئے ہو۔" وہ بڑے خلوص سے بولی...... میرداد کیا کہتا قدرت کی اس ستم ظریفی اور بے وقوف لڑکی کی سادگی پر مسکرا کر رہ گیا تھا۔

❖......❁......❁......❖

"میرا بھائی منہ سے نہیں کہتا لیکن میں جانتی ہوں فجر کہ تم اس کے دل میں بستی ہو...... تجھے اپنی خالہ کے لہجے میں ایسا خلوص نظر آ گیا فجر، جس کو جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے یہاں قدم رکھے، جب کہ ماضی میں اس نے اپنے خونی رشتوں کے ساتھ کیا کیا، یہ تم بھی جانتی ہو...... اور میرا بھائی جس نے شعور سنبھالتے ہی صرف تجھے ہی اس نظر سے دیکھا اور سوچا...... اس کی چاہت کبھی نظر نہیں آئی تجھے۔" سائرہ کو جیسے ہی پتہ چلا، دوڑی چلی آئی اور [illegible] آڑے ہاتھوں لیا اسے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے سائرہ، خوامخواہ میں جو بات کسی کے دل میں ہے ہی نہیں اسے زبردستی کسی کے دل میں مت ڈالو...... یہ صرف دادی کی خواہش تھی کہ گھر کا رشتہ ہے، گھر میں ہی ہو...... ویسا ہی خیال جیسا گاؤں کے نوے فیصد گھروں میں گھر کے بڑے اپنے بچوں کے لیے سوچتے ہیں...... اور ہر بار دادی کے اس خیال کے اظہار میں میرو اگر جی کہہ کر سر جھکا لیتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس کے دل میں میرے لیے کچھ خاص ہے...... بس اس لیے کہ وہ ہے ہی دادی کا فرماں بردار۔"

"ایسا ہی ہے بے وقوف، تم جیسے لوگ ہوتے ہیں جو الفاظ کو اہمیت دیتے ہیں، بجائے جذبات کے...... اس کے ایک ایک عمل سے تمہارے لیے محبت ٹپکتی ہے...... گھر کے کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوئے...... ہم دونوں کو نظر انداز کیا اس نے...... تمہاری کسی خواہش کو رد نہ کیا...... اپنا پیٹ کاٹ کر تمہارے منہ سے نکلی ہر فرمائش پوری کی...... میں دیکھتی تھی جب جب تمہاری پسند کا سالن نہیں ہوتا تھا، وہ چکھتا کچھ بازار سے فوراً لا کر دیتا تھا تمہیں، وہ کتنا تھکا ہوا گھر آیا ہوتا اس پل یا اسے کتنی ہی بھوک کیوں نہ لگی ہوتی تھی...... ایسے کتنے ہی مواقع مجھ پر اس کی تم سے محبت واضح کر گئے اور پھر میں نے ایک دن بھائی سے پوچھ ہی لیا...... جانتی ہو فجر...... اس نے کیا کہا؟" اب سائرہ باقاعدہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی تھی۔ فجر نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتہ سائرہ کہ یہ محبت وغیرہ کیا ہوتی ہے بس میں اتنا جانتا ہوں کہ میں اس کے آگے دنیا کی ہر خوشی ڈھیر کردینا چاہتا ہوں...... اس کے منہ سے نکلی بات پورا کرنا مجھ پر فرض ہوجاتی ہے...... وہ روتی ہے تو آنسو میرے دل پر گرتے ہیں...... وہ خوش ہو تو دنیا مجھے حسین لگنے لگتی ہے...... ابھی تو وہ وقت بہت دور ہے مگر میں پہلے خود کو جب تک اس کے قابل نہیں بنا لیتا ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تمہیں کیا لگتا ہے...... وہ مجھے قبول کرلے گی......؟ اس نے کہا تھا فجر...... اس پل اس کی آنکھوں کی روشنی ستاروں کو بھی مات دے رہی تھی...... تم میرے بھائی کی آنکھوں کی یہ جوت کیسے ختم کرسکتی ہو...... مجھے تمہاری منگنی کا بعد میں پتہ چلا...... مجھے تو میرداد کا انداز ہولا گیا...... اس کے چہرے پر چھائی تاریکی نے ہی مجھے بتایا کہ اس پل وہ ایسا محسوس کررہا ہے جیسے اس سے اس کی کل متاع چھین لی گئی ہو...... اس نے مجھے قصداً ہنس کر بتایا کہ تمہاری منگنی ہوچکی ہے اور جو کچھ اس نے کبھی مجھ سے کہا تھا مذاق تھا...... ایسا مت کرو فجر...... میرے بھائی سے اس کے دل کی خوشی مت چھینو...... اسے اس کی زندگی بخش دو...... اللہ کی قسم فجر...... جو میں جانتی ہوں، تم نہیں جانتی۔" سائرہ سچ مچ میں رو دی تھی۔

"اف، میں تم تینوں کو کیسے سمجھاؤں کہ زندگی جذبات کے سہارے نہیں گزاری جاتی، ترجیحات اور آسائشات کے ساتھ گزاری جاتی ہے، تم خوامخواہ جذباتی ہو رہی ہو...... چلو میں مان بھی لوں کہ میرو ایسا چاہتا ہے پھر بھی مجھ میں اتنی ہمت ہے نہ ظرف کہ اس گھر کی ذمہ داریوں کا جو بھاری بوجھ اس کے کندھوں پر دھرا ہے، میں اس میں شریک ہو پاؤں گی۔ زندگی پتہ نہیں کتنے دن مجھے دان

Medora
Perfumed Talc
خوشبو جو دل کو بھائے
تازگی جو ہر کوئی چاہے



خوشبو کی دنیا کے 8 شگفتہ احساس
MEDORA OF LONDON

کرنے والی ہے اس میں سے آدھی بھی میں اس آس پر گزارنا نہیں چاہتی کہ میرد بھی رہن میں رکھی جانے والی زمین چھڑائے گا اور میں بھی سکھ بھرے دن گزاروں گی...... ایک چھوٹے چاول کی دیگ جس دن پوری بک جاتی ہے ہم بھی دو وقت کی روٹی کھا لیتے ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو...... گھر کے احاطے میں جو سبزیاں اگائی گئی ہیں وہ ایک ایک کرکے پکا کر دن تمام کر رہے ہیں ہم لوگ...... جس دن میرداد کے چھوٹے چاول نہ بکیں اس دن ہمارا دل چاہے نہ چاہے ہمیں بھی وہی بچے ہوئے چھوٹے چاول کھانے پڑتے ہیں اماں کو ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہر پندرہ دن بعد چیک اپ کرواؤ میرداد چھ ماہ بعد جا کر اتنے پیسے بچا پاتا ہے کہ سال میں دو بار انہیں ڈاکٹر کے پاس جا کر دکھا سکے...... صرف ایک دل کی محبت سے آنکھ چرا کر میں اگر اپنی ذات کے ہی مسائل حل کرسکوں تو یہ سودا برا نہیں ہے۔" اب کے اس نے وضاحت کر دونوں بہنوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

❁ ❁

"میری ایک چھوٹی سی درخواست ہے خالہ۔" تیرھویں روزے کو اس نے میرداد کا موبائل لیا کہ اسے خالہ سے ضروری بات کرنی ہے...... وہ موبائل اس کے حوالے کرکے خود کسی کام سے باہر چلا گیا تھا...... ثریا نے چاپلوسی سے کہا کہ وہ ایک چھوڑ دس فرمائشیں کرے التجا تو غیروں سے کی جاتی ہے اپنوں سے تو منوایا جاتا ہے مگر اس کی فرمائش نے ثریا کے چودہ طبق روشن کردیئے تھے۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ شادی کے بعد اپنی ماں اور بھائی کو بھی اپنے پاس رکھنا چاہے گی اور فی الحال اس کے پاس کچھ رقم جمع ہے تو وہ شہر آ کر اپنی ماں کا تفصیلی چیک اپ کرانا چاہتی ہے...... وہ بھی اس صورت کہ گھر والوں کو اس بات کی بھنک بھی نہ پڑے کیونکہ وہ ان کی عزت نفس پر کسی قسم کی چوٹ برداشت نہیں کرسکتی...... اس نے کہا کہ وہ اپنی طرف سے اماں کو شہر لے جانے کی بات میرداد سے کریں۔

"ہاں ہاں فجر میں سمجھ گئی ہوں تمہاری بات مگر بیٹا میں کہتی ہوں کہ شادی کے بعد سعیدہ کو مستقل اپنے پاس رکھنے کی ضد نہ کرو...... میں جانتی ہوں کہ ماں سے محبت کا تقاضا تو یہی ہے مگر جس قسم کی اس کی حالت ہے ناں وہاں گاؤں میں اس کا خیال رکھنے والے بہت لوگ ہیں تیری تائی ہے دادی ہر آئے گئے سے اس کی خدمت کراتی ہے اور ضروریات بھی پوری کرواتی رہتی ہے یہاں میں اسے این جی او کے کام میں مصروف ہوتی ہوں آئے روز میٹنگز سروے اور وزٹ ہوتے ہیں اور اب میں تمہیں بھی اسے کام میں شامل کرنا چاہتی ہوں...... شیراز کی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں اکیلی پڑے پڑے زیادہ بیمار نہ ہوجائے۔" ثریا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں خالہ...... میری ماں ان کی نہیں میری ذمہ داری ہیں...... ان لوگوں کا ظرف اور دل بہت بڑا ہے جو کئی سال سے ماتھے پر ایک بھی شکن لائے بغیر یہ ذمہ داری اٹھا رہے ہیں لیکن کسی کے ظرف کو اس کی کمزوری بھی نہیں بنا دینا چاہیے میرا کسی بھی کام سے انکار نہیں ہے لیکن میری ماں کے بعد...... آپ کو کوئی اعتراض ہے تو مجھے بتائیں خالہ...... ایسی صورت میں مجھے اس رشتے پر دوبارہ غور کرنا پڑے گا...... کیونکہ مجھے زندگی میں جو بھی شامل کرے گا اسے میری ماں کو بھی برداشت کرنا پڑے گا...... میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا خالہ کہ میں اپنی ماں کو دوسروں کے رحم و کرم پر اس لاچاری کی حالت میں چھوڑ کر خود زندگی سے خوشیاں کشید کرنے لگ جاؤں۔" یہ سب کہہ کر اس نے بات ختم کردی تھی۔

❁ ❁

"میں تو نہیں مانتی ثریا کہ تم یہ سب بہن کی ہمدردی میں کہہ رہی ہو ہاں تمہیں نہ جانتی ہوتی تو یقین بھی کرلیتی تمہاری اس بات کا اور خوش بھی ہوجاتی کہ چلو اس نفسا نفسی کے عالم میں جب دونوں ہاتھ پاؤں سلامت رکھنے والے ماں باپ کو کوئی نہیں پوچھتا وہاں ایک معذور اور لاچار بہن کی ہمدردی کیسے تمہارے دل میں جاگ اٹھی ہے۔" دودن

بٹھایا۔

"یہ جو والدین ہوتے ہیں میرو! جب ماں باپ بنتے ہیں پھر ان کی ساری خواہشات خوابوں اور خواہشوں کا دھارا اپنی اولاد کی طرف مڑ جاتا ہے' اولاد کے چہرے پر خوشی کی رمق دیکھ کر ہی ان کا دل خوشی سے بھر جاتا ہے...... اولاد کی آنکھیں اور چہرہ پڑھ کر ہی وہ ان کے دل کا حال جان جاتے ہیں ان کی کوئی خوشی اپنی نہیں ہوتی اولاد سے مشروط ہوتی ہیں ساری خوشیاں' جب باپ بنو گے ناں میرو! تب میری باتیں پورے معانی اور مفہوم کے ساتھ تیری سمجھ میں آئیں گی۔"

"کچھ بھی نہیں ہے دادی جس کو سوچ سوچ کر آپ پریشان ہیں...... بس دو دو شادیاں سر پر آ گئی ہیں خیر سے تو یہی فکر تھی کہ پتہ نہیں ٹھیک سے اپنی ذمہ داری نبھا پاتا ہوں یا نہیں...... ہاجرہ کی تو خیر ہے...... ہمارے جیسے ہی سفید پوش لوگ ہیں' فجر اونچے گھر جا رہی ہے تو اونچے گھروں کے تقاضے بھی اونچے ہوتے ہیں' لاکھ ثریا خالہ انکار کریں کہ انہیں یہاں سے کچھ نہیں چاہیے مگر ہمیں تو اپنی حیثیت کے مطابق نہیں ان کی حیثیت دیکھ کر فجر کو رخصت کرنا ہوگا تاکہ کل کلاں کو فجر کی زندگی پر کوئی برا اثر نہ پڑ سکے بس آپ میرے لیے دعا کریں اور ماں باپ کی دعاؤں سے ہی تو اولاد کے بیڑے پار ہوتے ہیں۔"

"کہہ تو تو ٹھیک رہا ہے بچے' اس لیے میں فجر کو وہاں بیاہنے کے حق میں نہیں تھی...... چلو اب جو ہوا اچھا ہوا...... کپڑا لتا تو گھر سے ہی نکل آئے گا...... باقی مجھے جو تو گھر کے خرچ کے لیے روپے دیتا ہے' ان میں سے کچھ پیسے بچا کر انہی دنوں کے لیے ایک کمیٹی ڈال رکھی تھی' بلواتی ہوں امیراں کو کہ وہ ہمیں دے دے تو کیا ہی اچھا ہو...... چوہدری کے پاس بھی ایک چکر لگا لے میرو...... زمین نہیں دیتا تو کچھ رقم ہی ہمیں دے دے۔"

"نہیں دادی' ہماری سونے جیسی زمین اتنی ارزاں نہیں ہے کہ میں اس کے بدلے معمولی رقم لے کر معاملہ ختم کر دوں' شادیوں سے نمٹ کر اس کا قانونی حل نکالنا ہوں...... ایسے لوگ ٹیڑھی کھیر ہوتے ہیں...... عام زبان نہیں سمجھتے' آپ کیوں فکر کرتی ہیں آپ کا سایہ اور دعائیں سلامت رہیں ہم پر...... میرا داآپ کو کبھی بھی کسی معاملے میں نہ جھکنے دے گا نہ شرمندہ ہونے دے گا۔"

"اللہ کامیاب کرے اور ڈھیروں خوشیاں دے تجھے میرا بچہ جیتا رہے۔" انہوں نے اس کی پیشانی چومی اور میرداد نے دل میں لاکھ شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں اصل موضوع سے ہٹا دیا تھا۔

❖ ❖ ❖

"بس کریں خالہ میں تو تھک گئی ہوں اب۔" شاپنگ مالز پھرتے ہوئے اس کی ٹانگیں جواب دینے لگی تھیں' خالہ نے دادی کو شیراز کے بارے میں بھی جھوٹ کہا تھا کہ وہ شہر سے باہر ہے...... وہ اس سے آج ہی ملا تھا اور اس کا انداز خاصا لیے دیے والا تھا۔ نہ تو بہت گرم جوشی دکھائی تھی فجر کو دیکھ کر نہ نظر انداز کیا تھا' سحری کے بعد نماز پڑھ کر وہ سوئی تو صبح نو بجے کی خبر لائی تھی' اماں کو دوائی اور کسٹرڈ کھلا کر وہ جیسے ہی لاؤنج میں آئی اسے دونوں ماں بیٹا ناشتہ کرتے نظر آئے۔ شیراز نے اس کے سلام کے جواب میں اسے ناشتے میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔

"اس کا روزہ ہے...... تم فجر تیار ہو جانا بارہ بجے تک اور تم آج کی ساری مصروفیات ختم کر کے ہمارے ساتھ شاپنگ پر چل رہے ہو۔" خالہ نے ایک ساتھ دونوں کو مخاطب تھا۔

"او نو مام...... پلیز یہ شاپنگ وانپنگ خالصتاً لیڈیز کی فیلڈ ہے اور یاد نہیں آپ کو میری بھی تو ہمیشہ شاپنگ آپ ہی کرتی آئی ہیں...... سو سب کچھ خود ہی کریں ہاں ڈراپ کر سکتا ہوں زیادہ سے زیادہ آپ کو۔"

"وہ بھی رہنے دو تم' ہم چلے جائیں گے ڈرائیور کے ساتھ۔" خالہ قدرے ناراضگی سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ٹیبل پر رکھا اپنا پرس اٹھایا۔

"اچھا فجر جانو...... میں یوں گئی اور یوں آئی...... تم

رہائی روتا اور تم نواب صاحب بنی کو تھوڑی سی کمپنی ہی دے دینا' منٹ کے بعد کیا کہہ گئی وہ کہ ہونے والا شوہر اور اس کے پاس چند منٹس بھی نہیں بیوی کے لیے۔" ان کے لیے شاید یہ معمول کی بات تھی مگر فجر تو پہلے ان کے طرز تخاطب اور پھر ان کی میاں بیوی کی گردان پر گڑبڑا کر رہ گئی۔

"او کے او کے' آپ جائیں' ڈونٹ وری دے دوں گا کمپنی...... فجر تم ذرا سکینہ سے گرم چائے کا کہہ دو...... میں لاؤنج میں ہوں' تم بھی وہیں آ جاؤ۔" منہ صاف کرتے شیراز نے بیک وقت دونوں کو مخاطب کیا تو فجر سر ہلاتی ہوئی کچن میں آ گئی۔

"اف...... یہ کس طرح بے تکلف ہو کر بات کرتے ہیں۔" یہی سوچتے ہوئے وہ لاؤنج میں آئی جہاں شیراز ٹیبل پر پاؤں رکھے بڑے آرام دہ انداز میں ٹی وی دیکھ رہا تھا جیسے ہی فجر کی نظر بڑی سی اسکرین پر پڑی وہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

"روزہ رکھنا نہ رکھنا آپ کا ذاتی فعل ہے مگر مسلمان ہونے کے ناتے انسان کم سے کم رمضان المبارک کا احترام ہی کر لیتا ہے۔" ایک دم سے ہی اس نے ناگواری سے کہا اور وہاں سے پلٹ گئی جب کہ شیراز حیرت سے یہ سوچ رہا تھا کہ آخر اس نے کون سا ایسا عمل دیکھ لیا اس کا کہ اسے یوں سنا گئی تھی مگر یہ سوچ کچھ پل کی تھی وہ سر جھٹک کر دوبارہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

❖ ❖ ❖

جانے سے پہلے اس نے ملازمہ کو اماں کے حوالے سے ہزاروں تاکیدیں کی تھیں پھر خالہ کے ساتھ گئی تھی اور نہ نہ کرتے بھی انہیں مغرب وہیں مال میں ہو گئی تھی...... روزہ ایک ریسٹورنٹ میں افطار کرتے ہوئے فجر کو اپنی نمازیں قضا ہو جانے کا ملال ستا رہا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا آج اس کا آخری دن تھا گھر آ کر ملازمہ سے اماں کی رپورٹ لینے کے بعد اس نے خود انہیں دوائی کھلائی اور قضا نمازیں ادا کر کے جو سوئی تو خالہ جب بارہ بجے کے قریب شاپنگ بیگز کا ڈھیر اس کے پاس لائیں تو اسے نیند میں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

"کمال ہے اتنی جلدی سو گئی...... کھانا بھی نہیں کھایا۔" سر نفی میں ہلاتے وہ دروازہ بند کر کے واپس پلٹ گئیں۔

❖ ❖ ❖

اگلے دن اس نے لاکھ جتن کیے کہ وہ مارکیٹ نہ جائے مگر خالہ نے اس کی ایک نہ سنی...... وہ دن بھی شاپنگ میں گزرا تھا...... شام کو خالہ کی کسی دوست کے ہاں افطار ڈنر تھا...... وہاں سے واپسی پر کافی دیر ہو گئی تھی اور اگلے دن خالہ نے کمال مہربانی کرتے ہوئے کہا تھا کہ آج وہ دونوں صرف عید کی تھوڑی سی شاپنگ کرنے جائیں گی اور افطار سے پہلے لوٹ آئیں گی...... مگر وہ جلدی بھی رات دس بجے جا کر ہوئی تھی۔

نیند سے جاگنے کے بعد وہ حسب معمول اماں کی جانب آئی...... انہیں دوا پلاتے وقت اسے ان کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر نظر آیا جو اس نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا...... سارا جسم معذور ہو جانے کے بعد ایک آنکھوں کی حرکت اور تاثر ہی تھا جو انہیں زندوں میں شمار کرتا تھا۔

"کیا ہوا اماں......؟" اس نے ان کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا...... اماں کی آنکھ سے ایک آنسو بہہ کر ان کی کنپٹی کی طرف کا سفر طے کر گیا فجر ساکت ہی تو رہ گئی۔ تین سال کے عرصے میں ایک بار بھی تو ان کی آنکھوں میں آنسو نہیں آئے تھے۔

"یا اللہ! ایسی بے بسی کبھی کسی کو نہ دینا جب انسان کسی تک اپنے احساسات ہی نہ پہنچا سکے۔"

"اماں...... میری پیاری اماں...... گھر کی یاد آ رہی ہے......؟" اس کی بات پر ایک بار پھر ان کی آنکھیں تیزی سے بھر آئیں۔

"اچھا...... اچھا ہم کل ہی واپس گھر جائیں گے۔" بچوں کی طرح انہیں پچکارتی' ان کی آنکھیں صاف کرتی وہ بے قراری سے کہہ رہی تھی...... اس نے ان کی کروٹ

دلوائی اور بدن پر چپکے کپڑے کو جیسے ہی اس نے الگ کیا اس پر اس لمحے بدترین انکشاف ہوا کہ وہ جو عمر بھر ان کی خدمت کی غرض سے انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتی تھی...... تین دن بھی صحیح طرح سے دیکھ بھال نہ کر پائی تھی' جبھی وہ بیڈ سورز (جسم پر زخم) کا شکار ہو چکی تھیں...... اپنے گھر میں تین سال سے وہ اس بیماری میں مبتلا تھیں مگر گھر کا ہر فرد میرو کی ان ہدایات پر جانفشانی سے عمل کرتا جو ڈاکٹرز نے بتائی تھیں' یقیناً ملازمہ نے ہر گھنٹہ بعد ان کے جسم کو نہ تو حرکت دی ہوگی نہ سائیڈ تبدیل کروا کے کروٹ بدلوائی ہوگی۔ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر وہ غصے سے باہر آئی ملازمہ کی خبر لینے۔

''وہ تمہاری ماں ہیں...... جب تم اپنی مصروفیات میں اپنی ماں کو بھول سکتی ہو تو وہ تو پھر ایک ملازمہ ہے...... پیسہ لے کر کام کرنے والی اسے کیا ضرورت تھی کسی معذور کی پٹی سے لگے بیٹھے رہنے کی......'' ضمیر کی آواز دل پر کسی چابک کی مانند پڑی...... آنکھوں کو اذیت سے بھینچتی وہ ڈھیلے قدموں سے واپس آئی' اب اس کا رخ خالہ کے کمرے کی طرف تھا وقت ضائع کیے بغیر پہلے اسے اماں کو ڈاکٹر کے پاس اور پھر اپنے گھر لے کر جانا تھا...... اماں کا وہ ایک آنسو پانی کا قطرہ نہیں تھا بلکہ ایک آواز تھی' ایک دکھ تھا' ایک بوجھ تھا' جو ایک لاچار بے بس آنکھ سے نکل کر اس کے دل پر دھرا تھا...... بعد کی بعد میں دیکھی جاتی...... خالہ کے کمرے سے بلند ہوتی بے ہنگم آوازوں پر اسے سہم کر رک جانا پڑا' شیراز کے منہ سے اب تک اس نے گنتی کے چند الفاظ ہی سنے تھے اور اب وہ کیسے چیخ چیخ کر بات کر رہا تھا۔

''بس میں اور اپنی محنت کی حق حلال کی کمائی ایسے آپ کو للے تللوں میں اڑانے کے لیے نہیں دے سکتا۔''

''محنت کی ہوگی مگر حق حلال کی نہیں ہے' تمہاری کمائی شیراز' یہ تم جانتے ہو اور میں تمہیں اسی حرام کے چکر سے ہی نکالنا چاہتی ہوں...... ایک بار تمہاری فجر سے شادی ہو جائے تو یقین جانو جو زمین اس کی ماں کی اس کے نام ہوگی وہ عام زمین نہیں ہے زرعی زمین ہے' کروڑوں کی ہے کروڑوں کی' تمہارا کوئی چھوٹا موٹا ہی بزنس ہوتا مگر ایسا تو ہوتا جس کا میں فخر سے تعارف کرا سکتی...... کیا کہوں دنیا والوں سے کہ کیا کام کرتا ہے میرا بیٹا لوگوں کے گناہوں کا کفارہ اپنے سر لے کر حلالہ کے لیے کرائے کا شوہر بنتا ہے اور پھر منہ مانگی قیمت لے کر لڑکی کو دوبارہ اس کے پہلے شوہر کے لیے چھوڑ دیتا ہے اس کی غلطی سدھارنے کے لیے...... دیہاتی بھی تھی میں اور کم پڑھی لکھی بھی مگر اتنا جانتی ہوں کہ اسلام میں اس کا طریقہ ایسے نہیں جیسے تم اور تم جیسے مردوں نے اپنے فائدے کے لیے مسخ شدہ بنا دیا ہے۔''

''تو کیا ہوا...... سب کچھ ایک ڈیل کے تحت ہوتا ہے' لڑکی سے لے کر اس کے خاوند تک سب سے ایک ایگریمینٹ پر سائن ہوتے ہیں تب ہی جا کر ان کی اجازت سے یہ ایک کام طے ہوتا ہے اور آپ یہ بھی جانتی ہوں گی کہ دوسرے کو آسانی پہنچانا اور مشکلات سے نکالنا کتنے ثواب کا کام ہے......'' فجر کو اپنے دل کی دھڑکن ٹھہر ٹھہر کر چلتی محسوس ہوئی تھی۔

''اچھا اور پچھلے کچھ ماہ سے عدالت میں جھوٹی گواہیوں کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس میں کیا نیکی پوشیدہ ہے تمہاری' اللہ کے واسطے شیراز سدھر جاؤ...... تم میرا دنیا میں واحد سہارا ہو خدانخواستہ کسی کی بددعا کے حصار میں آ گئے یا کسی دشمنی کی بھینٹ چڑھ گئے تو میں کیا کروں گی......'' خالہ روہانسی ہوئیں۔

''اچھا اچھا' دیکھیں گے...... جب آپ کی بھانجی محترمہ کی جائیداد ہاتھ آئے گی تو متبادل بھی سوچ لیں گے' ابھی تو مفروضے ہیں آپ کے اور ہاں اپنی ماں کے نام پر جو لاش اٹھا لائی ہے آپ کی بھانجی صاحبہ تو یہ چند دن کا ہی سلسلہ ہونا چاہیے' ایسے مریض نہ تو ٹھیک ہوتے ہیں' نہ مرتے ہیں...... میں نہیں لمبے عرصے تک ایسے بکھیڑے پال سکتا...... ایسی کوئی شرط ہے آپ کی بھانجی کی تو میں باز آیا اس رشتے سے اور ایسی شادی سے......'' فجر کو لگا کسی [illegible] اس کے پورے وجود کو کانٹوں پر ڈال کر بے دردی سی [illegible]......

''ارے بے وقوف' بس شادی تک ہی چپ ہو جاؤ...... اس لاش کا بھی کوئی نہ کوئی بندوبست کر دوں گی میں...... نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔'' تابوت میں آخری کیل گاڑ دی گئی تھی...... فجر اپنے بے جان جسم کو گھسیٹتے بمشکل اپنے کمرے تک آئی جہاں اس کا قیام تھا کسی غیر مرئی طاقت کے زیر تحت اس نے اپنا اور اماں کا مختصر سامان بیگ میں ڈالا اور واپس لاؤنج میں آ گئی' لینڈ لائن نمبر سے اس نے میرداد کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف اس کی آواز آتے ہی دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہا۔

''کہاں ہو تم میرو......؟''

''فجر...... کیا ہوا...... طبیعت تو ٹھیک ہے' رو رہی ہو کیا......؟ میں شہر آیا ہوا ہوں' فصلوں کے لیے کچھ دوائیاں اور اسپرے وغیرہ لینے تھے...... تم ٹھیک تو ہو نا...... چاچی کیسی ہیں......؟''

''میرو میں تمہیں پتہ بتاتی ہوں تم ٹیکسی لے آؤ' میں اماں کا بالکل بھی خیال نہیں رکھ سکی...... ان کے جسم پر زخم بن گئے...... آج ان کی آنکھوں میں' میں نے آنسو دیکھے...... وہ یہاں بالکل خوش نہیں ہیں...... تم آ جاؤ میرو۔'' اس نے ضبط سے کہا کہ آنسو مسلسل اس کے بولنے میں رکاوٹ بن رہے تھے۔

''اچھا اچھا' تم رو مت...... پریشان مت ہو' میں بس آدھے یا پونے گھنٹے میں پہنچتا ہوں۔''

❖ ❖ ❖

اماں کے پاس بیٹھے بیٹھے اس نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی...... یقیناً شیراز باہر گیا تھا' اس کے پانچ منٹ بعد ہی خالہ ثریا نے کمرے میں قدم دھرا۔

''تم جاگ گئیں فجر...... چلو آج کا دن تمہارے لیے ریسٹ ہی ریسٹ ہے' میں نے بھی آج سروے کے لیے نکلنا ہے تو رات کو ملتے ہیں......'' کسی بات کا موقع دیے بغیر وہ وہاں سے جا چکی تھیں اور ان کے جانے کے دس منٹ بعد وہ نیچے لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی بیگ بھی وہیں لا کر رکھ دیا...... کچھ ہی دیر میں اطلاعی گھنٹی نے اس کے اندر نئی زندگی دوڑا دی تھی...... دوسری طرف واقعی میرو ہی تھا جو ٹیکسی لے کر آیا تھا۔ وہ اسے گیٹ سے جا کر خود لے آئی...... دھان پان سی اماں کو وہ لمحوں میں اٹھا چکا تھا منٹوں میں ہی وہ لوگ گاڑی کے اندر تھے۔ ڈرائیور کے ساتھ میرداد اگلی سیٹ پر تھا جبکہ فجر اماں کے ساتھ پیچھے تھی۔

''میرو اپنا سیل دینا۔'' میرداد نے موبائل جیب سے نکال کر اسے پکڑا دیا۔

''فجر بات کر رہی ہوں خالہ...... میں اماں کو لے کر گاؤں واپس جا رہی ہوں ہمیشہ کے لیے...... کبھی نہ آنے کے لیے...... کچھ بھی مت پوچھیے گا کہ جس بھرم کی کرچیوں نے میرا دل اور میرا مان کرچی کرچی کر دیا ہے...... اس کی بھنک بھی میرے پیاروں کو پڑ گئی تو نہ آپ کو چھوڑیں گے نہ آپ کے بیٹے کو...... اپنی غیرت اور عزت کے بارے میں ایسے ہی ہیں وہ...... مجھے خوشی ہے کہ میری کوئی نیکی تھی یا کسی بہت اپنے کی دعاؤں کا حصار جنہوں نے مجھے لمحوں کی تھوڑی سی تکلیف دے کر عمر بھر کے دھوکے سے بچا لیا......'' اس نے میرداد کی پشت پر نگاہ جما کر کہا اور کال کاٹ دی' میرداد نے بھی مڑ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے خاموش تسلی دی' آدھی ادھوری بات سے وہ تھوڑا بہت جان ہی گیا تھا اور وہ وقت دور نہیں تھا جب فجر خود ہی اسے سب کچھ بتا دیتی' فی الحال اس کے لیے اہم تھا کہ اسے اس برزخ کی حقیقت پتہ چل چکی تھی جس کی جانب وہ گلزار سمجھ کر گئی تھی' آگے کی منزل اسے شفاف اور خوب صورت نظر آ رہی تھی ایسا اسے فجر کی نظروں کو دیکھ کر احساس ہوا تھا۔

چاند میری عید کا

سباس گل

دل شکستہ آج رو رہا ہے بہت
ہم نے ہی وقت کو گنوایا ہے بہت
تو بدگمان ہے ہم سے اس کا دکھ نہیں
ہم نے ہی تیری محبت کو آزمایا ہے بہت

''[illegible] مبارک ہو، چاند نظر آ گیا۔'' ماہین نے ارسل کو [illegible] مسکراتے ہوئے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے آج دیکھا ہے چاند؟ میں تو روزانہ دیکھتا ہوں۔'' ارسل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا...... کہاں؟''

''آئینے میں۔'' وہ کالر کھڑے کرتے ہوئے اترایا۔

''اوہو...... اپنے منہ میاں مٹھو۔'' ماہین نے طنز کیا۔

''میاں مٹھو نہیں...... میاں ماہین۔'' وہ شریر ہوا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''تمہارا میاں بننے والا ہوں چندا! اس عید پر۔'' ارسل نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا۔

''دن میں تارے دکھا دوں گی تمہیں سمجھے۔ آئے بڑے چاند رات کو چاند چڑھانے والے۔'' ماہین نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں تو چاند سی دلہن گھر لانے کا ارادہ رکھتا ہوں بس۔''

''ارادے باندھتا ہوں سوچتا ہوں توڑ دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے''

ماہین نے طنزیہ نظروں سے ارسل کو دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔

''اس بار کسی ایسے ویسے سے نہیں ڈروں گا میں، نہ ہی پیچھے ہٹوں گا۔'' ارسل پُرعزم لہجے میں بولا۔

''کیوں اس بار کسی سے جرأت اور دولت ادھار لے کر آئے ہو کیا؟''

''نہیں ادھار تو انسان کو بیکار، لاچار اور خودداری کو تار تار کرنے کا اوزار ہے۔ میں تو اس بار محبت کا ہتھیار لے کر اپنی جنگ لڑوں گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہونہہ...... محبت۔'' ماہین نے نخوت سے سر جھٹکا۔

''محنت ہوتی نہیں ہے کہ چار پیسے کما کے گھر لے آؤ محبت اور شادی کی سوجھ رہی ہے تمہیں وہ کیا کہتے ہیں ساون کے اندھے کو ہری ہری سوجھ رہی ہے، تمہارا وہی حال ہے۔'' ماہین اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔

''تمہیں چار پیسے چاہئیں ناں ابھی لو۔'' ارسل نے اپنی قمیص کی جیب میں سے پانچ پانچ کے چار سکے نکالے اور ماہین کی ہتھیلی پر رکھ دیئے۔

''یہ بھی کھوٹے سکے ہی ہوں گے تمہاری طرح۔'' وہ تلخی سے بولی اور اس کے دیئے سکے قریب رکھی میز پر پٹخ دیئے۔

''کبھی کبھی کھوٹے سکے بھی چل جاتے ہیں اور کھرے سکوں کو مات دے دیتے ہیں۔''

''بڑی بڑی باتیں کرنے سے انسان بڑا آدمی نہیں بنتا مسٹر ارسل افتخار...... بڑے اور اچھے کام کرنے سے بنتا ہے بڑا آدمی۔'' ماہین نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاہاہا...... مجھے تو جیسے کچھ معلوم ہی نہیں ہے ناں؟'' ارسل اس کی سوچ، طنزیہ لہجے اور بدلحاظی کو مسکرا کر نظر انداز کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

''حیرت ہے...... تمہیں اگر سب معلوم ہے تو بھی تمہاری بے نیازی، لاپروائی اور نالائقی عروج پر ہے، اللہ ہی تمہارے حال اور میرے مستقبل پر رحم فرمائے۔''

''آمین...... یہ کہہ کر تم نے مان لیا ناں کہ تمہارا مستقبل مجھ سے جڑا ہے۔'' ارسل مسکراتے شوخ لہجے میں بولا۔

''خوش فہمی ہے تمہاری میں کسی دولت مند شخص سے شادی کروں گی جو واقعی میری مانگ ستاروں سے بھر دے اور میرے لیے چاند، زمین پر لا سکے۔'' ماہین نے اپنے خوابوں کی وادی میں اترتے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس کے لیے تو تم ناسا والوں سے رابطہ کرو وہی تمہاری یہ احمقانہ خواہش پوری کرنے کا رسک لے سکتے ہیں۔ میں فی الحال اپنے قدم زمین پر ہی جمانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

''اچھا...... ابھی تو چاند سی دلہن گھر لانے کے دعوے کر رہے تھے، چند لمحوں میں دعویٰ اور ارادے اڑنچھو ہو گئے۔'' ماہین طنزیہ انداز میں ہنس کر بولی۔

''میرے ارادے ہوا نہیں ہوئے اور تمہیں یہ خوش فہمی

کیوں ہونے لگی کہ چاند سی دلہن تمہارے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔" ارسل نے بھی اس کے طنز کا جواب دیتے ہوئے کہا تو وہ کھسیانی سی ہو کر بولی۔

"بس تم تو منٹوں میں بدل گئے ابھی کچھ دیر پہلے میرے میاں بننے کے دعوے کر رہے تھے۔"

"دعویٰ نہیں ارادے ظاہر کر رہا تھا' تمہیں دولت مند ہمسفر چاہیے تو میں زبردستی کیوں کروں بھئی؟ تم اپنے گھر خوش میں اپنے گھر خوش۔" ارسل نے اپنی اذیت اور اہانت کا درد چھپا کر نارمل لہجے میں جواب دیا۔

"یہی بہتر ہے تمہارے لیے۔"

"ہاں میں جانتا ہوں مجھے تم سے لاکھ درجے بہتر اور حسین لڑکی مل سکتی ہے پھر میں کیوں تم جیسی مادہ پرست اور نک چڑھی لڑکی سے شادی کر کے اپنی زندگی اجیرن بناؤں؟" ارسل نے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بالوں میں کنگھا کرتے ہوئے کہا تو وہ جل کر بولی۔

"ہونہہ...... بڑے آئے ہیرو' شکل دیکھی ہے اپنی۔"

"وہی تو دیکھ رہا ہوں ایمان سے کیسا حسین و جمیل چہرہ عطا کیا ہے مالک نے مجھے' اللہ نظر بد سے بچائے لڑکیاں دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی ہیں' مرتی ہیں اس شاندار پرسنالٹی پر۔" ارسل نے ماہین کو مزید تپانے کی غرض سے اتراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ...... کوئی مر ہی نہ جائے تم پر۔" ماہین نے طنز و تلخی سے بھرے لہجے میں کہا اور سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر والے پورشن میں چلی گئی جہاں وہ اپنی فیملی کے ہمراہ مقیم تھی۔

افتخار عمر اور عائشہ بیگم کا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے تھا ان کے دو بچے تھے بیٹی عائزہ جس کی ایف اے کے بعد ہی شادی کر دی گئی تھی اور اب اس کے دو بچے تھے۔ عائزہ سے تین سال چھوٹا تھا ارسل جس نے ایم اے اکنامکس کیا تھا۔ امی ابا کو اس کی نوکری اور شادی کی فکر ستانے لگی تھی۔ ایک جگہ اسے نوکری ملی تھی مگر چار ماہ بعد اسے بنا وجہ بتائے نوکری سے نکال دیا گیا تھا اور سب نے اسی کو قصوروار قرار دیا کہ اس کی ہی کسی غلطی کی وجہ سے اسے نوکری سے نکالا گیا ہوگا۔ اس نے صفائی میں کچھ کہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

ماہین اس کی چچازاد تھی۔ گھر کے اوپر والے پورشن میں چند ماہ پہلے وہ اپنے والدین کے ہمراہ آ بسی تھی۔ ماہین کے ابا زبیر عمر اور ان کی بیوی تمنا بیگم کل فیملی تھی۔ زبیر عمر کے بڑے بیٹے عمیر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ دبئی شفٹ ہو گئے تھے۔ لہٰذا وہ حیدر آباد سے کراچی اپنے آبائی گھر میں آ گئے تھے۔ ماہین نے حال ہی میں بی اے کیا تھا۔ اس کا مزاج بہت الگ تھا' وہ اونچے خواب دیکھا کرتی تھی۔ بڑی سی گاڑی' شاندار بنگلہ' نوکر چاکر' ڈھیروں شاپنگ کرنے کی کھلی آزادی اور دولت ارسل اس کے خوابوں پر پورا نہیں اترتا تھا۔ وہ پڑھا لکھا اور خوبرو لڑکا تھا مگر اس کے پاس دولت کی کمی تھی۔ اگرچہ وہ چار سو گز کے ڈبل اسٹوری گھر کا اکلوتا وارث تھا مگر برسوں پرانے گھر کی دیواریں بھی اب مرمت طلب تھیں اور نئے پیرہن کی متقاضی تھیں۔

افتخار عمر میڈیکل اسٹور چلاتے تھے' انہی کی کمائی سے گھر چل رہا تھا۔ کبھی تنگی سے کبھی بے فکری سے زندگی اپنی ڈگر پر چل رہی تھی۔ ایم اے اکنامکس کے بعد ملازمت کی تلاش کے ساتھ ساتھ وہ ریاضی میں بھی ماسٹرز کر رہا تھا۔ ماہین چمپئی رنگت پر دلکش نین نقش لیے اپنے حسن پر نازاں تو تھی ہی اس پر اس کے خواب بھی بہت خوب صورت عالی شان گھر اور ہر آسائش زندگی حاصل کرنے کے تھے۔

ارسل کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ ماہین کو اپنی بہو بنا لیں اور زبیر عمر کی پریشانی اور فرض بانٹ لیں۔ ارسل کو وہ اچھی لگتی تھی' دھیرے دھیرے دل اس کے ساتھ کی تمنا اور دعا بھی کرنے لگا۔ دونوں کے والدین چاہتے تھے کہ اس عید کے چاند ان دونوں کی منگنی کر دی جائے اور بڑی عید پر ارسل اور ماہین کی شادی کر دیں گے۔ ارسل تو ماں کو بخوشی ہاں کر بیٹھا تھا اور یہی خوشی بے دھیانی میں اس نے ماہین سے شیئر کر لی تھی تو اس کے نادر خیالات سے آگاہی حاصل ہونے پر اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔ ماہین کی نظر میں اس کی حیثیت کی کوئی قدر نہیں تھی وہ صرف دولت مند جیون ساتھی چاہتی تھی یہی وجہ تھی کہ ارسل نے ماں سے انکار کر دیا تھا۔

"امی میں ماہین سے منگنی نہیں کرنا چاہتا۔"

"تو کیا پھر شادی کرنا چاہتے ہو؟" عائشہ بیگم اسے دیکھتے ہوئے مسکرائیں۔

"نہیں امی مجھے ماہین سے منگنی یا شادی نہیں کرنی۔"

"مگر کیوں بیٹا؟ صبح تو تم اس رشتے پر بخوشی راضی تھے پھر اچانک ایسا کیا ہو گیا کہ تمہارا اقرار انکار میں تبدیل ہو گیا؟" عائشہ بیگم نے تحیر آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"امی ماہین کسی دولت مند شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے۔"

"ہاں تو پیار کی دولت ہے ناں تمہارے پاس۔" عائشہ بیگم بولیں۔

"پیار...... محبت کی کوئی ویلیو نہیں ہے اس کی نظر میں۔"

"تم نے اسے بتایا کہ تم اس سے پیار کرتے ہو؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"جب محبت سے رشتہ لانے کی بات پر وہ سیخ پا ہونے لگی تھی تو میں کیسے بتاتا اسے کہ اس سے پیار کرتا ہوں۔" ارسل یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ عائشہ بیگم متفکر سی سوچوں میں گم ہو گئیں۔

"امی آپ نے اور ابو نے میرا رشتہ طے کیا ہے ارسل کے ساتھ؟" ماہین سیدھی ماں کے پاس پہنچی اور جرح کرنے والے انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔" تمنا بیگم نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟"

"کیوں کا کیا مطلب، کیا شادی نہیں کرو گی؟"

"شادی کروں گی مگر ارسل کے ساتھ نہیں۔"

"تو اور کس کے ساتھ کرو گی شادی' یہاں، کون سا رشتوں کی لائن لگی ہوئی ہے کہ ہم گھر میں موجود اتنا اچھا رشتہ رد کر دیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تم ہماری نظروں کے سامنے ہی رہو گی اور جہیز وغیرہ کا جھنجٹ بھی نہیں ہوگا۔ اتنا شاندار لڑکا مل رہا ہے تمہیں اور تم انکار کر رہی ہو۔" تمنا بیگم قدرے سپاٹ اور سرزنش کرتے لہجے میں بولیں۔

"امی...... آپ کو تو بس آسانی دکھائی دے رہی ہے' میری فکر و پریشانی نہیں دکھائی دے رہی' مجھے کسی امیر گھر کی بہو بننا ہے اور ارسل کا گھر اس قابل نہیں کہ میں اس میں آرام کی زندگی بسر کر سکوں۔ آپ انکار کر دیں ارسل کے رشتے سے۔" ماہین تیزی سے خود غرضانہ لہجے میں بولتی چلی گئی۔

"تمہارا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا اتنا اچھا رشتہ ہے یہ میں انکار نہیں کروں گی۔ ارسل کے لیے رشتوں کی کمی نہیں ہے وہ لڑکا ہے اسے تو ایک چھوڑ ہزار مل جائیں گی تم خالی یہ حسن لے کر ساری زندگی بیٹھی رہو گی تب بھی تمہارے خوابوں کا شہزادہ نہیں ملنے والا ملکہ نہیں ہو تم نہ ہی اتنی زیادہ حسین و جمیل ہو کہ کسی دیس کا شہزادہ تمہارے قدموں میں اپنی سلطنت ڈھیر کر دے گا' شکر کرو کہ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا پردہ رکھا ہوا ہے۔" تمنا بیگم نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"امی میں ساری زندگی سسک سسک کر تنگی سے کمیٹیاں ڈال کر خواہشیں مار کر نہیں جی سکتی' مجھے سب چاہیے' سب کچھ۔" ماہین نے رکھائی سے جواب دیا۔

"سب کچھ تو بادشاہوں کو بھی نہیں ملا آج تک۔ کوئی نہ کوئی کمی رہ ہی جاتی ہے اور تم شکر ادا کیا کرو اللہ کا جس نے تمہیں ہر نعمت سے نوازا ہے۔ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانا اور حالات دیکھ کر خواب بننا سیکھو لڑکی...... ارسل ہر لحاظ سے تمہارے لیے مناسب ہے۔" تمنا بیگم سنجیدگی سے بولیں اور سبزی لے کر کچن میں چلی گئیں' ماہین دانت پیس کر رہ گئی۔

"امی جان...... منہ میٹھا کریں۔" ارسل مٹھائی کا ڈبہ لے کر خوشی خوشی گھر میں داخل ہوا۔

"روزہ ٹوٹ جائے گا میرا۔" عائشہ بیگم نے قرآن پاک غلاف میں لپیٹتے ہوئے کہا۔

"او...... ہاں آپ کا تو روزہ ہے۔" ارسل کو یاد آیا۔

"گھر میں سب ہی کا روزہ ہے اور تم مٹھائی خرید لائے۔"

"کیونکہ خوشی کے موقع پر مٹھائی کا ہونا لازمی ہے۔"

"خوشی کا موقع تو ان شاء اللہ چار دن بعد ہوگا ناں' چاند رات کو۔" عائشہ بیگم نے اس کی اور ماہین کی منگنی کے حوالے سے کہا۔

"میری پیاری امی جان منگنی اور شادی کے علاوہ بھی دنیا میں خوشی کے موقع آتے ہیں اور آسکتے ہیں...... مجھے ایک پرائیویٹ بینک میں منیجر کی جاب مل گئی ہے اور تنخواہ چالیس ہزار روپے ہے چند ماہ بعد تنخواہ بڑھنے کا امکان بھی ہے۔" ارسل نے خوشی خوشی یہ خبر انہیں سنائی تو وہ بھی خوشی سے کھل اٹھیں۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے میری دعائیں قبول کرلیں اور میرے بیٹے کو روزگار عطا فرمایا۔" عائشہ بیگم نے فرط مسرت سے ہاتھ پھیلا کر رب کا شکرانہ ادا کیا اور پھر ارسل کا ماتھا چوم لیا۔

"بہت بہت مبارک ہو بیٹا' اللہ نے تمہاری محنت کا پھل تمہیں دے دیا۔"

"خیر مبارک۔" وہ خوش ہو کر بولا۔

"ارے اتنی اچھی خبر سن کے تو بنا مٹھائی کھائے ہی منہ میٹھا ہوگیا ہے اپنے ابو کو بتایا تم نے؟"

"جی امی میں پہلے فارمیسی ہی گیا تھا' ابو بہت خوش ہوئے میری جاب کا سن کر۔" ارسل نے مسکراتے ہوئے بتایا۔ تبھی ماہین سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آگئی۔

"یہ مٹھائی کس خوشی میں لائے ہو؟" ماہین نے ارسل کے ہاتھوں میں مٹھائی کا ڈبہ دیکھ کر پوچھا۔

"جاب مل جانے کی خوشی میں۔" ارسل نے خوشی سے جواب دیا۔

"واؤ...... مبارک ہو تمہیں۔"

"شکریہ لو مٹھائی کھاؤ سنا ہے تم روزے نہیں رکھتی۔" ارسل نے مٹھائی کا ڈبہ ماہین کی طرف بڑھا کر کہا۔

"میں کوئی کافر نہیں ہوں۔" وہ تپ کر بولی۔

"مسلمان بھی تو نہیں ہوتیں۔" وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے بولا اور ڈبہ عائشہ بیگم کو پکڑا دیا۔

"میں شکرانے کے نفل ادا کرلوں تم لوگ باتیں کرو۔" عائشہ بیگم نے محبت سے مسکراتے ہوئے کہا اور مٹھائی کا ڈبہ کچن میں رکھنے چلی گئیں۔

"تنخواہ کتنی ہے تمہاری؟" ماہین نے ارسل کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چالیس۔" وہ خوشی سے مسکرا رہا تھا۔

"بس یہ تو یوٹیلیٹی بلز میں ختم ہو جائیں گے۔"

"کیوں بھئی؟ میرے گھر میں کون سا اے سی لگے ہوئے ہیں؟"

"ہاں یہ بھی صحیح کہا تم نے' غریب لوگ بھلا تم اے سی کہاں لگوا سکتے ہو' اے سی کا تو بل بھی تمہاری تنخواہ سے ادا نہیں ہوگا' باقی خرچے تو کیا پورے ہوں گے۔" ماہین نے حسب عادت طنز کے تیر چلائے' ارسل کا دل دکھ سے بھر گیا۔

"تمہیں میرے گھر اور اخراجات کی فکر کیوں لاحق ہے؟"

"کیونکہ میرے گھر والے مجھے زبردستی تمہاری گھر والی بنانا چاہتے ہیں' میں ایک معمولی تنخواہ دار آدمی سے شادی نہیں کرنا چاہتی جس کی تنخواہ ایک وقت کا کھانا ہضم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے۔" وہ بے مروتی سے بولی۔

"تو تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو؟ تمہارے ماں باپ سلامت ہیں انہیں بتاؤ اپنی خواہشیں' اپنے خواب' انہیں بتاؤ کہ تمہیں محبت اور عزت نہیں' دولت اور شہرت چاہیے۔ خوامخواہ میرا دماغ کھانے چلی آتی ہو۔" ارسل نے اپنے دکھ کو چھپاتے ہوئے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"وہ میری کہاں سن رہے ہیں۔"

"[illegible]"

"تمہاری اس بات کا مطلب ہے کہ میں تم سے شادی کرلوں۔" ماہین نے سلگ کر کہا۔

"تو کرلو شادی......" وہ ہنسا۔

"ہرگز نہیں تم میرے خواب پورے نہیں کرسکتے۔"

"ارے تو جو تمہارے خواب پورے کرسکتا ہے اس سے شادی کرکے اس کا جینا حرام کرو میری جان چھوڑو۔" ارسل نے بے چارگی سے کہتے ہاتھ جوڑے اور تیزی سے گھر سے باہر نکل گیا۔ وہ اس پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اس کے رویے اور باتوں نے اسے کتنی تکلیف دی ہے۔

"یہ تو میری منت سماجت کرنے کی بجائے مجھ سے جان چھڑانے کا اشارہ دے گیا ہے کہاں تو محبت سے اپنانے کی بات کر رہا تھا۔ ہنہ دوغلا' منافق' جھوٹا نہ ہو تو۔" ماہین نے زیرلب ارسل کو کئی القابات سے نوازا۔ عائشہ بیگم جو واپس اپنے کمرے کی جانب جارہی تھیں ماہین کی ارسل سے ہونے والی گفتگو سن کر خاصی مایوس ہوگئی تھیں۔

⚫......☾......⚫

"یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے کہ ارسل کو اتنی اچھی نوکری مل گئی میں ابھی عائشہ بھابی کو مبارک باد دے کر آتی ہوں اور ان سب کو شام میں افطاری کی دعوت بھی دے آؤں گی۔ ارسل کو نوکری ملنے کی خوشی میں ہماری طرف سے افطاری کی دعوت ہے آج ان کی۔" تمنا بیگم نے ماہین کی زبانی ارسل کو نوکری ملنے کی خبر سنی تو خوش ہو کر کہنے لگیں۔

"کیا ضرورت ہے افطاری کی دعوت دینے کی؟" وہ جل کر بولی۔

"ضرورت کیوں نہیں ہے؟ تمہارے سگے تایا تائی ہیں اور ہونے والی سسرال بھی ہے تمہاری۔ ڈبل رشتہ ہے اب تو ارسل سے ہمارا لہٰذا ان باتوں کا خیال تو رکھنا ہی پڑے گا ناں۔"

"جب میں نے کہہ دیا تھا کہ مجھے ارسل سے شادی نہیں کرنی تو پھر آپ اور ابو کیوں زبردستی کرنے پر تلے ہیں؟ میں پڑھی لکھی اور خوب صورت ہوں مجھے اچھا رشتہ مل جائے گا جیسا میں چاہتی ہوں۔" ماہین نے سلگتے ہوئے بیزاری سے کہا۔

"صرف خوب صورت ہونا کافی نہیں ہوتا' آج کل لوگ منہ بھر کے جہیز بھی مانگتے ہیں اس کے علاوہ لینا دینا الگ ہوتا ہے' ہزار طرح کی رسمیں ہوتی ہیں' جن پر لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ امیر گھر کا لڑکا تمہیں تمہاری خوب صورتی کی وجہ سے تین کپڑوں میں بیاہ کرلے جائے گا؟ ہم کتنا ہی جہیز دے دیں مگر ایک ٹکے کی اہمیت نہیں ہوگی لڑکے والوں کی نظر میں...... اس لیے خوش فہمیاں پالنا چھوڑ دو اور شکر ادا کرو کہ اللہ نے محبت' عزت' دینے والا گھر دے دیا ہے۔ دولت کا کیا ہے رب نے قسمت میں لکھی ہو تو کبھی نہ کبھی مل ہی جاتی ہے مگر اچھے رشتے ایک بار ہاتھ سے نکل جائیں تو دوبارہ کبھی نہیں ملا کرتے سمجھیں۔" تمنا بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے حقیقت کا آئینہ دکھایا اور اس کی بیزار شکل کو تاسف سے دیکھتے ہوئے نیچے والے پورشن کی طرف چلی گئیں۔

⚫......☾......⚫

"ارسل بیٹا کیا بات ہے تم ماہین کی طرف افطار پر کیوں نہیں گئے؟" عائشہ بیگم نے اگلے دن ارسل سے پوچھا۔

"امی آپ کو بتایا تو تھا ایک دوست کی طرف افطار پارٹی پہلے سے طے تھی اس لیے اسے انکار کرنا مناسب نہیں لگا۔" ارسل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"تمہارے چاچا چچی نے بھی تو تمہاری جاب کی خوشی میں دعوت رکھی تھی تم ہی نہیں گئے یہ بھی تو مناسب نہیں تھا' اور انہوں نے محسوس بھی کیا ہوگا۔" عائشہ بیگم بولیں۔

"سوری امی' میں معذرت کرلوں گا ان سے۔"

"ہاں معذرت تو ہم نے بھی ان سے کرنی ہے۔"

"آپ نے کس سلسلے میں معذرت کرنی ہے ان سے؟" ارسل نے حیرانگی سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ماہین کے سلسلے میں' میں ماہین کو اپنی بہو نہیں بناؤں گی۔" عائشہ بیگم سنجیدہ لہجے میں بولیں۔

"چلیں اس معاملے میں آپ بھی اس کی ہم خیال ہوگئیں۔" ارسل پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولا۔

"اس لیے کہ میں نے کل اس کی اور تمہاری باتیں سن لی تھیں۔"

"کتنی بری عادت ہے امی، کسی کی باتیں چھپ کر سننا۔"

"چھپ کر نہیں سنی تھیں اتفاقاً سن لی تھیں اور اچھا ہی ہوا کہ سن لیں۔ غضب خدا کا اتنی بدلحاظ اور بے مروت لڑکی ہے ماہین اسے تمہاری خوشی اور جذبات واحساسات کا ذرا بھی احساس نہیں، جو منہ میں آیا کہے چلی گئی، تم اس کی محبت کا دم بھرتے ہو اور وہ تمہارا ہی دم نکالنے پر کمربستہ ہے...... حد ہوگئی۔" عائشہ بیگم نے غصے سے کہا۔

"امی اس کی غلطی نہیں ہے یہ ضروری تھوڑی ہوتا ہے کہ ہم جس سے محبت کریں بدلے میں وہ بھی ہمیں محبت دے، سراہے اور پانے کی تمنا کرے، ماہین کو اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنے کا حق حاصل ہے، اس کے خواب پورے ہونے چاہئیں ناں امی۔" ارسل نے سمجھداری اور تحمل سے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اور جو اس نے تمہارا دل توڑا ہے اس کا کیا؟"

"دل کا کیا ہے یہ تو ہزار بار ٹوٹ کر بھی سینے میں دھڑکتا ہے اور جب موت آجائے تو پھر دھڑکنا بھول کر ہر احساسات سے عاری ہو جاتا ہے۔" وہ ہنس کر بولا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟" وہ ہراساں ہو کر بولیں۔

"امی جان آپ خود ہی تو کہتی ہیں کہ آپ کا بیٹا لاکھوں کروڑوں میں ایک ہے تو خود سوچیے، آپ کے اس ہینڈسم اور ڈیشنگ بیٹے کو کوئی حور شمائل نہیں ملے گی کیا جو آپ کے بیٹے کے دل کو اپنے پیار، محبت اور خلوص سے ساتھ جوڑ دے، آپ ہی تو کہا کرتی ہیں کہ محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے یہ مُردوں میں جان ڈال سکتی ہے ٹوٹے رشتوں کو جوڑ سکتی ہے زخمی دلوں کا مرہم بن جاتی ہے تو امی ایسی ہی سچی، کھری محبت آپ کے بیٹے کے لیے بھی تو کہیں نہ کہیں موجود ہوگی ناں؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں میرا بیٹا تو ہے ہی محبت کے لائق، جو بھی اس کی زندگی میں آئے گی اس کا دامن خوشیوں سے بھر دے گا ان شاءاللہ...... ماہین تو ہے ہی ناقدری، ناشکری اس کی آنکھوں پر دولت کے خوابوں کی پٹی بندھی ہے اسے کہاں نظر آئے گی تمہاری محبت اور قدر کرنے والا دل۔" عائشہ بیگم نے ارسل کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

"بس تو پھر بے فکر ہو جائیں اور آپ اور ابو چچا چچی سے بات کریں انہیں نرمی سے پیار سے محبت سے اس رشتے سے انکار کر دیں اور قائل کریں کہ وہ اپنی اکلوتی بیٹی کی خوشی، خواہش، خواب اور مرضی کی فکر کریں اسے مجبوری کے زبردستی کے رشتے میں نہ باندھیں میرے ساتھ ورنہ وہ مجھے اپنے خوابوں کے ٹوٹنے کا ذمہ دار سمجھتی رہے گی اور تمام عمر مجھ سے نفرت کرے گی اور امی جن سے محبت ہو ناں ان کی نفرت انسان کو جیتے جی مار دیتی ہے میں فی الحال جینا چاہتا ہوں، ماہین کی مرضی کے خلاف اس سے شادی کر لی تو وہ میرا جینا حرام کر دے گی۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ہم ماہین کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیں وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی نہ سہی اسے انکار کا حق حاصل ہے...... زبردستی تو صرف قید کیا جا سکتا ہے پیار نہیں کیا اور دیا جا سکتا۔ اسے آزاد کر دیں اس فیصلے کے پنجرے سے اور اڑنے دیں اپنے خوابوں، خواہشوں کے آسمان پر، دریافت کرنے دیں اپنی منزل...... وہ اگر میرا نصیب ہے ناں تو واپس میری ہی منڈیر پر آئے گی اور نہیں ہے تو بھی اسے اس کی منزل مبارک ہو۔" ارسل نے سنجیدگی سے کہا تو انہوں نے بے اختیار ارسل کا ماتھا چوم لیا۔

"میرا اتنا احساس کرنے والا بیٹا، اللہ سلامت رکھے ساری خوشیاں ملیں میرے بیٹے کو...... ماہین پچھتائے گی تمہیں کھو کر۔" عائشہ بیگم ارسل کے بالوں میں محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"اس نے مجھے پایا ہی کب ہے جو کھو کر پچھتائے گی۔ اور وہ مجھے جانتی ہی کہاں ہے کہ اسے میرے کھونے کا احساس بے کل کرے گا۔" ارسل مجروح سی ہنسی ہنس کر بولا۔

"مجھے بہت افسوس ہے ماہین پر، باتیں اور خواب تو اس [illegible] کی کل سے آئی ہوئی پٹ کے یہاں [illegible] میرے بچا [illegible] بیٹے نے مکان بیچ دیا اور خود دبئی [illegible] کے مکان بیچا تھا، عمیر اور اس کی بیوی [illegible] کا بھینا وہ بھر کر رکھا تھا اب عمیرا اپنے ماں باپ اور بہن کی ذمہ داری سے ہاتھ اٹھا کر ہمیشہ کے لیے دبئی چلا گیا ہے اور میرے بچا چچی کا اس گھر میں حصہ بھی نہیں ہے کیونکہ برسوں پہلے حساب لگوا کے اس مکان میں جتنا حصہ ان کا بنتا تھا وہ تمہارے ابو نے کیش رقم کی صورت میں زبیر بھائی کو دے دیا تھا قرض لے کر دیا تھا تمہارے ابو نے اپنے بھائی کو پیسہ، ہم نے تنگی کے دن گزارے تھے صرف اس گھر کی چھت کے لیے کہ یہ گھر ہمارا ہو جائے۔"

"میں سب جانتا ہوں امی۔" ارسل سنجیدگی سے بولا۔

"سب جانتے ہو تو آئینہ کیوں نہیں دکھایا ماہین کو بتایا ہوتا اسے کہ اس گھر میں اس کے والد کا کوئی حصہ نہیں ہے جو وہ یوں اکڑ کے اترا کے پھرا کرتی ہے بھائی سمجھ کر بخوشی رکھا ہوا ہے تمہارے ابو نے ان سب کو کتنا عرصہ ان سب کا کھانا پینا ہماری طرف رہا کیونکہ ہم نے انہیں اپنا سمجھا اور ماہین کا بھائی اسے اور اس کے ماں باپ کو بے گھر کر کے چلا گیا تھا یہ چھت یہ گھر ہم نے انہیں مہیا کیا کہ اس کا اپنا بھائی تو سر سے چھت اور پیروں تلے سے زمین کھینچ کر لے گیا تھا۔ پھر بھی محترمہ ماہین کے مزاج نہیں ملتے۔ میرے بیٹے کا تمسخر اڑاتی ہے اپنی حالات پر نظر نہیں جاتی اس کی۔" عائشہ بیگم غصیلے لہجے میں بولیں تو ارسل حیرت سے بولا۔

"امی...... کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ مجھے حیرت ہو رہی ہے آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں، آپ تو ہمیشہ درگزر کرنے اور تحمل سے پیش آنے کا سبق دیتی آئی ہیں، ہمیں اب کیا ہوا؟"

"جب بات اپنے جگر گوشے اپنی اولاد پر آتی ہے ناں تو ہر ماں اسی طرح محسوس کرتی ہے۔"

"امی اس کے خواب دیکھنے کی عمر ہے، اس کا حق ہے اپنی پسند اور مرضی کا شریک زندگی چننے کا، اپنے خوابوں کو پورا کرنے کا راستہ ڈھونڈنے کا۔" ارسل نے سنجیدگی سے انہیں سمجھایا۔

"چلو مانا، وہ کرے اپنے خوابوں کی تکمیل کی کوشش مگر اونچے خواب دیکھنے کا مطلب یہ کب سے ہو گیا کہ وہ دوسروں کی یعنی میرے بیٹے کی انسلٹ کرے اس کا مذاق اڑائے۔ اس نے تم سے شادی نہیں کرنی تو نہ کرے ہم کون سا مرے جا رہے ہیں اسے اپنی بہو بنانے کے لیے، انسان کو اپنی حیثیت دیکھ کر بات منہ سے نکالنی چاہیے۔"

"امی......"

"کان کھول کر سن لو ارسل اگر ماہین کا یہی خیال ہے اس رشتے اور تمہارے بارے میں تو میں بھی اسے اپنی بہو نہیں بناؤں گی۔ ایسی لڑکی جس کا دماغ ساتویں آسمان پر ہو قدم ہوا میں معلق ہوں اور ہوائی قلعے بنانے میں مصروف رہتی ہو، رشتوں اور پیسوں میں تمیز نہ کر سکے، محبت اور دولت میں سے دولت کو اپنانے کی خواہاں ہو ایسی خودغرض اور مادہ پرست لڑکی میری بہو نہیں بن سکتی...... اور تم بھی بتا دو اسے کہ اس کے بھائی نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور اس گھر میں ان کی کیا حیثیت ہے، ان کا نہ حقوق نہیں ملیں گے انہیں یہاں، ہم تو اسے اپنے گھر کی عزت بنانا چاہتے تھے مگر اسے تو...... خیر دفع کرو۔" عائشہ بیگم جلے دل کے ساتھ غصے میں بولتی چلی گئیں۔

"امی میں ماہین سے ایسی کوئی بات نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ کہیے گا وہ بے خبر ہے اپنے خاندان کے ساتھ ہونے والی اس ٹریجڈی سے تو اسے بے خبر ہی رہنے دیں، اس کے خواب بکھر جائیں گے، اس کا مان، بھرم اور غرور پاش پاش ہو جائے گا، وہ خود سے نگاہ نہیں ملا پائے گی شرمندگی سے اس کا سکون غارت ہو جائے گا اور میں ایسا نہیں چاہتا...... اس کا غرور اور بھرم قائم رہے اور وہ اعتماد سے ہم سے میل جول رکھے بس...... اور کوئی اسے مجھ سے شادی کرنے کے لیے مجبور نہ کرے...... پلیز امی، ہمیں اس کے خوابوں کو

عزت دینا ہے اس کا مذاق نہیں اڑانا یہ میری آپ سے درخواست ہے۔" ارسل نے نہایت سنجیدہ مگر ملتجی لہجے میں کہا۔

"ارسل......" عائشہ بیگم اس کی ماہین کے لیے فکر اور محبت پر حیرت زدہ رہ گئیں۔

"جی امی...... ماہین کی خوشی ہی میری خوشی ہے۔"

ارسل یہ کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا۔

◉......☾......◉

"امی مجھے ارسل کا رشتہ قبول ہے آپ چاہیں تو منگنی کی بجائے نکاح کروا دیں مجھے کوئی اعتراض نہیں اس رشتے پر۔" ماہین نے تمنا بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہیں......! یہ اچانک سے کایا کیسے پلٹ گئی؟ کل تک تو تم یہ شادی نہ کرنے کے لیے بضد تھیں اور آج راضی ہوگئیں یہ تبدیلی ایک دن میں کیسے آ گئی؟" تمنا بیگم سبزی کاٹتے ہوئے بولیں۔

"ضد ٹوٹنے میں کون سی دیر لگتی ہے اور تبدیلی تو اچانک ہی آیا کرتی ہے بڑے فیصلے بعض اوقات بہت چھوٹی سوچ اور منزلوں کو روند کر کیے جاتے ہیں ماننے اور نہ ماننے میں ایک لفظ کا ہی تو فرق ہے اور غرور تو ہوتا ہی ٹوٹنے کے لیے ہے وہ کہتے ہیں ناں کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے‘ کسی نے نیچا ہونے سے بچالیا‘ اپنے ساتھ ساتھ اس کا بھرم بھی تو رکھنا ہے۔" ماہین پُرسوچ لہجے میں سنجیدگی سے بولی۔

"پتا نہیں کیا باتیں کررہی ہو تم ارسل سے شادی کے لیے مان گئی ہو راضی ہو میرے لیے یہی کافی ہے‘ بس اب نکاح ہی ہوگا تمہارا کیا بھروسہ پھر سے اپنے خوابوں کی نیا میں سوار ہو جاؤ اور ہماری لٹیا ڈبو دو۔" تمنا بیگم نے تیزی سے کہتے ہوئے سبزی کے چھلکے شاپر میں ڈالے۔ ماہین ٹوٹے خوابوں‘ خواہشوں کے کانچ کی چبھن اپنے دل اور آنکھوں میں محسوس کررہی تھی۔ ماہین نے اتفاقاً ارسل اور عائشہ بیگم کی باتیں سن لی تھیں اور یہی وجہ تھی اس کے فیصلے میں اچانک تبدیلی کی‘ اس کے والدین نے اس سے [illegible]

آن کا خون کرکے بھائی کے گھر رہنے پر مجبور ہو سکتے تھے تو کیا وہ اپنے خوابوں کا خون نہیں کرسکتی تھی؟ اپنے خوابوں کی قربانی دے کر وہ اپنے ماں باپ کے سر سے اپنے فرض کا بوجھ تو اتار سکتی تھی۔ آخر آج تک انہوں نے بھی تو اس کی ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھا تھا۔

اور ارسل سے شادی گھاٹے کا سودا تو نہیں تھا۔ ماہین کے دل میں ارسل کی محبت اور عزت ایک پل میں آن بسی تھی۔ وہ جو اس کی خوشی چاہتا تھا اس کا مان‘ بھرم‘ غرور اور اٹھا ہوا سر برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ اسے شرمسار نہیں دیکھنا چاہتا تھا‘ اسے اس کی اوقات نہیں بتانا چاہتا تھا‘ بھلا اس شخص سے ماہین محبت کیسے نہ کرتی‘ وہ محبت کی دولت لیے اس کا منتظر تھا اور وہ روپے پیسے کی دولت کے پیچھے اس محبت کو گنوانے کی بے وقوفی کرنے چلی تھی۔ اس دولت کی خاطر جس نے اس کے سگے بھائی کو ماں باپ کو دھوکہ دینے اور بہن کو نظر انداز کرنے پر مجبور کردیا تھا۔

"لعنت ہے ایسی دولت اور جائیداد پر جو خون کے رشتوں کو خوار ہونے کے لیے چھوڑ دے‘ اپنوں کو غیر بنادے اور رشتوں کی پہچان بھلادے۔ میں ارسل سے شادی کروں گی اور اس کی محبت کی دولت سے اپنے گھر کو جنت بناؤں گی ان شاءاللہ...... مجھے یقین ہے ارسل کی حق حلال کی کمائی مجھے کبھی کم نہیں پڑے گی اور میرے سارے خواب ارسل کے ساتھ اپنی تعبیر پالیں گے ان شاءاللہ۔"

ماہین نے دل میں سوچا‘ نماز ادا کرکے رو رو کے اللہ سے ارسل کا دل دکھانے کی معافی مانگی اور اپنے بہتر مستقبل اور ارسل کے ساتھ خوشگوار شادی شدہ زندگی کی دعائیں مانگیں۔

◉......☾......◉

"عید کے روز تمہارا اور ماہین کا نکاح ہے بیٹا...... تیاری کرلینا۔" افتخار عمر نے افطاری کے وقت ارسل کو دیکھتے ہوئے انکشاف کیا تو وہ حیران رہ گیا۔

"ماہین راضی ہے اس نکاح کے لیے؟" ارسل نے سوال کیا۔

"[illegible] بھی راضی ہیں اس نکاح کے لیے [illegible]"

"[illegible] بھی راضی تھے آپ کی بھتیجی کو ہی اس [illegible]" عائشہ بیگم بولیں۔

"[illegible] ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی میں نے ماہین [illegible] ہے آج اسے ہمارے اس فیصلے پر کوئی [illegible]" افتخار نے سنجیدگی سے بتایا۔ وہ دونوں [illegible]۔ ماہین کے راضی ہونے پر۔

"ظاہر ہے اب وہ آپ کو تو انکار نہیں کرے گی ناں [illegible] لاڈلا تو باقی ہے ابھی اس میں۔" عائشہ بیگم نے منہ [illegible] کر کہا۔ ارسل بے یقینی کے عالم میں تھا۔

"ارسل کی ماں تم ناحق اس بچی سے بدگمان ہورہی ہو وہ بہت سلجھی ہوئی اور نیک لڑکی ہے‘ بس ذرا شوخ و شریر ہے اس عمر میں لڑکیاں ہوا ہی کرتی ہیں۔ تم بیکار کی باتیں اپنے دل و دماغ سے نکال دو اور نکاح کی تیاری شروع کرو‘ بہت کم وقت ہے ہمارے پاس۔" افتخار عمر اپنی بات مکمل کرکے نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے مسجد چلے گئے۔

◉......☾......◉

ماہین بیٹی...... سچ بتانا تم نے ارسل سے شادی کے لیے ہاں کیسے کردی تم تو ارسل کو انکار کرچکی تھیں؟" عائشہ بیگم پہلی فرصت میں ماہین سے پوچھنے چلی آئیں۔

"تائی جان‘ وہ انکار میری نادانی تھا‘ مجھے احساس ہوگیا کہ اصل دولت تو محبت اور ہم سے جڑے رشتے ہوتے ہیں ہمارے خواب اگر ہمیں ہمارے رشتوں اور محبتوں سے دور کردیں تو ایسے خوابوں کو آنکھوں سے نوچ کر پھینک دینا چاہیے۔ آپ میرا یقین کیجیے تائی جان‘ میں پورے دل سے اس رشتے کو نبھاؤں گی میری باتوں سے اگر آپ کی دل آزاری ہوئی ہو تو پلیز آپ مجھے معاف کردیجیے۔" ماہین نے انہیں دیکھتے ہوئے ایمان داری سے جواب دیا۔

"میں نے تمہیں معاف کیا‘ جیتی رہو اور تم بھی یقین رکھو کہ میرا ارسل تمہیں بہت محبت سے بسائے گا۔" عائشہ بیگم کے دل میں ماہین کے لیے جو غصہ اور بیزاری تھی وہ

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل کراچی
ماہنامہ حجاب کراچی

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کریں گے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 850 روپے

امریکا‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
8000 روپے

مڈل ایسٹ‘ ایشیائی‘ افریقہ‘ یورپ کے لیے
7000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ‘ منی آرڈر‘ منی گرام‘ ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216

موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242

رابطہ: طاہر احمد قریشی......0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز

کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز‘ عبداللہ ہارون روڈ‘ کراچی۔
فون نمبر: +922-35620771/2

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
Info@aanchal@com.pk

اس کے اس اعتراف اور معافی نے دور کردی تھی انہوں نے بھی دل سے اسے معاف کردیا تھا۔

ادھر ارسل حیران پریشان تھا ماہین کے راضی ہوجانے پر‘ گھر میں ان دونوں کے نکاح کی تیاریاں عید کی تیاریوں کے ساتھ جاری تھیں آج انتیسواں روزہ تھا امید تھی کہ عید کا چاند نظر آجائے گا ارسل بھی مغرب کی نماز ادا کرتے ہی اوپر چھت پر چاند دیکھنے چلا آیا‘ ماہین پہلے ہی چاند دیکھ کر دعا مانگ رہی تھی اسے چاند نظر آ گیا تھا۔

”کیا ہے یہ سب؟“ ارسل نے اس کی دعا ختم کرتے پر فوراً سوال کیا وہ اسے اپنے سامنے پاکر نروس ہی ہوگئی۔

”یہ..... چاند میری عید کا۔“ ماہین نے سنبھل کر چاند کی طرف دیکھ کر اسے جواب دیا۔

”مجھ سے نکاح پر کیوں راضی ہوئیں؟“ ارسل نے بھی دوٹوک بات کی۔

”دل راضی ہوگیا تھا اس لیے ہاں کردی۔“ ماہین نے خود کو اس کے سوالات کے لیے تیار کرتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

”دل کیوں راضی ہوگیا اچانک مجھ غریب پر یہ مہربانی کرنے کے لیے؟“ ارسل کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں اس کے تاثرات سے اس کے دل کی سچائی‘ بات کی سچائی جاننے کی کوشش کررہا تھا۔

”دل تو پتا نہیں کب سے راضی تھا‘ بس مجھے ہی ادراک دیر سے ہوا۔ میں تو تمہیں چڑا رہی تھی دیکھ رہی تھی کہ تم بھی عام مردوں جیسے تو نہیں ہو صرف محبت کے دعوے کرنے والے لڑکی کے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر فساد برپا کرنے والے۔“ ماہین نے بات بڑے طریقے سے بناتے ہوئے کہا تاکہ وہ جان سکے کہ اس نے اس کی اور تائی جان کی باتیں سن کر خود کو ٹٹولا تھا‘ نہ اس کی نظروں میں احسان مندی کا بار لے کر حاضر رہے نہ اپنا بھرم گنوائے نہ اس جذبے کو ارسل اس کی مجبوری سمجھ کر پیچھے ہٹے۔

”اچھا..... اور وہ تمہارے خواب‘ بنگلہ‘ کار‘ دولت کی ریل پیل تم تو یہ سب چاہتی تھیں ناں اپنی زندگی میں اور امیر شخص سے شادی کرنا چاہتی تھیں تو اب مجھ غریب سے شادی کے لیے کیوں تیار ہوگئیں؟“ ارسل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”تم کہاں غریب ہو؟ تمہارے پاس تو سب سے زیادہ دولت ہے اسی لیے تو میرا دل نکاح کے لیے راضی ہوا۔“

”کیا مطلب..... ! کس دولت کی بات کررہی ہو تم؟“ ارسل اس کی باتوں پر مسلسل حیران ہورہا تھا۔

”محبت کی دولت ہے ناں تمہارے پاس۔“

”ہاں۔“

”تو مجھے نہیں دوگے کیا؟“

”اس سے تمہارے خواب پورے نہیں ہوں گے گاڑی‘ بنگلے والے؟“ ارسل نے واضح کیا۔

”ہوجائیں گے کیونکہ مجھے یقین ہے تم بہت ترقی کروگے۔“

”نہ کرسکا ترقی تو؟“

”تو بھی یقین ہے کہ تم مجھے بھوکا نہیں رکھوگے۔“

”ساری زندگی اس گھر میں گزار لوگی؟“

”خوشی سے۔“ ماہین مسکراتے ہوئے بولی۔

”کیوں؟“ ارسل ہر طرح سے اپنی تسلی کرنا چاہ رہا تھا کہ کہیں اس نے یہ فیصلہ بڑوں کے دباؤ میں آکر نہ کیا ہو۔

”کیونکہ محبت ہوگئی ہے مجھے تم سے اور محبت کو محبت ہی درکار ہوتی ہے جینے کے لیے‘ محلوں کو حاصل کرکے بھی سونے کے لیے تو ایک بستر ہی چاہیے ہوتا ہے‘ میز پر دنیا بھر کے پکوان سجے ہوں تو بھی ہم اتنا ہی کھا سکتے ہیں جتنا ہماری ضرورت ہو۔ ایک وقت میں‘ ایک لباس ہی زیب تن کرسکتے ہیں ناں پھر سینکڑوں ملبوسات سے وارڈروب بھر کے کیا کمال کریں گے‘ اصل خوشی تو دل کی ہے جو محبت سے ملتی ہے‘ محبت نہ ملے تو دولت اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔“ ماہین نے اسے دیکھتے ہوئے دل سے کہا۔ ارسل

[illegible] اچھا۔

”تم مجھے مجبور کررہی ہو؟“ ارسل نے [illegible] کہا۔

”میں مجبور نہیں کررہی؟ اگر کررہی ہوں تو آپ کو بھی حق حاصل ہے اس رشتے سے آپ انکار کرسکتے ہیں ہاں مگر...“ ماہین نے بات ادھوری چھوڑی۔

”مگر کیا؟“

”ایک احسان ضرور کردیجیے مجھ پر۔“

”کیسا احسان؟“

”میں نے اپنی باتوں اور رویے سے آپ کی بہت دل آزاری کی ہے آپ کو ہرٹ کیا تھا‘ پلیز اس کے لیے آپ مجھے معاف کردیں۔“ ماہین نے ندامت آمیز لہجے میں کہا اور ایک دم سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔ ارسل اس کی اس حرکت پر سٹپٹا گیا۔

”کیا کررہی ہو پاگل ہوگئی ہو کیا؟ آئندہ ایسی حرکت مت کرنا ورنہ.....“ ارسل نے اس کے ہاتھ پکڑ کر جوڑے ہاتھ کھول دیے اور ڈانٹتے ہوئے بولا۔

”ورنہ کیا؟“ ماہین نے ہراساں ہوکر دیکھا۔

”ورنہ کبھی معاف نہیں کروں گا۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

”ابھی تو معاف کردیں ناں۔“

”کردیا معاف‘ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تم سے شادی کرلوں گا۔“ وہ اسے ستانے کے لیے بولا۔

”آپ نے مجھے معاف کردیا میرے لیے یہی خوشی بہت ہے۔“ ماہین دل کی بے کلی کو چھپا کر مسکراتے ہوئے بولی۔

”پاگل..... ماہین اب اتنی اچھی بھی مت بنو کہ مجھے تم سے پھر سے پیار ہوجائے۔“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

”پھر سے مطلب؟ پہلے جو ہوا تھا وہ ختم ہوگیا تھا میرے انکار سے؟“ ماہین نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”پیار کبھی ختم نہیں ہوتا بڑھتا ہے‘ پھلتا پھولتا ہے اگر اسے دل سے کیا جائے تو اور آج تم نے میرے دل میں اپنے اس پیار میں مزید اضافہ کرلیا ہے۔“

”سچی..... !“ ماہین خوش ہوکر بولی۔

”سچی کی بچی..... یہ بتاؤ ابھی بھی سنجیدہ ہوا.....“ وہ اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

”میری آنکھوں میں دیکھ لیں۔“

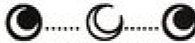
”ان میں تو پیار ہے۔“ ارسل اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے خوشی سے بولا۔

”اب بھی آپ کو انکار ہے؟“

”نہیں‘ تم تو اس ماہ رمضان کے اختتام پر ملنے والا انعام ہو میرے لیے۔ چاند رات مبارک ہو میرے چاند کو۔“ ارسل نے اس کے چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”خیر مبارک۔“ ماہین شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے بولی وہ اس کی اس شرمیلی ادا پر دل وجان سے نثار ہوگیا۔ عید کا چاند ان کے اس ملن پر مسکرا رہا تھا۔

چاند میری عید کا
خوشیوں بھری دید کا
شکر ہو ہزار بار
اس حسین نوید کا
چاند میری عید کا“



تیری زلف کے سر ہونے تک

افشاں اصغیر احمد قسط نمبر 23

رات بھی، تیرا دھیان بھی ہم بھی
چاند بھی، آسماں بھی، ہم بھی
ایک سچ، ایک جھوٹ، ایک واہمہ
وہ بھی، ان کا گمان بھی، ہم بھی



گزشتہ قسط کا خلاصہ

نوفل اور لاریب کی منگنی سامعہ سے برداشت نہیں ہوتی ہے اور نوفل کی ذات کو نشانہ بنا کر اس کے کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتی ہے نوفل اس کی سازش کو ناکام بنا دیتا ہے لیکن وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے پر آمادہ نہیں ہوتی جب ہی زرقا بیگم سے نوفل کی کسی لڑکی سے دوستی کا ذکر کرتی ہے ساتھ ہی وہ لاریب کو بھی تمام بات بتا کر اس کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ پیارے میاں سودہ کے انکار سے گھبرا کر زید کے پاس آتے ہیں تاکہ اپنی اور سودہ کی شادی میں حائل رکاوٹیں دور کرسکیں اسے علم ہوتا ہے کہ سودہ کو صرف زید ہی منا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پاکستان میں رہ کر ہی جاب کرنے کی حامی بھرلیتا ہے۔ ایسے میں زید کڑے دل سے گزرتا سودہ کو سمجھانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ یوسف جوانی اور دولت کے نشے میں چور نوریہ کی ہر بات ماننے سے انکار کرتا ہے اور جہاں آرا اور اسے ہراساں کرنے کی خاطر ان کی قبریں کھدوا کر انہیں زندہ دفن کرنے کا ارادہ کرلیتا ہے جہاں آرا اور نوریہ مارے خوف کے کانپ اٹھتی ہیں اور یوسف کی ہر بات ماننے پر ملک چھوڑنے پر بھی آمادہ ہوجاتی ہیں، مگر یوسف انہیں کسی دوسرے موقع پر اطہر گاؤں بھیج دیتا ہے مگر وہ دونوں وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوجاتی ہیں۔ لاریب سامعہ سے بدتمیزی کرنے پر نوفل سے معافی کا تقاضا کرتا ہے ایسے میں نوفل اس کے رویے پر بھڑک اٹھتا ہے۔ سامعہ نوفل کے سامنے شرمندگی محسوس کرتی ہے اور لاریب پر ہاتھ اٹھا جاتی ہیں جب کہ لاریب اپنی یہ تحقیر بھول نہیں پاتا۔ انشراح اپنی ذات کی تحقیر برداشت نہیں کرپاتی، جب ہی نوفل کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتی ہے، نوفل اس کے تلخ رویوں کی باز پرس کرتا ہے تو وہ اسے مذاق کا نام دے کر ٹال دیتی ہے، جبکہ نوفل اس کے رویے پر الجھن کا شکار ہوجاتا ہے۔ زید سودہ کی شادی کی تیاری میں پیش پیش ہوتا ہے اور اپنے جذبوں کو خود ہی روند دیتا ہے سودہ کی شادی کے روز اچانک اس کی حالت خراب ہوجاتی ہے اور وہ رخصتی کے وقت وہاں پہنچنے سے قاصر رہتا ہے۔ ایسے میں عمرانہ اور زید کے درمیان اس کی حالت کو لے کر جھگڑا ہوتا ہے۔ عمرانہ سودہ سے زید کی جان چھوٹ جانے پر خوش نظر آتی ہیں اور اپنے بیٹے کی خراب حالت کو بھی نظر انداز کردیتی ہیں۔

اب آگے پڑھیے

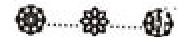
❁……❁……❁

زندگی میں وہ کبھی نہیں رویا تھا حالانکہ رونے کے ایسے کئی مواقع آئے تھے جب آنسوؤں میں پانی نہیں خون جم گیا تھا اور آنسو خون کے آنسو بن گئے تھے۔ ماں باپ کے درمیان ہونے والی کٹھن جدائی، باپ کی دوسری شادی اور گھر سے علیحدہ رہنا، باپ کی شادی کے بعد ماں کا ذہنی بیماریوں کا شکار ہونا...... چھوٹی بہن کی احساس کمتری دور کرنے کے لیے بھائی و باپ کی شفقت دینا۔ بہت کم عمری میں اسے عمر سے بڑے بڑے فیصلے کرنے پڑے تھے اور تب ہر آنسو اس نے دل میں ہی گرا لیے تھے ایک بھی آنسو آنکھ میں نہ آنے دیا تھا بہت بہادر تھا ہمت و حوصلے کی چٹان بنا ہوا تھا، کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ کب اس چٹان میں دراڑیں پڑنا شروع ہوئیں محبت کی دیمک نے کب سے کھوکھلا کرنا شروع کردیا تھا؟ اس کھوکھلے پن کا احساس ابھی ہوا جب اس کی ذات کی چٹان بھربھری مٹی کی مانند مسمار ہوگئی تھی۔

”سو...... دہ......!“ وہ آنسوؤں کے درمیان پکار اٹھا۔

”میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں...... وہ سب جو کبھی کہہ ہی نہ سکا...... وہ سب جو ممی کی دل آزاری کے خیال سے دل میں ہی رہ گیا...... ممی کو خوف تھا پپا نے انہیں دھوکہ دیا ہے کہیں میں بھی انہیں نہ چھوڑ دوں اور میں نے ماں کی محبت پر اپنی محبت قربان کرنے کو ترجیح دی مجھے اعتراف ہے شروع شروع میں مجھے تم سے نفرت اور بے حد چڑ تھی ممی کہتی تھیں پپا تم سے محبت کرتے ہیں تمہاری خاطر ہی گھر آتے ہیں...... جب تک شعور بیدار نہ ہوا تھا تب تک ممی کی ہر بات درست لگا کرتی تھی مجھے لگتا تھا پپا مجھ سے اور مائدہ سے بالکل بھی پیار نہیں کرتے اور ہمارے حصے کا پیار بھی وہ تم پر لٹا دیتے ہیں اور یہ سوچ گویا آگ کی طرح لپیٹ میں لے لیا کرتی

تھی اور دل کرتا تھا تمہیں جان سے ماردوں...... جب ہمارے باپ کا پیار ہمارے لیے نہیں ہے پھر تمہارے لیے کیوں ہو...... یہ وقت وہ تھا جب میں مما کی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور ان کے ہی کانوں سے سننے کا عادی تھا اور وقت گزرتا گیا ادراک براجمان ہونے لگا شعور بھی دستک دے چکا تھا' پہلی بار دل گداز اس وقت ہوا جب منور تایا کے فرینڈ کی فیملی کے بچے تمہارے پاس کو چنگ کے لیے آئے اور میں جو سدا کا خوددار و جذباتی تھا' یہ سمجھا تم پیسوں کے لیے بچوں کو پڑھا رہی ہو اور یہ خیال زبردست تازیانہ بن کر لگا اور پھر غصے میں' میں بولتا چلا گیا تھا گو کہ پپا نے تمہاری حمایت میں میری کافی بے عزتی کی تھی...... لیکن پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ وقتی غصہ اترنے کے بعد مجھے احساس ندامت نے گھیر لیا تھا کہ مجھے کوئی حق نہیں ہے تمہاری اس طرح تذلیل کرنے کا اس گھر میں جتنا حق میرا ہے اتنا تمہارا بھی ہے...... اس کے بعد احساسات کا سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا تھا۔ وہ بارش والی رات جب مما اور مائدہ رضوانہ خالہ کے گھر ٹھہرنے کے ارادے سے گئی تھیں اور اتفاقاً گھر کے دیگر لوگ دادی کی بہن کے گھر اچانک بارش ہو جانے کے باعث رک گئے تھے اور تایا جان نے کال کرکے کہا تھا کہ میں فوراً گھر پہنچوں تم تنہا اس موسم میں خوف زدہ ہوگی۔ میں جو کسی صورت تمہاری پروا کرنے والا نہ تھا نا معلوم کیوں جنید کے ساتھ ڈنر ادھورا چھوڑ کر فوراً چلا آیا تھا اور گھر آیا تو اندھیرے نے استقبال کیا تھا۔ طوفانی بارش تھی' بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج نے اودھم مچایا ہوا تھا اور میں ٹارچ کی روشنی میں تمہیں آوازیں دیتا ہوا ڈھونڈ رہا تھا۔ بہت تلاش کے بعد تم اندھیرے میں کس حال میں بیٹھی ہوئی ملی تھیں' اف...... کیا لمحہ تھا وہ بھی گھٹنوں میں چہرہ چھپائے' کانوں میں انگلیاں ٹھونسے تم کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگ رہی تھیں اور جب میرے قریب سے پکارنے پر تم نے چہرہ اوپر کیا تھا تو میں تمہارا شدت گریہ زاری کے باعث سرخ و بھیگا چہرہ دیکھ کر سچ مچ ششدر رہ گیا تھا۔ بہت حیرت ہوئی تھی مجھے بھلا اس دور میں بھی کوئی اس طرح ایسے موسموں سے ڈرتا ہے۔ آج کل کی لڑکیاں ڈر و خوف سے بہت دور ہیں اور اسپیشلی بارش کو خوب انجوائے کرتی ہیں۔ تم ہر طرح سے عجیب و نا سمجھ میں آنے والی لڑکی تھیں۔ مائدہ نے شاپنگ مال میں گمشدہ ہونے کا ڈرامہ رچایا تھا اور تم نے جس طرح اس کی پردہ پوشی کی ہر فرد سے اس حرکت کو چھپایا اور کبھی مجھے یا مائدہ کو یہ احساس تک نہ ہونے دیا کہ وہ کیا کر بیٹھی تھی...... باہر کی خوب صورتی کو میں نے کبھی اہمیت نہ دی اور تمہارے اندر کی روشنی قطرہ قطرہ پھیل رہی تھی اور میں گرویدہ ہوتا جا رہا تھا۔ مما کہتی تھیں تم جادوگرنی ہو رفتہ رفتہ پتہ چلا تم احسان فراموش تھیں نہ تم نے ہمارے حق احسان فراموش ہو ان کے بچوں کے حق پر ڈاکہ ڈالتی ہو...... جادوگرنی ہو رفتہ رفتہ پتہ چلا تم احسان فراموش تھیں نہ تم نے ہمارے حق پر ڈاکہ ڈالا تھا مما نے خود ہی ہمیں پپا سے دور کر دیا تھا' رات و دن ان کے خلاف بھڑکا کر دل میں نفرت و بغاوت کی ایسی آگ لگائی تھی کہ جس کو شعور نے ٹھنڈا کیا تھا۔ تمہاری بے لوث خدمت' پُر خلوص محبت و بے غرض ایثار نے ازبر کر دیا کہ جس انسان میں یہ شاندار خوبیاں ہوں۔ اسے کسی جادو و سحر کی ضرورت نہیں ہوتی' اصل جادو اخلاق و خلوص ہوتا ہے جس کے اثر میں' میں آتا ہی چلا گیا تھا اور دوسری وجہ مما کا ایٹی ٹیوڈ تھا ہر لمحہ گھر میں میری موجودگی میں وہ تم پر نگاہ رکھا کرتی تھیں نا معلوم تم سے انہیں کیا خوف تھا...... ایک ڈر جو ہر پل انہیں لگا کرتا تھا...... کہ تم کسی نہ کسی طرح اپنا بنا لوگی' مجھ پر دسترس حاصل کر جاؤ گی...... ہر روز کوئی نہ کوئی نیا خیال انہیں بے کل کیے رکھتا اور وہ نادانستگی میں تم سے دور کرنے کے چکر میں مجھے تم سے قریب کرتی چلی گئیں۔ یہ انسانی فطرت کا کمال ہے جس سے ہمیں دور رکھنے کی سعی کی جاتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا کوئی بے جان شے ہمارے اندر کا اضطراب و تجسس اسے حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے۔ مجھے پتہ ہی نہ چلا تھا نفرت نفرت کی تکرار کرتا میرا دل کب محبت محبت پکارنے لگا اور جب اس پکار کا مجھے احساس ہوا تو بہت دیر ہو چکی تھی...... تم راتوں رات دشمن کی فوج کی مانند میرے دل کی سلطنت تاراج کر کے اپنی حکومت قائم کر چکی تھیں۔"



"جوانی ہمیشہ نفس کے گھوڑے پر سوار آتی ہے اگر اس پر ضمیر کا کوڑا اچانک وقتاً فوقتاً برستا نہ رہے تو پھر اس کی سرکشی و منہ زوری اسی طرح گناہوں کی دلدل میں لا پھینکتی ہے۔" بابا صاحب نے اٹھ کر جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر ان کی طرف بڑھایا۔ یوسف

[illegible] جو شدت پیاس سے بے تاب ہو رہے تھے......

[illegible] انہوں نے گلاس کی طرف دیکھا بھی نہ تھا بس وہ [illegible] بادلوں کی مانند برس رہی تھیں۔ [illegible] بالکل اسی انداز میں جس انداز میں آج سے بیس اکیس سال قبل نوریہ رو [illegible] کی بھیک طلب کر رہی تھی...... لیکن اس وقت وہ حاکم تھے ہر اختیار انہیں میسر [illegible] معاف کر دیں یا سزا دیں...... کون حساب لینے والا تھا؟ اس وقت انہوں نے وہ ہی کیا جو ایک کم [illegible] ضمیر مرد کیا کرتا ہے۔ جس پر نہ انہیں کوئی پچھتاوا تھا نہ ہی شرمندگی اور ایک عرصے تک وہ اسی حاکمیت میں زندہ [illegible]

"[illegible] اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے یہ دوا بھی ہے اور شفا بھی ہے حیات جاوداں اس کی ہی مرہون منت ہے۔ رب کی [illegible] نہیں ہے اس جہان فانی میں۔" انہوں نے اپنے ہاتھوں سے آگے بڑھ کر گلاس ان کے لبوں سے لگایا' [illegible] ان کے لہجے میں گداز و حلاوت میں کمی نہ آئی تھی۔ سارا پانی اپنے ہاتھوں سے یوسف کو پلایا۔

"[illegible] وہ کیا گئی...... میرا سکون' چین و آرام میری خوشیاں سب ساتھ لے گئی' اس کے لبوں سے نکلنے والی ہر بدعا [illegible] کو پہنچی تھی' اس کے بعد پھر کوئی عورت میری تنہائی کی ساتھی نہ بنی' ایک ناجائز اولاد کو قتل کرنے کی سزا مجھے ایسی ملی [illegible] ساری زندگی ہی جائز اولاد کے لیے ترستا رہا ہوں۔" وہ بھرائے لہجے میں گویا ہوئے پھر ایک دم اٹھ کر ان کے قدموں میں [illegible] لہجے میں گویا ہوئے۔

"[illegible] یہ بوجھ اپنے دل پر لے کر بیٹھا ہوں' اس خوف سے کسی سے شیئر نہ کیا کہ لوگ مجھ سے نفرت کریں گے' میرا [illegible] کریں گے' لیکن آپ نے ایسا کچھ نہیں کیا' آپ کے انداز میں کوئی بدلاؤ نہیں آیا۔ لوگ ایسی حرکت پر باتوں [illegible] کرتے ہیں۔"

"[illegible] تمہارا ضمیر کر رہا ہے...... پھر مجھ سمیت کسی کو کرنے کی کیا ضرورت ہے...... ضمیر کی سزا ہر سزا سے بڑھ کر اذیت ناک [illegible] انسانی ہاتھ و زبان تھک کر رک جایا کرتے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ دھول بھی پڑ جایا کرتی ہے لیکن ضمیر نہ تھکتا ہے نہ [illegible] کے پیچھے لگا تا چلا جاتا ہے اور تائب کی منزل پر پہنچا کر چھوڑتا ہے۔" وہ انہیں اٹھا کر اپنے قریب بیٹھا کر زم روی [illegible]

"نوریہ کے جانے کے بعد معلوم ہوا میں دل کی گہرائیوں سے اسے چاہتا ہوں۔ حمرہ سے میں نے لو میرج کی تھی اور نوریہ کے [illegible] کے بعد معلوم ہوا حمرہ تو دل کے کسی ایک گوشے میں بھی نہیں ہے ہر سو نوریہ ہی نوریہ ہے۔"

"کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے مقدر خود چل کر ہمارے در پر آتا ہے اور ہم ذاتی افتخار میں اسے ٹھوکر مار دیتے ہیں۔"

"بابا صاحب بہت ڈھونڈا ہے میں نے اسے...... مگر نہیں ملی۔"

"کیا تمہیں یقین ہے وہ زندہ ہوگی؟"

"جی...... مجھے یقین ہے وہ زندہ ہے۔"

"کس یقین سے کہہ رہے ہو؟" وہ دھیمے سے مسکرائے۔

"میرا دل کہتا ہے وہ زندہ ہے۔" آہستگی سے گویا ہوئے۔

"ابھی بھی دل کی مانتے ہو؟" انہوں نے بغور ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ "یہ دل اس وقت کیوں نہیں بولا تھا جب تم نے خود اسے [illegible] کیا تھا۔" ان کی نظریں جھک گئیں۔

"دل تو کبھی کبھی دھوکہ دے جاتا ہے' دماغ بہت کم ساتھ چھوڑتا ہے۔ خیر...... یہ بتاؤ' تمہیں گمان ہے کہ اس عورت نے تمہارا

بچہ مار دیا ہوگا؟ زندہ بھی ہوسکتا ہے وہ۔"

"جہاں آرا ایسا کام نہیں کرے گی' نوریہ اس کی کمائی کا ذریعہ تھی' وہ بچے کو کیوں زندہ رکھے گی' میرے پاس تو وہ دولت سمیٹنے کے لالچ میں آئی تھی اور کچھ نہ ملا تو وہ بچے کو زندہ نہیں رکھنے والی۔" وہ پُرسوچ انداز میں بولے۔

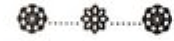
"تم نے بتایا ہے کہ نوریہ اس بات پہ آمادہ نہ تھی۔"

"جی...... بالکل نوریہ نے یہی کہا تھا' ڈاکٹر نے ابارشن کرنے سے انکار کردیا ہے' اس کی اور بچے کی جان کو شدید خطرہ تھا۔" وہ بری طرح چونکے' دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔

"آپ کا مقصد ہے بابا صاحب' وہ بچہ اس دنیا میں موجود ہے...... اگر ایسا ہوتا تو جہاں آرا جیسی لالچی عورت مجھے ضرور بلیک میل کرتی کیونکہ اس کے پاس مکمل ثبوت تھا۔ ڈی این اے سے ثابت کردیتا وہ بچہ میرا ہے۔"

"ہوں...... ایسی عورتیں لڑکوں کی نہیں لڑکیوں کی پیدائش پر جشن مناتی ہیں...... لڑکا ہوتا تو وہ فوراً دولت کے عوض تمہیں لوٹا جاتی...... مگر اس کی خاموش گمشدگی کا مطلب بے حد بھیانک ہے۔" ان کی سنجیدہ بات کی تہہ میں بڑی دہشت ناک حقیقت منہ چھپائے کھڑی تھی۔ یوسف کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی تھی۔ وہ دہشت سے آنکھیں پھاڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بابا صاحب...... !بابا صاحب...... آپ اللہ کے بے حد قریب ہیں' اللہ آپ کی بات رد نہیں کریں گے اللہ سے دعا کریں...... نوریہ بچے کو جنم دیئے بنا ہی مرگئی ہو...... اس نے بیٹی کو جنم نہ دیا ہو...... میری بیٹی اس دنیا میں نہ آئی ہو جہاں غلاظت ہی غلاظت ہے۔" وہ گڑگڑانے لگے۔



"اماں...... اُشی کیسی ہے؟ جب سے وہ بھید کھلا ہے ہمارے درمیان دنیا جہاں کے فاصلے آگئے ہیں...... جو لگتا ہے کبھی ختم نہ ہوں گے۔" موبائل اسکرین پر دکھائی دیتے روشن کے چہرے پر دکھ و رنج تھا۔

"یہ سب تمہارے ہی کرتوت کا نتیجہ ہے کہا بھی تھا بچی کو اول دن ہی سے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس کی اولاد ہے اور کیوں اس کے باپ نے قبول نہیں کیا اسے تاکہ وہ ہمارے ماحول میں رچ بس جاتی......"

"میں یہی تو نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس ماحول میں رچے بسے جو ذلت اور رسوائی میری زندگی کا حصہ بنی...... ایسی گندی زندگی سے میری بیٹی کا دور دور تک واسطہ نہ ہو' وہ کنواری ماں نہ بنے۔"

"کیا ہوگا اگر کنواری ماں بن بھی جائے تو......"

"اماں...... میری بیٹی کے لیے بازاری زبان استعمال مت کرو۔" حجاب میں لپٹے اس کے خوب صورت چہرے پر کرب پھیل گیا تھا۔

"بگڑو نہیں...... کیا ہوگا اگر وہ ایسا کر بھی لے گی۔ سب کرکے وہ بھی تمہاری طرح خود کو پردوں میں قید کرلے گی۔"

"اللہ کے واسطے اماں' ایسی باتیں نہ کرو' جس سے میرا کلیجہ پھٹ جائے۔" روشن نے بے بس انداز میں رونا شروع کردیا' جب کہ جہاں آرا پر ذرا اثر نہیں ہوا وہ اسی طرح پاؤں ہلاتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہارا کلیجہ اس وقت کیوں نہیں پھٹا جب وہ سسک سسک کر تم سے کہہ رہی تھی کہ اسے ماں کہنے کا اختیار دے دو...... ماں مل جائے گی تو اسے باپ کی تمنا نہ رہے گی اور تم نے اسے دھتکار دیا۔ ماں کے رشتے پر بھی کالک مل دی...... محض اپنے گھر کی سلامتی کے لیے' میاں اور بیٹے کے سامنے سرخرو رہنے کی خاطر۔"

"پھر کیا کرتی میں؟ اب تو کوئی سہارا دینے والا بھی نہیں ہے۔"

"آخر کار تو بن گئی ایک عورت جو مردوں کے سہارے کی محتاج رہتی ہے' کبھی باپ کے سہارے کی' کبھی شوہر اور پھر بیٹوں کے

[illegible] ......"

"[illegible] ہیں اماں ان سہاروں سے عورت تو وہ بیوی ہو بیٹی یا بہن مضبوط و محفوظ ہوتی ہے' [illegible] "روشن کے انداز پر جہاں آرا کا منہ بن گیا۔

"[illegible] ان رشتوں کی حقیقت سے تم سے زیادہ واقف ہوں۔ جب مشکل پڑتی ہے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے [illegible]

"[illegible] ہے' تمہیں کیا معلوم ان کی مضبوطی و خوب صورتی کا' تم نے بس ہوس کے رشتے دیکھے ہیں' [illegible]"

"[illegible] روشن! کبھی تو بھی ان کاغذی ٹکڑوں کے لیے ترستی تھی اور اب ہوس کا کیا طعنہ دیتی ہے مجھے...... پہلے [illegible] اس کی چال چلنے سے کوا ہنس نہیں بن جاتا کوا ہی رہتا ہے۔" غصے سے لال پیلی ہوتے ہوئے انہوں [illegible] ان کی رگ رگ میں ان دیکھی آگ بھڑکنے لگی تھی۔ روشن جب سے دین کی راہ پر گامزن ہوئی تھی' تب سے [illegible] ایسی بات ضرور کردیتی تھی جو ان کے دل میں آگ لگا دیا کرتی تھی' اب بھی روشن نے رشتوں کی اہمیت اجاگر کرنی چاہی [illegible] کے اندر کی نائکہ بھڑک اٹھی تھی کہ انہوں نے آنکھ گھنگھروؤں کی جھنکار میں ہی کھولی تھی' ان کی ماں ہیرا منڈی کی مشہور [illegible] آتے آتے ماں کی جگہ انہوں نے لی تھی اور ان کی شہرت دور دور تک تھی' ماں سے زیادہ دولت انہوں نے کمائی [illegible] چلنے کی عادی تھیں' ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے بھی ایک بیٹی کو جنم دیا تھا نوریہ دس سال کی تھی [illegible] مرگئی تھی' پھر گزرتے وقت نے ماحول بھی بدل دیا تھا۔ اب گھنگھروؤں اور طبلے کی جگہ ڈسکو میوزک نے لے لی [illegible] کوٹھیوں میں بسنے لگے تھے۔ تماشائیوں کو ناز و ادائیں دکھانے والی طوائف زادیاں الیکٹرانک میڈیا پر [illegible] جانی پہچانی جانے لگی تھیں اور پُرکشش بات یہ تھی کہ یہاں پیسہ بھی بہت ملتا تھا اور اس سے بھی زیادہ دلکش [illegible] ساتھ عزت بھی ملتی تھی' انہوں نے نوریہ کو نئے دور کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے پرانی قدروں کو پس [illegible] تعلیم دلوائی۔ شرافت کی ردا اوڑھ کر ایک پوش علاقے میں کوٹھی خرید کر رہائش اختیار کرلی تھی۔ نوریہ کا حسن سر چڑھ کر بولتا [illegible] میں ایکٹنگ کی فطری صلاحیت موجود تھی۔ فلمی دنیا میں اس کی پذیرائی شاندار انداز میں ہوئی تھی کئی فلموں میں اس [illegible] کردار کیے تھے' ہر فلم سپر ہٹ تھی۔ کچھ عرصے میں ہی عزت' شہرت' دولت کے انبار لگ گئے تھے۔ ساتھ ہی اس نے [illegible] شروع کردی تھی' پوری دنیا میں اس کے فینز لاتعداد تھے' جہاں آرا نے بڑی تندہی و چابک دستی سے اسے بچا رکھا تھا۔ ورنہ [illegible] ساتھ دیگر نذرانے لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ پھر نامعلوم کہاں چوک ہوگئی ان سے جو یوسف ان کی تمام محنت [illegible] میں انہیں آسمان سے زمین پر پٹخ گیا تھا۔

[illegible] کی تھی جو ڈرائیور بھی لالچی طبیعت کا نکلا تھا۔ ریسٹ ہاؤس سے نکلنے کے چند گھنٹے بعد ہی وہ ان کی چکنی [illegible] گیا تھا۔ انہیں یوسف کے ہی ایک بنگلے میں چھوڑ کر اطلاع دی تھی کہ وہ ماں بیٹی اسے جل دے کر بھاگ گئی ہیں [illegible] یوسف کا پرانا اور قابل اعتماد تھا وہ اس پر شک بھی نہ کرسکا تھا۔ یوسف پورے ملک میں انہیں تلاش کروا رہا تھا۔ اس [illegible] میں بھی نہ تھا کہ وہ اس کی ہی کوٹھی میں روپوش ہیں اور جب ڈرائیور نے اطلاع دی کہ وہ ان کی تلاش سے ہار مان کر [illegible] تو وہ ایک دن اسے بھی دھوکہ دے کر وہاں سے نکل بھاگی تھیں اور تھر کے صحرا میں بچی کی پیدائش تک مقیم رہی تھیں اور [illegible] کی پیدائش کے چند ماہ بعد نوریہ کی ملاقات حادثاتی طور پر عبدالوہاب سے ہوئی تھی۔ وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ پاکستان آیا [illegible] شہری تھا جس کے والدین عرصہ قبل پاکستان سے جاچکے تھے۔ عبدالوہاب نے رشتے کی بات ان سے کی اور [illegible] تھی روشن کی صورت میں ایک مسلسل خطرہ ان کے ساتھ تھا ویسے بھی وہ اب کسی کام کی نہ رہی تھی پھر انشراح

کی صورت میں ان کا مستقبل محفوظ تھا نوریہ کو پرانے کاغذات میں دفن کرکے اسے روشن کا نام دے کر رخصت کردیا تھا۔
شروع میں روشن انشراح کی شکل بھی نہ دیکھتی تھی کہ اس کے چہرے پر یوسف کا چہرہ دکھائی دیتا تھا' کینڈا جانے کے بعد جب بیٹے کی پیدائش ہوئی تو کچھ کچھ اس کا دل انشراح کی طرف مائل ہونے لگا تھا ماں کو وہ خرچہ بھیجتی تھی پھر اس کی تعلیم و تربیت کے لیے ڈبل خرچہ بھیجنے لگی تھی اور آہستہ آہستہ وہ انشراح سے خالہ بن کر بات کرنے لگی تھی۔ بہت محبت واپنائیت کے تعلقات قائم ہوچکے تھے دونوں کے درمیان لیکن ہر راز سے ایک دن پردہ اٹھتا ہے اور حق ثابت ہوجاتا ہے اور کچھ سچ ایسے ہوتے ہیں جو کانٹوں کی نوک پر ہی بسیرا کرتے ہیں۔

❁……❁……❁

یادوں کے غبار نے ہر شے کو دھندلا دیا تھا۔ وہ حال سے بے خبر ماضی کی مہکتی وادی میں گھوم رہا تھا' جہاں ہر گام پر سودہ موجود تھی دور نہیں گئی تھی...... ماضی کی یادیں اس لیے بھی خوب صورت لگتی ہیں کہ وہاں سب موجود ہوتے ہیں۔ جو دنیا سے چلے جائیں وہ بھی اور جو بچھڑ جاتے ہیں۔
مما کی بے اعتباری کسی صورت ختم ہی نہ ہو کر دے رہی تھی تمام محاذوں پر پہرہ داری کے باوجود وہ تمہاری طرف سے مطمئن نہیں ہو پارہی تھیں اور اس کا توڑ انہوں نے یہ نکالا کہ عروہ کو میرے پیچھے لگادیا شومئی قسمت یا نہیں میری بدبختی تھی کہ عروہ کا شمار ان لڑکیوں میں ہوتا ہے جو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ مغرور بد دماغ اور شوباز حسن و دولت نے جس کا دماغ خراب کرکے رکھ دیا ہے وہ پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑگئی تھی' کیونکہ اسے مما کی طرف سے بھرپور سپورٹ حاصل تھی اور سچ یہ تھا کہ میں مما کی خاطر اسے برداشت کرنے پر مجبور ہوگیا تھا جس سے اسے بھرپور موقع مل رہا تھا۔ اپنی بھونڈی حرکات اور فضول خواہشات ظاہر کرنے کا' شروع شروع میں' میں مروت دکھاتا رہا' مما اس کی موجودگی میں بے حد خوش ہوجایا کرتی تھیں اور میں ان کی خوشی کی خاطر دل پر جبر کرتا رہا تھا......
لیکن کب تک برداشت ایک حد تک ہی ہوتی ہے۔ صبر بھی کسی وقت جواب دے جاتا ہے میں بھی اس کی بے جا فرمائشوں سے بور ہوچکا تھا۔ ایک رات وہ میرے ساتھ ڈنر پر گئی' میں نے بھی ریسٹورنٹ کی تمام ڈشز ٹیبل پر سرو کروائیں اور خود لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا میں نے ٹیبل کی طرف ایک نگاہ بھی اٹھا کر نہ دیکھی تھی بالکل انجان بن کر بیٹھ گیا تھا۔ کھانوں سے ٹیبل پر تھی۔ وہاں موجود لوگوں کی تمسخرانہ نگاہیں اس کی جانب اٹھ رہی تھیں اور وہ میرا موڈ آف دیکھ کر دو کے بعد تیسری بار اصرار نہ کرسکی تھی۔ میں نے نگاہ ہی نہ اٹھائی تھی میرے خوف سے اس نے معمولی سا ڈنر کیا تھا' پھر اس کے بعد کبھی اس نے لنچ یا ڈنر پر جانے کی فرمائش نہ کی تھی۔
اس نے ایک گہری سانس لی سودہ کی مہک وہ اپنے آس پاس محسوس کررہا تھا' عجیب موڈ تھا دور جاکر وہ قریب محسوس ہونے لگی تھی وہ آج کوئی کسر نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ کوئی بات' کوئی حسرت' کوئی آرزو بن کہی نہیں رہنی چاہیے تھی' دل کے ہر گوشے کی صدا وہ اسے سنا رہا تھا۔
''عروہ کی کسی ادا نے مجھے گرویدہ نہ کیا تھا جب بھی میرے پاس آنے کی سعی کرتی تم نامعلوم کس طرح پہلے سے میرے پاس آجایا کرتی تھیں' عروہ بہت جلد یہ بھید پاگئی تھی' تمہارا عکس میری نگاہوں میں اس سے اوجھل نہ رہا تھا جو راز میں نے خود سے بھی پوشیدہ رکھا تھا وہ پوشیدہ نہ رہا تھا۔ عروہ نے متعدد بار میری چوری پکڑی تھی لیکن مجھ پر الزام لگانے کی جرأت نہ کرسکی اور موقع کی تاک میں تھی' کوئی پکا ثبوت ہاتھ لگنے کی جستجو میں سرگرداں تھی اور بالآخر اس رات وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی جب میں انجانے میں کچن میں انٹر ہوا تھا اور پاؤں سلپ ہونے کے باعث تمہیں لے کر فرش پر گرتا چلا گیا تھا...... بخدا وہ سب اتفاقاً ہی ہوا تھا فرش سے اٹھ کر ہم اپنے اپنے راستوں پر چل پڑے تھے جب دل میں کوئی چوری نہیں ہوتی ہے تو پھر کسی کا ڈر خوف بھی نہیں ہوتا ہے نہ تم نے ستون کے پیچھے عروہ کی موجودگی محسوس کی نہ میں اس کی پرچھائیں دیکھ پایا۔ پتہ جب چلا رات کے آدھے پہر وہ اپنا منہ بند رکھنے کے عوض مجھے دعوت گناہ دینے آئی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی مما کی دھمکی کی وجہ سے میں اس کی ہر بات مانتا چلا جاؤں گا...... مگر میرا کردار

[illegible] اس کی فضول بات پر میرا ہاتھ اٹھا تھا اور وہ جو تمہارے حوالے سے مجھے دباؤ میں لینے [illegible] دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔ کچھ عورتوں کی فطرت ناگن جیسی ہوتی ہے کہ جس کو اپنا دشمن [illegible] نہیں کرتی ہیں۔ میرے پاس سے وہ بل کھاتی چلی گئی تھی مگر پھر اپنا سارا زہر حسد و رقابت کی [illegible] مما کی حالت وہ سب سن کر کیا ہوئی ہوگی میں بن دیکھے ہی جان گیا تھا...... مگر میں بھول گیا کہ [illegible] اگر میرے گمان میں ذرا بھی ہوتا تو میں اس دن آفس ہی نہ جاتا کسی نہ کسی طرح مما کو سچائی کا [illegible] مگر میں جو سمجھ رہا تھا کہ عروہ تھپڑ کھا کر پھر جھوٹ بولنے کی جسارت نہیں کرے گی میری سوچ سے بڑھ کر وہ [illegible] وحشت بھرے سناٹوں نے میرا استقبال کیا تھا دل کو وسوسوں نے گھیر لیا تھا۔ تایا اور تائی نے بتایا کہ [illegible]

❁……❁……❁

ان آنکھوں میں اداسیاں تو بہت ہیں مگر
ہونٹوں پہ مسکراہٹ کو سجا رکھا ہے
کون ہمارے دل کی گہرائیوں کو سمجھے
ہم نے خود کو خود ہی میں چھپا رکھا ہے

''[illegible] کیا ہوا؟ میں دیکھ رہا ہوں آج کل بہت کھوئے کھوئے اداس سے رہنے لگے ہو' کوئی پرابلم ہے تو شیئر کرو اس طرح [illegible] حل نہیں ہوتیں۔'' بابر نے سنجیدگی سے کہا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ انشراح کی اس حرکت کے بعد وہ ذہنی [illegible] اسی کنفیوژن کو دور کرنے کے لیے اس نے عاکفہ کے ساتھ مل کر ان کی ملاقات بھی کروائی تھی۔ بظاہر تو [illegible] تھے مگر نوفل کسی طرح بھی مطمئن دکھائی نہیں دے رہا تھا۔
''[illegible]'' بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا نرمی سے گویا ہوا۔
''[illegible] کچھ گڑبڑ ہے ورنہ تم کبھی اتنے سیریس نہیں رہے ہو۔''
''کیا چاہتے ہو بھنگڑے ڈالوں؟''
''[illegible] بھنگڑے نہیں ڈال سکتے تو اپ سیٹ کیوں ہو؟''
''[illegible] ہے یہ دل کبھی کبھی اداسی کا شکار ہوجاتا ہے۔''
''[illegible] سبب ضرور ہوتا ہوگا میری جان۔''
''[illegible] کب سے بزنس جوائن کروگے فیملی ابھی باہر ہی ہے تمہاری پھر کیا کرنے کا ارادہ ہے؟'' اس نے موضوع [illegible] گہری سانس لی وہ اسے کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا' تب ہی بات بدل گیا تھا۔
''[illegible] بعد اپنوں میں گئی ہیں' جلدی واپسی کہاں ہوگی۔ ڈیڈی کی کال آئی تھی وہ شکاگو روانہ ہوں گے اس ویک [illegible] میں بھائی بھی ساتھ ہوں گے۔ شاید مجھے بھی کچھ وقت کے لیے وہاں جانا پڑے' فی الحال راوی چین ہی چین لکھتا [illegible]'' وہ اطمینان سے گویا ہوا۔
''تم [illegible] کو جاؤ گے اور تمہاری مسز کا کیا ہوگا؟''
''مسز ابھی والدین کے گھر میں ہیں جب میرے گھر آئے گی پھر میری ذمے داری ہوگی' یہ کچھ ہی وقت ہے میرے پاس جو [illegible] گزارنا چاہتا ہوں۔''
''[illegible] تمہاری ہر بات ان کے بغیر نامکمل رہتی ہے۔'' وہ دلکشی سے مسکرایا۔

"آف کورس یار...... کچھ ایسے مقام آتے ہیں زندگی میں جہاں میں عاکفہ کے بغیر خود کو بالکل ادھورا اَن فٹ محسوس کرتا ہوں اور کچھ وقت اس کے بنا گزارنا بہتر لگتا ہے اور یہ اس وقت تک ہی ہے جب تک وہ مکمل طور پر میرے گھر میں نہیں آ جاتی۔" اس کی مسکراہٹ پر وہ گڑبڑایا۔

"یہ لڑکیاں بھی بہت عجیب ہوتی ہیں' کب کیا کر گزریں کچھ پتہ ہی نہیں چلتا' کبھی جان دینے پر آمادہ دکھائی دیتی ہیں تو کبھی جان لینے میں بھی کوئی آسرا نہیں کرتیں...... دھوپ' چھاؤں جیسے مزاج ہیں۔" اس نے سگریٹ لبوں میں دبا کر لائٹر سے سلگاتے ہوئے کہا۔

"ہوں...... کہہ ٹھیک رہے ہو' حقیقت میں یہ لڑکیاں دھوپ و چھاؤں کی مانند مزاجوں کی مالک ہوتی ہیں' کبھی تپتی دھوپ میں جھلسانے لگتی ہیں' کبھی ایسی ٹھنڈی چھاؤں بن جاتی ہیں کہ بندہ سب کچھ بھول کر ان کا ہی ہو جاتا ہے۔" وہ دونوں پارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔

سخت گرمی اور حبس کے بعد آج موسم نے انگڑائی لی تھی۔ آسمان پر سیاہ بادلوں کا راج تھا' ہوائیں سرسرا رہی تھیں' سارا دن سورج سیاہ بادلوں کی قید میں تھا۔ شام ہو گئی تھی لوگ جوق در جوق وہاں آ رہے تھے۔

"انشراح پر تم اعتبار نہیں کر پائے ہو؟" وہ اس موضوع سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا اس کی اس ساری ڈسٹربنس کی وجہ وہ ہی ہے کیونکہ ایک ہفتے قبل ان کی ملاقات میں اس نے دونوں کو ہی بے حد چپ و تکلف زدہ محسوس کیا تھا۔

"تم کیوں ہر بات میں اسے گھسیٹ لاتے ہو میرے لیے وہ اتنی اہم نہیں ہے کہ ہر معاملے میں اس کا نام میرے دل کی تسکین کا باعث بنے۔" نوفل نے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہارے دل ہی نہیں...... دماغ کی بھی تسکین کا باعث ہے اس کا نام۔"

"شٹ اپ...... فضول بکواس مت کرو۔" وہ سگریٹ کے کش لگانے لگا۔

"میں فضول نہیں کہہ رہا بلکہ تم خود کو دھوکا دے رہے ہو' خود اقرار کرنے سے گھبرا رہے ہو' بی بریو...... محبت ہوتی ہے تو ہو جاتی ہے اس سے فرار ممکن ہی کہاں ہے......"

"ہاں...... تم نے محبت میں پی ایچ ڈی کر لی ہے' تمہارا تھیسس محبت سے ہی لبریز ہے...... پلیز مجھے میری ذات کے حصار سے نکالنے کی سعی مت کرو۔" وہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ بابر بھی ہنستے ہوئے اس کے ہم قدم ہوا۔

"تمہیں تمہاری ذات کے حصار سے کوئی نکال چکا ہے' میری ایسی مجال کہاں' اب تم نہ مانو زبردستی ہٹ دھرمی و انا کا مظاہرہ کرو یہ تمہاری مرضی...... لیکن میں جانتا ہوں تمہارے دل میں موجود پتھر میں جو نک لگ چکی ہے جس کا تمہیں پوری طرح احساس ہے۔" نوفل نے سگریٹ بجھا کر ڈسٹ بن میں ڈالا وہ دونوں آہستہ آہستہ گیٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ بابر نوٹ کر رہا تھا وہاں آنے والی لڑکیوں کی پُر شوق نگاہیں ان کی جانب تھیں' زیادہ تر کی نگاہوں کی زد میں نوفل کی شاندار پرسنیلٹی تھی مگر وہ اپنے مخصوص انداز بے نیازی سے آگے بڑھتا رہا تھا۔

یہ اعزاز ہے حسن آوارگی کا
جہاں بھی گئے داستان چھوڑ آئے

بابر شوخی سے گنگنایا تو وہ گھور کر رہ گیا۔

"تمہیں تو عادت ہے بک بک کرنے کی کرتے رہو۔"

"دیکھا نہیں کس طرح لڑکیاں تمہیں گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں کیا ہو جاتا اگر ایک نگاہ تم بھی مسکرا کر دیکھ لیتے ان غریبوں کی طرف وقتی خوشی مل جاتی انہیں مسکراہٹ بھی جسم کی زکوٰۃ ہوتی ہے۔"

"[illegible] سے بھی ہاتھ دو۔"

❁......❁......❁

[illegible] کی طرف دیکھا وہ اطمینان سے واک کا ہیڈ فری کانوں پر لگائے کسی میوزک پر آنکھیں بند کیے [illegible] تھی۔ [illegible] اسے ہوش نہ تھا بالی نے خاصی دیر برداشت کیا پھر آگے بڑھ کر اس کے کانوں سے ہیڈ فری [illegible]

"[illegible] پاگل ہو گئی ہو تم؟" اس اچانک ہونے والی حرکت پر وہ جھنجھلا کر گویا ہوئی۔ بالی نے واک مین دور اچھال [illegible]

"[illegible] تم مجھے خوش کیوں نہیں دیکھ سکتیں؟"

"[illegible] کے سامنے ایکٹنگ کرتے ہوئے تمہیں گھر میں بھی ایکٹنگ کرنے کی عادت ہو گئی ہے انشی۔"

"[illegible] گھر میں ایکٹنگ کب کی؟"

"[illegible] ہو اور ابھی کیا کر رہی تھیں تم......؟"

"[illegible] کر رہی تھی اور کیا کر رہی تھی۔"

"[illegible] تم نے نوفل بھائی کے ساتھ ڈرامہ شروع کیا ہے تب سے میں تمہارے اندر سناٹے اترتے محسوس کر رہی ہوں اور [illegible] کے لیے ہی تم اس بے ہنگم موسیقی کا سہارا لینے لگی ہو۔"

"[illegible] ضمیر ہو گئی ہو چہرے سے ہی دل کا حال جان لیتی ہو واہ بھئی۔" اس کے انداز میں تمسخر بھرا تھا۔

"[illegible] روشن ضمیر ہوتا ہے بات ہوتی ہے خلوص کی' میری محبت تم سے کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے اور یہ میری محبت [illegible] تمہارے اندر کی کیفیت سے بھی باخبر رہتی ہوں۔"

"[illegible] محبت اف...... بہت شور ہے اس کا۔" اس نے کھڑے ہو کر گردن دائیں بائیں کرتے ہوئے کہا۔

"[illegible] دل جلانے کی شے ہے مائی ڈیئر۔"

"میں نے کہا ناں تم نوفل بھائی کے ساتھ فراڈ کرتے کرتے اب میرے ساتھ بھی ایسا رویہ رکھنے لگی ہو' مجھے اگنور کرنے لگی ہو۔" [illegible] حقیقت بیان کی۔

"میں تمہیں اگنور کیوں کروں گی بالی؟" وہ اس کے قریب آئی۔

"[illegible] میں نے بے خبری میں تمہیں ہرٹ کر دیا...... مگر کیا کروں؟ جو کام میں کر رہی ہوں۔ یہ کام مجھے کبھی پسند نہیں [illegible] کے برخلاف کام کرنا اذیت ہی اذیت ہے۔"

"[illegible] اس اذیت کو برداشت کر رہی ہو' بھول جاؤ سب۔" بالی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"[illegible] بھولنا اتنا ہی آسان ہوتا تو میں سب بھول کر مزے سے رہتی۔ نانی جان پہلے سے ہی مجھے اپنے رنگ میں رنگ [illegible] یہ بات نہ ہوتی 'عزت' شرافت' نیک نامی کن بلاؤں کے نام ہیں مجھے سروکار نہ ہوتا۔" اس کے چہرے پر اندر کی دکھن [illegible] ہونے لگی تھی۔

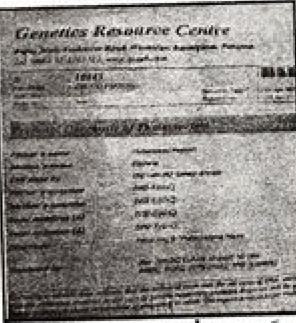
"[illegible] اتنی اذیت میں ہو تو چھوڑ کیوں نہیں دیتی اپنی ضد کو؟" بالی اس کی جھلملاتی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی گویا ہوئی۔

"[illegible] ضد نہیں ہے بالی......"

"[illegible] کیا ہے؟ تم اپنا بدلہ ایک بے قصور سے لے رہی ہو۔" بالی نے اس کا نرم لہجہ دیکھ کر اپنی بات دہرائی۔

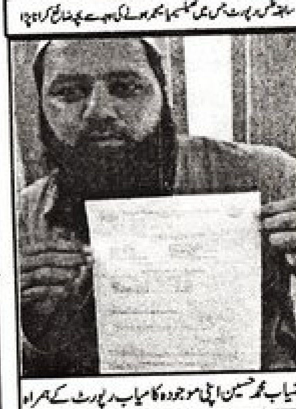
"[illegible] ہے بالی۔" وہ صوفے پر نڈھال سی بیٹھ گئی۔

اولادِ نرینہ، تھیلسیمیا، اٹھرا، کا کامیاب علاج


Genetics Resource Centre

ساتھ عمر رپورٹ جس میں تھیلسیمیا میجر ہونے کی وجہ سے ضائع کرانا پڑا

ہم دونوں میاں بیوی کو تھیلسیمیا مائنر ہے۔ ہمارے ہاں ایک بیٹا عبدالرحمٰن عمر سات سال کو تھیلسیمیا میجر ہے ہر ماہ بلڈ لگتا ہے اسکے بعد ایک حمل گروتھ خرابی اور تھیلسیمیا میجر ہونے کے سبب Genetics Ressource Centre راولپنڈی کی رپورٹ پر ضائع کرانا پڑا۔ ڈاکٹروں نے اس بیماری کی وجہ ہمارے رشتہ ازدواج کزن میرج قرار دیا۔ جس کی وجہ سے ہم بہت پریشان تھے۔ میڈیا کے ذریعے معلوم ہونے پر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے۔ دعا کرائی اور علاج حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج کامیاب ہوا اور ہم نے گنگا رام ہسپتال لاہور سے چیک اپ کرایا ہے جنہوں نے بچہ کو (میجر تھیلسیمیا سے پاک) بالکل تندرست ہونے کی خوشخبری دی ہے اور دوسری ہسپتالوں سے بھی چیک اپ کرائے انہوں نے بھی تندرست بیٹے کی خوشخبری دی ہے۔ یہ علاج کامیاب اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔


فیضیاب محمد حسین اپنی موجودہ کامیاب رپورٹ کے ہمراہ

فیضیاب

محمد حسین ولد حاجی اللہ یار قوم اترا موضع محمد سعی تحصیل کہروڑ پکا ضلع لودھراں 0300-9784747

یہ طریقہ علاج ان کیلئے ہے جن کے ہاں مسلسل بیٹیاں پیدا ہوں اور بیٹے نہ ہوں یا بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا بچے گروتھ خرابی کی وجہ سے پیٹ میں خراب ہوجاتے ہوں یا تھیلسیمیا کا عارضہ لاحق ہو۔

اولادِ نرینہ کیلئے شدید خواہش مند حضرات جن کے بچے میجر اپریشن سے پیدا ہوتے ہوں اور چانسز کم باقی ہوں تو انہیں علاج درجہ اول حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا گروتھ خرابی کا عارضہ لاحق ہو تو انہیں امید ہونے پر بروقت علاج حاصل کرنا ضروری ہے۔

حصول علاج کیلئے ایڈریس

نزد مرکزی جامع مسجد چوک کالی پل جی ٹی روڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ رابطہ نمبر: 0331-6002834

ہمارا مقصد صرف قرآن و سنت کی روشنی میں کامیاب طریقہ علاج سے فیضیاب لوگوں کی شہادتوں و تاثرات سے اولادِ نرینہ کے خواہش مند حضرات کو آگاہ کرنا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اولادِ نرینہ جیسی نعمت سے مستفید ہوسکیں۔ ضرورت مند انٹرنیٹ پر دی گئی تفصیلات سے بھی استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

جس کا ایڈریس یہ ہے: www.facebook.com/male progeny through the means of Quran and sunnah

”یہ ضد نہیں ہوسکتی‘ یہ ایک کوشش ہے مجھ جیسی لڑکیوں کے حق کے لیے‘ جن کو میری طرح دنیا میں لاکر لاوارث چھوڑ دیا جاتا ہے‘ پھر نہ ان کے سروں پر چھت رہتی ہے نہ قدموں تلے زمین......“ وہ از حد جذباتی ہورہی تھی آج کل اس کا مزاج اسی طرح کا ہوگیا تھا پل میں روتی‘ پل میں ہنستی تھی اور ایسے میں بالی کو اسے سنبھالنا مشکل ہوجاتا تھا۔ اب بھی اسے سنبھالنے میں وقت لگا تھا۔

”ارے ان امیروں کو کون سبق دے سکتا ہے‘ لوگ پیسوں کے پجاری بن گئے ہیں......بس جہاں پیسہ دکھائی دیتا ہے اسی طرف رخ کرلیتے ہیں۔“

”فرعون کی سرکوبی کے لیے موسیٰ کو لازمی دنیا میں بھیجا جاتا ہے‘ تم دیکھنا میں کس طرح سے یوسف صاحب کی گردن میں لگا سریا نکالتی ہوں‘ جس طوطے میں ان کی جان ہے وہ طوطا عنقریب میری مٹھی میں آنے والا ہے۔“ انشراح نے آنسو صاف کرتے ہوئے پُرعزم لہجے میں کہا۔

”اس دن جو تم عاکفہ کے ساتھ گئی تھیں بابر بھائی اور نوفل بھائی بھی تھے‘ کیا اس دن بات اچھے سے بنی نہیں تھی؟“

”نوفل کی رگوں میں بہتے خون میں سیاست بھی شامل ہے وہ بظاہر جتنا سادہ اور بے ضرر دکھائی دیتا ہے حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔“

”اوہ......کیا انہیں تم پر شک ہوگیا ہے؟“ وہ چونک کر بولی۔

”شک تو نہیں......مگر وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہے کہ میں نے جو اس کی مرمت کرانے کی پلاننگ کی تھی وہ مذاق تھا......وہ جب بھی یہی جاننے کی سعی میں لگا رہا تھا اور میں ایسا پوز کرنے لگی گویا مجھے بہت دکھ ہوا اس بات کا۔“

”یہ تو بہت خطرناک بات ہے انشی اگر وہ سب جان گئے پھر بڑا مسئلہ ہوجائے گا......وہ تمہیں معاف نہیں کریں گے۔“ حسب عادت بالی گھبرائی۔

”ہونہہ......“ اس سے معافی چاہتا بھی کون ہے اور اسے بتائے گا بھی کون......البتہ تمہارا بھروسہ نہیں ہے کہ تم اپنے نوفل بھائی کی محبت میں یہ سب نہ اگل دو۔“ وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی شوخی سے بولی۔

”انشی......! وہ مجھے تم سے زیادہ عزیز نہیں۔“

”لگتا تو نہیں ہے کہ وہ تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز نہیں ہیں۔“

”انشی......بات نہیں کرنا مجھ سے۔“ بالی غصے سے بھری وہاں سے چلی گئی۔

”ارے سنو تو سہی میں آگے کیا چال چلنے والی ہوں تمہارے بھائی کے ساتھ۔“ وہ ہنستی ہوئی اس کے پیچھے آئی۔

❁......❁......❁

ساریہ کو کسی طرح بھی سکون نہیں مل رہا تھا نوفل نے جس طرح سے اس کے جذبوں کو کچلا اور نفی کی تھی وہ چاہت‘ توہین میں تبدیل ہوگئی تھی وہ اب ہر دم اسے نیچا دکھانے کی سعی میں مگن رہنے لگی تھی مگر نوفل نے اس دن کے بعد سے اس سے راستہ بدل لیا تھا اگر کبھی ڈنر ٹیبل پر ساتھ ہوتا بھی تو بھول کر بھی اس کی طرف نگاہ نہیں اٹھتی تھی۔ گھر کا کوئی فرد ان کے درمیان ہونے والی چپقلش سے واقف نہ تھا ماسوائے زرقا اور لاریب کے دونوں ہی اس کی سرد مہری و بے نیازی کو محسوس کررہے تھے۔ ساریہ نے سب کو بتادیا تھا کہ نوفل کا کسی لڑکی سے افیئر چل رہا ہے اس کی بات کا یقین کسی نے نہیں کیا تھا البتہ تعجب کا اظہار ضرور کیا تھا۔ نوفل کی اس قدر مضبوط پوزیشن دیکھ کر وہ زیادہ جیلسی کا شکار ہورہی تھی۔

”بہت بڑا جادوگر ہے وہ لاریب‘ کوئی میری باتوں پر یقین نہیں کررہا سب مجھے ہی جھوٹا سمجھ رہے ہیں‘ اس سے کوئی بھی پوچھنا گوارا نہیں کررہا۔“ موقع ملتے ہی وہ لاریب کے پاس چلی آئی۔

”ہوں......اس نے اپنا امیج اس طرح کیری کیا ہوا ہے‘ کبھی پکڑائی میں نہیں آتا سب اس پر آنکھیں بند کرکے اعتبار کرتے

ہیں۔“

”اس اعتبار کو ہی ہم نے بریک کرنا ہے‘ سب کو اس کی اصلیت دکھانی ہے......لیکن کس طرح کچھ سمجھ نہیں آتا؟“

”اگر تمہیں سمجھ آ جائے پھر مجھے بھی سمجھا دینا۔“ وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”کہاں جا رہے ہو؟“ اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے پوچھا۔ ”جب بھی میں کوئی بات کرنا چاہتی ہوں تم بھاگ جاتے ہو۔“ لاریب کے اندر شرارے سے مچلے ہوئے تھے‘ اسے اندر کی پیاس محسوس ہونے لگی اس نے رنگ بدلتی نگاہوں سے اس کے سفید خوب صورت ہاتھوں کو دیکھا جس میں اس کا بازو مقید تھا۔

”تم میرے اتنی قریب آ گئی ہو اور اتنے قریب آنے کا مطلب جانتی ہو؟“ وہ بھاری لہجے میں بولا۔

”نہیں......تم بتا دو؟“ وہ مسکرائی۔

”میری موت......“ وہ آہستگی سے اس گمبیر لہجے میں بولا کہ وہ بے ساختہ خوف زدہ انداز میں اس کا بازو چھوڑ کر دور ہوئی۔

”یہ کیسا مذاق ہے لاریب؟“

”مذاق نہیں نوفل کی وارننگ ہے یہ۔“

”نوفل نے وارننگ دی مگر کیوں؟“ وہ ششدر ہوئی۔

”اس نے یہی کہا تھا کہ اگر اس نے مجھے تمہارے اردگرد بھی دیکھ لیا تو وہ شوٹ کرنے میں کوئی لمحہ بھی نہیں لگائے گا......اس نے اردگرد نظر ڈالتے ہوئے وارننگ دی تھی اور تم تو میرے قریب آ گئی ہو۔“ پاک باز لوگوں کی پاک بازی لاریب جیسے اخلاقی پستی کے شکار لوگوں کو از حد خائف رکھتی ہے۔ گناہ نیکی سے جیت ہی نہیں سکتا‘ اس کے بازو پکڑنے سے جو حیوانیت اس کے اندر جاگی تھی‘ نوفل کا خیال آتے ہی جھاگ کی مانند بیٹھتی چلی گئی ساتھ ہی ساریہ کو بھی تنبیہ کی۔

”نوفل نے کہا تھا کہ وہ تمہیں میرے قریب دیکھے گا تو شوٹ کر دے گا......ہا......اگر یہ بات میں پہلے سنتی تو خوشی سے مر جاتی یہ سوچ کر وہ مجھ سے اتنا پیار کرتا ہے کہ کسی کو میرے اردگرد بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا......“ اس کے لبوں پر مجروح مسکراہٹ پھیل گئی۔

”مگر اب جان گئی ہوں اس نے محبت میں نہیں اپنے ڈھونگ کو برقرار رکھنے کے لیے یہ وارننگ دی ہوگی۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہو......لیکن مجھے یہاں سے جانا ہوگا۔“



بابا صاحب کی بات میں سچائی تھی‘ پھر دل نے بھی اقرار کر لیا تھا کہ ان کی بات سو فیصد درست ہے نوریہ لڑکے کو جنم دیتی تو چند ماہ بعد ہی جہاں آرا ان کے سامنے موجود ہوتی بلیک میلنگ کی لمبی لسٹ کے ہمراہ اور اس کا اتنے عرصے تک خاموش رہنے کا مطلب تھا کہ نوریہ کے بطن سے لڑکی نے جنم لیا ہے اور یہاں آ کر ان کی سانسیں رکنے لگتی تھیں‘ دل دھڑکنا بھول جاتا تھا‘ گرل فرینڈ کے ساتھ گزارا ہوا وقت لمحہ بہ لمحہ یاد آنے لگتا تھا‘ نوریہ اور ہر لڑکی ان کے لیے کھلونا تھی جو کاغذ کے ٹکڑوں کے عوض پہلو میں ہوتی تھی۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی وقت انہیں اس مقام پر بھی لائے گا دوسروں کی بیٹیوں کو کھلونا سمجھنے والے کی بیٹی بھی کھلونا بنے گی......یہ سوچ انہیں کند چھری سے ذبح کرنے لگتی تھی۔

بابا صاحب کا معتبر وجود قریب نہ ہوتا تو وہ دل کی تکلیف لیے کسی ہاسپٹل میں داخل ہوتے یہاں ان کے مہربان وجود نے انہیں سہارا دیا ہوا تھا نا معلوم کون کون سی دعائیں پڑھ کر پھونکی تھیں‘ دم کر کے پانی پلایا تھا‘ اپنی شیریں و نرم باتوں سے حوصلہ و تسلی دیتے رہے تھے ورنہ وہ نا معلوم کہاں ہوتے اور یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ وہ طبیعت گھبرانے پر ان کے ساتھ ریسٹ ہاؤس آ گئے تھے‘ وہاں ان کی طبیعت بری طرح کھلبلی مچا دیتی‘ وہ کھل کر رو بھی نہ پاتے یہاں ایک ہفتے سے ان کا یہی کام تھا دل کی وحشت وقتی طور پر کم ہوتی تھی‘ موقع پاتے ہی ذہن کی اسکرین پر ایک چہرہ نمودار ہوتا تھا۔

انتباہ

آنچل کراچی ماہنامہ نئے اُفق ماہنامہ حجاب کراچی

ان تمام ویب سائٹس، بلاگ کے مالکان اور سوشل میڈیا پر گروپس و پیجز کے مالکان و ایڈمنز کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دس دن کے اندر اندر آنچل و حجاب اور نئے افق کی تمام تحاریر اپنے ویب سائٹس، پیجز اور گروپس سے ہٹا لیں ورنہ ادارہ نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز ان تمام گروپس اور ویب سائٹس، پیجز کے لیے قانونی چارہ جوئی کرنے کا صرف حق رکھتا ہے بلکہ مطلوبہ نوٹس کے بعد ان ویب سائٹس کے خلاف دی گئی مدت کے بعد ایف آئی اے، سائبر کرائم اور کاپی رائٹس کے تحت کسی بھی قسم کی کارروائی کی جا سکتی ہے جس کے لیے ادارہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جن ویب سائٹس کو پیشگی اجازت دی گئی تھی ان سے التماس ہے کہ وہ فوری ادارے سے رابطہ کریں تا کہ نئے قواعد وضوابط سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

7 فرید چیمبر عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی

رابطہ: 03008264242

چاند کی مانند اجلا چہرہ۔
ستاروں کی مانند چمکتی آنکھیں۔
گلابوں کو مات دیتی گلابی رنگت۔

تصور میں ہلکا ہلکا چہرہ دھندلاتا تھا ناز و ادا دکھاتی ’اٹھلاتی‘ کھلکھلاتی وہ بولڈ لڑکی تھی بہت دیکھنے کے باوجود جس کا چہرہ واضح نہ ہوتا تھا۔ بہت سارے گدھ اس کے آس پاس ہوتے ہیں اور موقع دیکھتے ہی لڑکی کو چٹ جاتے ہیں اور اس سے آگے ان میں دیکھنے کی تاب ہی نہ رہتی تھی۔

’’سنبھالو خود کو یوسف بیٹے! اللہ سے اچھا گمان رکھو۔ بے شک وہ ہمارے گمان کے ساتھ ہے‘ وسوسے شیطان کا ہتھیار ہیں ان سے مات نہیں کھاؤ مقابلہ کرو۔‘‘

’’کس طرح بچوں؟ کس امید پر مات نہ کھاؤں یہ سب میرا بویا آگے آرہا ہے۔ کیا اب بھی امید کرسکتا ہوں کہ میری بیٹی غلاظتوں سے دور ہوگی؟‘‘ وہ بری طرح ذہنی الجھن کا شکار تھے۔

’’ان شاء اللہ یوسف‘ وہ محفوظ ہوگی اور مسلمان امیدوں کے سہارے ہی زندہ رہتے ہیں ناامیدی کفر ہے جو اللہ سے دور کرتی ہے۔‘‘

’’میری بیٹی ایسے ماحول میں رہ کر کیسے پاکیزہ ہوسکتی ہے؟‘‘ دل کا درد لبوں پر آ ٹھہرا۔

’’کنول کے پھول کو دیکھا ہے نہ...... کیچڑ میں پیدا ہوتا ہے وہ...... مگر کس قدر صاف و شفاف خوب صورت ہوتا ہے۔ کیچڑ کا ایک دھبہ جس کو چھو نہیں سکتا‘ اللہ خود حفاظت کرتا ہے۔‘‘

’’لیکن میری بیٹی کی حفاظت اللہ کیوں کرے گا...... میں نے اس کے احکامات کی پیروی نہیں کی ہے کبھی۔‘‘

’’اللہ ستر ماؤں سے زیادہ چاہنے والا ہے‘ وہ اپنے بندوں کو شفقت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے‘ معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے۔‘‘ پھر وہ خاصی دیر تک انہیں سمجھاتے رہے۔

’’آپ کیوں جارہے ہیں‘ مت جائیں مجھے ابھی آپ کی اشد ضرورت ہے بابا صاحب۔ آپ ہی تو ہیں جن کے سامنے میں دل کھول کر رو لیتا ہوں‘ من کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے‘ خواہ وقتی طور پر ہی سہی پر سکون ملتا ہے۔‘‘ وہ ان کے جانے کا سن کر مضطرب سے ہوگئے تھے۔ بابا آج واپس گاؤں جانا چاہتے تھے۔

’’جانے والوں کو ایک دن جانا ہی ہوتا ہے بیٹے! میرا جانا ضروری ہے گاؤں میں سب میرا انتظار کررہے ہیں‘ وہاں میری بھوری بیمار ہوگئی ہے میری جدائی میں۔‘‘

’’بھوری؟‘‘

’’بھینس ہے میری‘ اس کی ماں چند دنوں کا چھوڑ کر مرگئی تھی تب سے اپنے بچوں کی طرح پالا ہے میں نے اور اسے بھی مجھ سے بڑی محبت ہے۔ زیادہ دنوں کے لیے دور ہوجاؤں تو وہ اسی طرح کھانا پینا چھوڑ کر بیمار ہوجاتی ہے۔‘‘

’’آپ جانور سے بھی اتنا پیار کرتے ہیں؟ یہاں تو انسانوں نے انسان سے ہی پیار کرنا چھوڑ دیا ہے‘ جانور کو کون خاطر میں لائے گا۔‘‘

’’اللہ سے محبت کی لو لگالو جب اللہ سے محبت ہوجائے گی تو پھر اس کی ہر مخلوق سے محبت ہوجائے گی دراصل عشق حقیقی میرا رب ہی ہے۔‘‘

’’آپ دعا کریں اللہ مجھ سے راضی ہوجائے‘ مجھے بھی ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل کرلے۔ تمام راستے اسی کی طرف جاتے ہیں۔‘‘ یوسف گویا ریزہ ریزہ ہوکر بکھر گئے تھے دل و دماغ سائیں سائیں کررہے تھے‘ لگتا تھا زمین انگاروں کی بن گئی ہے۔

’’میرے لیے دعا کریں تمہارے ساتھ ہیں ہر قدم پر ہمت کرو حوصلہ نہیں ہارو۔‘‘

’’بابا صاحب! میں چاہتا ہوں آپ گاؤں چھوڑ کر میرے پاس ہی آجائیں‘ کیا رکھا ہے گاؤں کی زندگی میں اب آپ کے آرام کے دن ہیں! مجھے اپنی خدمت کا موقع فراہم کریں‘ آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی۔‘‘ وہ ان کے قریب بیٹھ کر انکساری سے گویا ہوئے۔

’’میری مٹی گاؤں کی ہے میرا آخری ٹھکانہ بھی وہیں بنے گا میں نہ اپنے جانوروں کے بنا رہ سکتا ہوں اور نہ اپنی مٹی اور اپنے لوگوں کے بغیر...... ابھی میں نے صرف ایک بھینس کا ذکر کیا ہے میرے پاس مویشیوں اور پرندوں کی کثیر تعداد موجود ہے اور سب سے مجھے بچوں کی طرح ہی محبت ہے۔‘‘ وہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بتارہے تھے۔

’’میرے جانے کے بعد خود کو تنہا مت کرلینا زندگی کو اسی طرح متحرک رکھنا جس طرح رکھتے آئے ہو زندگی کو جمود کی مذمت کرنا جمود موت ہے اگر میرا مشورہ مانو تو کسی کو ہم راز بنالو اپنا۔‘‘

’’کس کو بناؤں مجھے تو اپنی پرچھائی پر بھی بھروسہ نہیں ہے۔‘‘ ایک کلوز فرینڈ تھا میرا پرویز فاروقی بہترین صحافی تھا اس پر اعتبار کیا تھا اور ساری کہانی اسے سنائی تھی اور اس نے بری طرح دھوکہ کیا۔ لاکھوں روپے لیے تھے منہ بند کرنے کے پھر وہ حادثے میں ہلاک ہوگیا میں نے بھی سکون کا سانس لیا تھا کہ وہ راز اپنے ساتھ ہی لے گیا کئی سال بڑے سکون کے گزرے تھے مگر کچھ عرصہ قبل اس کا بیٹا سرمد فاروقی بلیک میل کرنے لگا تھا‘ باپ کی ڈائری اس کو مل گئی تھی جہاں وہ داستان رقم تھی۔‘‘

’’اوہ بہت دکھ کی بات ہے اعتبار و بھروسے کا قتل بھی انسانیت کے قتل کے زمرے میں آتا ہے‘ بہت بدبخت ہے وہ جو کسی سے راز حاصل کرکے اس کی حفاظت نہ کرے‘ بہت ظلم کیا اس نے۔‘‘

’’کس پر اعتبار کیا جاسکتا ہے مجھے سمجھ نہیں آتا۔‘‘

’’میری مانو اپنی پہلی بیگم سے دل کی ہر بات کیا کرو وہ بے حد مخلص اور قابل اعتبار خاتون ہیں‘ جس طرح عورت مرد کے سہارے کے بنا کمزور ہے اس طرح مرد بھی عورت کے بغیر ادھورا ہے۔‘‘

’’اچھا مشورہ دیا آپ نے زرقا اس قابل ہے کہ اس پر بھروسہ کیا جائے‘ حمرہ نوریہ کا نام سن کر ہی ایک لمحہ نہ رکے گی اور رسوائیاں علیحدہ میرے حصے میں ڈالے گی‘ عمر کے اس حصہ پر آکر میں اپنی طرف اٹھی ایک انگلی بھی برداشت نہیں کرپاؤں گی۔‘‘ ان کی آواز بھرا گئی تھی۔ ان چند دنوں میں وہ احساس کمتری و کمزوری کا شکار ہوگئے تھے۔ بات بے بات ان کے آنسو بہنے لگتے اور اس قدر شدت گریہ سے ان کی ہچکی بندھ جایا کرتی تھی۔

’’اس طرح خود کو کمزور ثابت مت کرو میرے بچے۔‘‘ انہوں نے انہیں سینے سے لگایا اور وہ کسی بچے کی ان کے سینے میں منہ چھپا کر رونے لگے۔ آنسو ان کی آنکھوں میں بھی آگئے تھے۔ کل تک سینہ تان‘ گردن اکڑا کر زمین کو روند کر چلتے ہوئے انسان یہ بھول جاتا ہے کہ جوانی کی یہ اکڑ اور رنگینی بڑھاپے کا ذلت بھرا طوق بن سکتی ہے۔ ایک وقت آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک وقت آپ کے خلاف ہوتا ہے۔ عقل مند آدمی برے وقت کے لیے اچھے وقت کا کچھ حصہ سنبھال کر رکھتا ہے اور خود کو طرم خان سمجھنے والے پھر اسی طرح منہ کی کھاتے ہیں۔ کل تک دوسروں کو زندہ دفن کروانے والا شخص آج اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ اپنے دفاع کے لیے وہ کھڑا نہ ہو پا رہا تھا۔



گھر میں چھائے دہشت ناک سناٹے نے کسی انہونی ہونے کی خبر دے دی تھی۔ پھر تایا جان اور تائی جان نے ممی کے ہاتھوں تم پر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر دی تھی۔ اس خبر نے مجھے بھی توڑ ڈالا تھا‘ ممی کا ایسا بے رحم ایٹی ٹیوڈ مجھے بھی ایک عرصے سے تکلیف میں مبتلا کرنے لگا تھا‘ میرے حوالے سے تم پر طنز کے تیر چلاتے وقت وہ یہ نہیں دیکھتی تھی کہ میں بھی تمہارے ساتھ انوالو ہورہا ہوں‘

میری عزت نفس وخودداری کو بھی تو رسوائی کی سیاہی لگ رہی ہے میں بھی وقار وحمیت رکھتا ہوں۔ ممی کی اپنی ہی ویلیوز ہیں وہ اپنی نظر سے دنیا کو دیکھنے کی عادی ہیں...... میں پوری شدت سے محسوس کر رہا تھا' ممی نے تم پر ہاتھ کی مار ہی نہیں زبان کی بھی کیا مار لگائی ہوگی اور تم زبان کی مار سے ہی ادھ موئی ہوگئی ہوگی' میرا نام اپنے نام کے ساتھ سن کر وہ بھی اس قدر بےہودہ و بےحیا انداز میں' تم سے نگاہیں نہ اٹھائی گئی ہوں گی...... ان سوچوں نے مجھے بےدم کر ڈالا تھا میں روم میں جا کر ایک پل بھی سکھ سے نہ رہ پایا تھا' لگ رہا تھا کوئی میرے اندر سرگوشیاں کر رہا ہے۔ بےچینی واضطراب نے مجھے بےحال کر دیا تھا اور جب بےچینی' حد سے سوا ہوئی تو میں کافی کی طلب میں کچن میں چلا آیا وہاں میری نگاہ ایک ریپر پر گئی اور جب میں نے آگے بڑھ کر وہ ریپر اٹھا کر دیکھا تو وہ پوائزن تھا مجھے کچن میں دیکھ کر بوا وہاں آ گئی تھیں میں نے بوا سے معلوم کیا تو صوفیہ پھوپو کا نام سن کر چونک گیا کہ صوفیہ پھوپو چائے پکا کر لے گئی ہیں اور میری چھٹی حس نے خطرے کو بھانپ لیا تھا اور مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ پھوپو نے کیا کیا ہے اور یہ گمان ہوتے ہی میں برق رفتاری سے ان کے کمرے تک گیا تھا اور دروازہ لاکڈ دیکھ کر بری طرح پیٹ ڈالا تھا اور یہی لمحہ میرے کام آ گیا تھا' پھوپو نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور میں نے اندر دوڑ لگائی تھی۔ تم وہ زہریلی چائے کا مگ منہ سے لگانے ہی والی تھیں جب میں نے وہ مگ لے کر باہر پھینک دیا تھا' پھر میں سر پکڑ کر بیٹھتا ہی چلا گیا تھا۔

اس وقت پہلی بار یہ احساس اجاگر ہوا تھا کہ "تم ہو تو میں ہوں" اگر زندگی آتی جاتی سانسوں کا نام ہے تو وہ ہی زندگی کہلاتی' تم نے مجھے دیکھ کر چہرہ پھیر لیا تھا' سالوں کے بعد اس دن میرے اور پھوپو کے درمیان حائل ہونے والی بیگانگی کی دیوار گری تھی اور ہمارے درمیان اعتبار ومحبت کا رشتہ قائم ہوا تھا مگر اس بار بات اس حد تک آگے بڑھی کہ پھوپو نے ممی کی دہمی وشکی طبیعت سے تنگ آ کر تمہارا رشتہ پیارے میاں سے طے کر دیا تھا حالانکہ تایا' تائی اور شاہ زیب نے بہت کوشش کی تھی کہ میں تمہارے لیے پرپوزل بھیجوں' یہ ان کی ہی نہیں ڈیڈی کی بھی خواہش تھی کہ تم ' بہ' بی ہمسفر بنو اور اس دل کا کیا بتاؤں؟ اگر وعدوں واحساسات کی زنجیروں میں جکڑا نہ ہوتا تو کسی کی کیا مجال تھی کہ تم پر نگاہ بھی اٹھا سکتا۔ بےحس وحرکت میں نے کسی روبوٹ کی مانند انکار کر دیا اور کئی بار کیا اور ہر انکار کے بعد میرا دل اندھیروں کے پراسرار غاروں میں گم ہوتا رہا تھا۔ پیارے تو اول دن سے ہی تمہاری سادگی ورعنائی کا دیوانہ تھا' پھوپو نے رشتے کی ہامی بھر کر اس کی دلی مراد پوری کر دی تھی' اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے اور میں جانتا تھا وہ اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی نازاں تھا وہ کم تھا' دل کی خوشی پانا ایک عالم فتح کرنا ہوتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ فتح یاب ہونا بہت کم لوگوں کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ ایک طرف میں تمہیں کھونے کے غم میں مرا جا رہا تھا دوسری طرف جنید نے مائدہ کے لیے پرپوزل بھیج کر میرا دماغ ماؤف کر دیا تھا' اس کی جرأت وڈھٹائی پر حیران کہ کس طرح اس نے میری بہن کے لیے رشتہ بھیجا۔ جب کہ میں اس کی تمام ہسٹری سے واقف ہوں اور میں ابھی اس کی جرأت کا جواب مانگنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میں نے مائدہ کو جنید کے رشتے کو ایکسپٹ کرنے کے لیے مما سے کہتے سنا تو میں بالکل ہی کسی خستہ حال عمارت کی مانند منہدم ہوتا چلا گیا' میں ہر طرف سے برباد ہو گیا تھا۔

مائدہ کی حمایت نے ثابت کر دیا تھا کہ جنید اس جسارت کا تنہا ذمے دار نہ تھا' مائدہ کی بھی بھرپور رضامندی شامل تھی' وہ دونوں کب ملے اور کیسے یہ کھیل شروع ہوا' مجھے کانوں کان خبر نہ ہو سکی اور اس بےخبری پر میرا ضمیر ہمیشہ مجھے زدوکوب کرتا رہے گا کہ میں اکلوتی بہن کی رہنمائی نہ کر پایا' نامعلوم میری کس لغزش کی وجہ سے وہ اس راہ پر گامزن ہوئی تھی۔ ممی کا اصرار تھا میں اب عروہ سے منگنی کر لوں کیونکہ جو وہ چاہتی تھیں وہ ہو گیا تھا' تم کسی اور کی بنا دی گئی تھیں' لیکن میں نے سوچ لیا تھا تم نہیں تو کوئی بھی نہیں' میری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی ہرگز ہرگز نہیں آ سکتی تھی۔ ممی نے پھر مجھے روایتی طور پر بلیک میل کرنا چاہا مگر یہاں میں نے اپنے دل کی مانی اور انہیں اٹل لہجے میں کہہ دیا کہ مجھ پر زبردستی کی گئی تو میں ہمیشہ کے لیے ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور ممی کو معلوم تھا اگر میں اس لہجے میں بات کروں تو وہ فائنل ہوتی ہے' پھر انہوں نے خاموشی اختیار کر لی ہے میں جانتا ہوں ان کی خاموشی عارضی ہے کچھ عرصہ بعد وہ پھر اصرار کریں گی اور تمہاری قسم...... میں دنیا کے کسی گمنام گوشے میں ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا۔

[illegible] ہوگی وہ میری دعا ہے تم سدا خوش رہو' پیارے میاں کی بار بار کال آ رہی ہے وہ یقیناً مجھے اتنے اہم موقع پر نہ پا کر [illegible] تمہیں اس کا بنانے کے لیے میں نے ہی بھرپور تعاون کیا تھا اس کے ساتھ 'دبئی' کا سن کر سب نے ہی منگنی ختم کرنے کی [illegible] کوئی بھی تمہیں نگاہوں سے دور کرنے کے لیے تیار نہ تھا' پھر اچھی آپا کی مزاج کی سنگینی کو جانتے ہوئے پھوپو نے لمحہ نہ [illegible] لگایا تھا جوڑنے میں اور اس دن ہی پیارے میرے پاس آفس چلا آیا تھا بدحواس وپریشان حال اس کے رونے پیٹنے پر میں نے [illegible] کوشش کیا تھا اور سب کرنے کے بعد معلوم ہوا میں نے اسی شاخ کو کاٹ ڈالا جس پر بیٹھا تھا آہ......! جو ہوا سو ہوا آج جب تم کسی اور کے پہلو میں ہو میں وہ کہتا ہوں جو دل میں نہ جانے کتنی بار کہتا آیا ہوں...... مگر کبھی روبرو نہ کہہ سکا مگر آج کہتا ہوں۔

"سوہ...... آئی لو یو...... مائی لو...... آئی لو یو سومچ......" وہ پاگلوں کی مانند چیخنے لگا تھا۔



بابا صاحب کا تعلق سوات کے اندرونی گاؤں سے تھا۔ انہیں ایئرپورٹ چھوڑنے کے بعد وہ گھر کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔

بابا صاحب نے خوب تسلی دلاسے دیئے تھے۔ اچھی امید پر جینے کی تلقین کی تھی' ان کی تمام باتیں وقتی طور پر تسلی کا باعث بن گئی تھیں۔ مگر دل کا موسم لمحہ لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ جہاں وسوسوں کی آندھی اندیشوں کا طوفان حشر مچائے رکھتا ہے اور کسی پل سکون لینے نہیں دیتا' تنہائی ملتے ہی وہ اس موسم کی زد میں پھنس گئے تھے۔

ڈرائیور محتاط روی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ شام کا وقت تھا...... سڑکوں پر ٹریفک کا اژدہام تھا' مختلف ہارنز اور آوازوں سے فضا گونج رہی تھی اور اس سارے شور شرابے سے بےخبر وہ آنکھیں بند کیے اپنی سوچوں میں گم تھے۔ بہت بڑی چوٹ لگائی تھی ماضی کی بداعمالیوں نے بےخبری میں اپنی ذات کا حصہ گم گشتہ کر بیٹھے تھے۔

بابا صاحب کی روحانی طاقت کو وہ مانتے تھے۔ انہوں نے بیٹی کی موجودگی کا اشارہ دیا تھا۔ ان کا اشارہ ان کے لیے یقین کی سند رکھتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے بابا صاحب کوئی بھی بات بلاوجہ نہیں کرتے ہیں' پھر سب سے بڑی گواہی ان کے دل نے دی تھی اور کوئی پکار اٹھا تھا ایسا ہی ہے...... وہ اپنے اعمال کی پکڑ میں آ چکے ہیں کل تک دوسروں کی بہن بیٹیوں کے ساتھ گلچھرے اڑانے والا عیاش آدمی آج ذلیل ورسوا ہو گیا تھا۔ شدید کرب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کل تک چھپا چھپ کر گناہ کرنے والا اب ایسی سزا میں قید کر دیا گیا تھا کہ جو اپنے دل کی کیفیت بھی کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔

گھر آ کر وہ سیدھے زرقا کے کمرے میں چلے آئے' زرقا جو نماز پڑھ کر اٹھی تھیں انہیں نڈھال انداز میں بیڈ پر بیٹھتے دیکھ کر پریشانی سے ان کی طرف بڑھیں' انہوں نے ہاتھ پکڑ کر انہیں قریب بٹھا لیا۔

"یوسف...... آپ تو بخار میں بری طرح جل رہے ہیں۔" زرقا دوسرا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھ کر پریشانی سے گویا ہوئیں۔ "کب سے آپ کو بخار ہوا ہے؟"

"تم اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو' معمولی بخار ہے ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

"یہ معمولی بخار نہیں ہے ٹھہریں میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں۔" انہوں نے اٹھنا چاہا مگر انہوں نے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔

"مجھے ڈاکٹر کی نہیں تمہاری ضرورت ہے تم یہاں سے کہیں مت جاؤ۔"

"میں کہیں نہیں جا رہی...... ڈاکٹر کو کال کرنے دیں۔" زرقا نے بہت حیرانی سے ان کے اس انداز کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بخار کی حرارت بہت زیادہ ہے۔"

"ارے نہیں' مرنے والا نہیں ہوں......"

"یوسف...... کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا ہوا ہے آپ کو' بابا صاحب کے ساتھ ٹھیک ٹھاک گئے تھے۔ اس گزرے ہفتے میں

میری عزت نفس و خودداری کو بھی تو رسوائی کی سیاہی لگ رہی ہے میں بھی وقار و حمیت رکھتا ہوں۔ ممی کی اپنی ہی ویلیوز ہیں وہ اپنی نظر سے دنیا کو دیکھنے کی عادی ہیں...... میں پوری شدت سے محسوس کر رہا تھا' ممی نے تم پر ہاتھ کی مار ہی نہیں زبان کی بھی کیا مار لگائی ہوگی اور تم زبان کی مار سے ہی ادھ موئی ہو گئی ہوگی' میرا نام اپنے نام کے ساتھ سن کر وہ بھی اس قدر بے ہودہ و بے حیا انداز میں' تم سے نگاہیں نہ اٹھائی گئی ہوں گی...... ان سوچوں نے مجھے بے دم کر ڈالا تھا میں روم میں جا کر ایک پل بھی سکھ سے نہ رہ پایا تھا' لگ رہا تھا کوئی میرے اندر سرگوشیاں کر رہا ہے۔ بے چینی و اضطراب نے مجھے بے حال کر دیا تھا اور جب بے چینی حد سے سوا ہوئی تو میں کافی کی طلب میں کچن میں چلا آیا وہاں میری نگاہ ایک ریپر پر گئی اور جب میں نے آگے بڑھ کر وہ ریپر اٹھا کر دیکھا تو وہ پوائزن تھا مجھے کچن میں دیکھ کر بوا وہاں آ گئی تھیں میں نے بوا سے معلوم کیا تو صوفیہ پھوپو کا نام سن کر چونک گیا کہ صوفیہ پھوپو چائے پکا کر لے گئی ہیں اور میری چھٹی حس نے خطرے کو بھانپ لیا تھا اور مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ پھوپو نے کیا کیا ہے اور یہ گمان ہوتے ہی میں برق رفتاری سے ان کے کمرے تک گیا تھا اور دروازہ لاکڈ دیکھ کر بری طرح پیٹ ڈالا تھا اور یہی لمحہ میرے کام آ گیا تھا' پھوپو نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور میں نے اندر دوڑ لگائی تھی۔ تم وہ زہریلی چائے کا مگ منہ سے لگانے ہی والی تھیں جب میں نے وہ مگ لے کر باہر پھینک دیا تھا' پھر میں سر پکڑ کر بیٹھتا ہی چلا گیا تھا۔

اس وقت پہلی بار یہ احساس اجاگر ہوا تھا کہ ''تم ہو تو میں ہوں'' اگر زندگی آتی جاتی سانسوں کا نام ہے تو وہ ہی زندگی کہلاتی' تم نے مجھے دیکھ کر چہرہ پھیر لیا تھا' سالوں کے بعد اس دن میرے اور پھوپو کے درمیان حائل ہونے والی بیگانگی کی دیوار گری تھی اور ہمارے درمیان اعتبار و محبت کا رشتہ قائم ہوا تھا مگر اس بار بات اس حد تک آگے بڑھی کہ پھوپو نے ممی کی ذہنی و شکی طبیعت سے تنگ آ کر تمہارا رشتہ پیارے میاں سے طے کر دیا تھا حالانکہ تایا' تائی اور شاہ زیب نے بہت کوشش کی تھی کہ میں تمہارے لیے پرپوزل بھیجوں' یہ ان کی ہی نہیں ڈیڈی کی بھی خواہش تھی کہ تم' بی' ہمسفر بنو اور اس دل کا کیا بتاؤں؟ اگر وعدوں و احساسات کی زنجیروں میں جکڑا نہ ہوتا تو کسی کی کیا مجال تھی کہ تم پر نگاہ بھی اٹھا سکتا۔ بے حس و حرکت میں نے کسی روبوٹ کی مانند انکار کر دیا اور کئی بار کیا اور ہر انکار کے بعد میرا دل اندھیروں کے پراسرار غاروں میں گم ہوتا رہا تھا۔ پیارے تو اول دن سے ہی تمہاری سادگی و رعنائی کا دیوانہ تھا' پھوپو نے رشتے کی ہامی بھر کر اس کی دلی مراد پوری کر دی تھی' اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے اور میں جانتا تھا وہ اپنی خوش قسمتی پر جتنا بھی ناز اں تھا وہ کم تھا' دل کی خوشی پانا ایک عالم فتح کرنا ہوتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ فتح یاب ہونا بہت کم لوگوں کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ ایک طرف میں تمہیں کھونے کے غم میں مرا جا رہا تھا دوسری طرف جنید نے مائدہ کے لیے پرپوزل بھیج کر میرا دماغ ماؤف کر دیا تھا' اس کی جرأت و ڈھٹائی پر حیران کہ کس طرح اس نے میری بہن کے لیے رشتہ بھیجا۔ جب کہ میں اس کی تمام ہسٹری سے واقف ہوں اور میں ابھی اس کی جرأت کا جواب مانگنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میں نے مائدہ کو جنید کے رشتے کو ایکسپٹ کرنے کے لیے مما سے کہتے سنا تو میں بالکل ہی کسی خستہ حال عمارت کی مانند منہدم ہوتا چلا گیا' میں ہر طرف سے برباد ہو گیا تھا۔ مائدہ کی حمایت نے ثابت کر دیا تھا کہ جنید اس جسارت کا تنہا ذمے دار نہ تھا' مائدہ کی بھی بھرپور رضامندی شامل تھی' وہ دونوں کب ملے اور کیسے یہ کھیل شروع ہوا' مجھے کانوں کان خبر نہ ہو سکی اور اس بے خبری پر میرا ضمیر ہمیشہ مجھے زد و کوب کرتا رہے گا کہ میں اکلوتی بہن کی رہنمائی نہ کر پایا نا معلوم میری کس لغزش کی وجہ سے وہ اس راہ پر گامزن ہوئی تھی۔ ممی کا اصرار تھا میں اب عروہ سے منگنی کر لوں کیونکہ جو وہ چاہتی تھیں وہ ہو گیا تھا تم کسی اور کی بنادی گئی تھیں' لیکن میں نے سوچ لیا تھا تم نہیں تو کوئی بھی نہیں' میری زندگی میں کوئی دوسری لڑکی ہرگز ہرگز نہیں آ سکتی تھی۔ ممی نے پھر مجھے روایتی طور پر بلیک میل کرنا چاہا مگر یہاں میں نے اپنے دل کی مانی اور انہیں اٹل لہجے میں کہہ دیا کہ مجھ پر زبردستی کی گئی تو میں ہمیشہ کے لیے ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور ممی کو معلوم تھا اگر میں اس لہجے میں بات کروں تو وہ فائنل ہوتی ہے' پھر انہوں نے خاموشی اختیار کر لی ہے میں جانتا ہوں' ان کی خاموشی عارضی ہے کچھ عرصہ بعد وہ پھر اصرار کریں گی اور تمہاری قسم...... میں دنیا کے کسی گمنام گوشے میں ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا۔

[illegible] ہوگی' یہ میری دعا ہے تم سدا خوش رہو' پیارے میاں کی بار بار کال آ رہی ہے وہ یقیناً مجھے اتنے اہم موقع پر نہ پا کر [illegible] تمہیں اس کا منانے کے لیے میں نے ہی بھرپور تعاون کیا تھا اس کے ساتھ ذہنی کا سن کر سب نے ہی منگنی ختم کرنے کی [illegible] کوئی بھی تمہیں نگاہوں سے دور کرنے کے لیے تیار نہ تھا' پھر اچھی آپا کی مزاج کی سنگینی کو جانتے ہوئے پھوپو نے لمحہ نہ لگایا تھا [illegible] ڈالنے میں اور اس دن ہی پیارے میرے پاس آفس چلا آیا تھا بدحواس و پریشان حال اس کے رونے پیٹنے پر میں نے ان پھوپو کو راضی کیا تھا اور سب کرنے کے بعد معلوم ہوا میں نے اسی شاخ کو کاٹ ڈالا جس پر بیٹھا تھا آہ......! جو ہوا سو ہوا آج جب تم کسی اور کے پہلو میں ہو میں وہ کہتا ہوں جو دل میں نہ جانے کتنی بار کہتا آیا ہوں...... مگر کبھی روبرو نہ کہہ سکا مگر آج کہتا ہوں۔

''سو وہ...... آئی لو یو...... مائی لو...... آئی لو یو سو مچ......'' وہ پاگلوں کی مانند چیخنے لگا تھا۔



بابا صاحب کا تعلق سوات کے اندرونی گاؤں سے تھا۔ انہیں ایئرپورٹ چھوڑنے کے بعد وہ گھر کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ بابا صاحب نے خوب تسلی دلا سے دیئے تھے۔ اچھی امید پر جینے کی تلقین کی تھی' ان کی تمام باتیں وقتی طور پر تسلی کا باعث بن گئی تھیں۔ مگر دل کا موسم لمحہ لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ جہاں وسوسوں کی آندھی اندیشوں کا طوفان حشر بپا کیے رکھتا ہے اور کسی پل سکون لینے نہیں دیتا' تنہائی ملتے ہی وہ اس موسم کی زد میں پھنس گئے تھے۔

ڈرائیور محتاط روی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ شام کا وقت تھا...... سڑکوں پر ٹریفک کا اژدھام تھا مختلف ہارنز اور آوازوں سے فضا گونج رہی تھی اور اس سارے شور شرابے سے بے خبر وہ آنکھیں بند کیے اپنی سوچوں میں گم تھے۔ بہت بڑی چوٹ لگائی تھی ماضی کی بداعمالیوں نے بے خبری میں اپنی ذات کا حصہ گم گشتہ کر بیٹھے تھے۔

بابا صاحب کی روحانی طاقت کو وہ مانتے تھے۔ انہوں نے بیٹی کی موجودگی کا اشارہ دیا تھا۔ ان کا اشارہ ان کے لیے یقین کی سند رکھتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے بابا صاحب کوئی بھی بات بلاوجہ نہیں کرتے ہیں' پھر سب سے بڑی گواہی ان کے دل نے دی تھی اور کوئی پکار اٹھا تھا ایسا ہی ہے...... وہ اپنے اعمال کی پکڑ میں آ چکے ہیں کل تک دوسروں کی بہن بیٹیوں کے ساتھ گلچھرے اڑانے والا عیاش آدمی آج ذلیل و رسوا ہو گیا تھا۔ شدید کرب میں مبتلا ہو گیا تھا۔ کل تک چھپا چھپ کر گناہ کرنے والا اب ایسی سزا میں قید کر دیا گیا تھا کہ جو اپنے دل کی کیفیت بھی کسی کو بتا نہیں سکتا تھا۔

گھر آ کر وہ سیدھے زرقا کے کمرے میں چلے آئے' زرقا جو نماز پڑھ کر اٹھی تھیں انہیں نڈھال انداز میں بیڈ پر بیٹھتے دیکھ کر پریشانی سے ان کی طرف بڑھیں انہوں نے ہاتھ پکڑ کر انہیں قریب بٹھا لیا۔

''یوسف...... آپ تو بخار میں بری طرح جل رہے ہیں۔'' زرقا دوسرا ہاتھ ان کی پیشانی پر رکھ کر پریشانی سے گویا ہوئیں۔ ''کب سے آپ کو بخار ہوا ہے؟''

''تم اتنا پریشان کیوں ہو رہی ہو' معمولی بخار ہے ٹھیک ہو جائے گا۔'' انہوں نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

''یہ معمولی بخار نہیں ہے ٹھہریں میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں۔'' انہوں نے اٹھنا چاہا مگر انہوں نے دونوں ہاتھوں کو تھام لیا۔

''مجھے ڈاکٹر کی نہیں تمہاری ضرورت ہے تم یہاں سے کہیں مت جاؤ۔''

''میں کہیں نہیں جا رہی...... ڈاکٹر کو کال کرنے دیں۔'' زرقا نے بہت حیرانی سے ان کے اس انداز کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بخار کی حرارت بہت زیادہ ہے۔''

''ابھی میں مرنے والا نہیں ہوں......''

''یوسف...... کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا ہوا ہے آپ کو' بابا صاحب کے ساتھ ٹھیک ٹھاک گئے تھے۔ اس گزرے ہفتے میں

آپ کتنے کمزور و نڈھال ہو گئے ہیں۔" زرقا کو ان کی دماغی حالت خاصی ابتر محسوس ہو رہی تھی۔

"بوڑھا ہو گیا ہوں ناں کمزوری تو آئے گی زرقا۔" وہ نڈھال انداز میں لیٹتے ہوئے آہستگی سے گویا ہوئے۔

"اس ایک ہفتے میں کیا کایا پلٹ گئی آپ کی...... اتنے نڈھال کمزور و بیمار آپ کبھی نہیں ہوئے تھے۔ ایسا کیا ہوا ہے یوسف؟"

"کیا بتاؤں کیا ہوا ہے؟ کس منہ سے بتاؤں میری دنیا تباہ ہو گئی ہے۔ کل جو میں سینہ تان کر چلا کرتا تھا...... آج لوگوں کے پاؤں تلے کچلتا ہوا خود کو محسوس کر رہا ہوں' میری آنکھیں جو تفخر و غرور سے اٹھی رہتی تھیں اب زمین میں گڑھ کر رہ گئی ہیں' میں زمین میں دھنستا جا رہا ہوں۔" وہ چھت کو دیکھتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

"یوسف...... یوسف آپ مجھے نارمل نہیں لگ رہے' میں نوفل کو بلاتی ہوں' مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں۔" زرقا گھبرا گئیں۔

"ٹھیک ہوں میں کیوں نوفل کو بھی اپنی طرح پریشان کر رہی ہو۔"

"پریشانی کی کیا بات ہے اپنے ہی تو دکھ درد میں کام آتے ہیں۔"

"میرے لیے اتنا تردد مت کرو' میں اس قابل نہیں ہوں کہ مجھ پر ترس کھایا جائے۔ میں بہت ظالم و بے رحم انسان ہوں...... بہت برا ہوں۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ' کیا ہو گیا ہے آپ کو۔" زرقا نے محبت سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"ایک طویل عرصے بعد تمہیں بھی سزا کی سولی پر لٹکا کر بیوی کا درجہ دیا ہے۔ تمہاری ساری خوشیاں' ارمان' جذبات سب جلا کر تمہیں کیا خوشی دی۔" احساسات کے پندار پر جب ضرب پڑتی ہے پھر ٹوٹی مالا کی موتیوں کی طرح تمام بے حسی و زیادتیاں بکھری دکھائی دیتی ہیں اور انہیں یاد آ رہا تھا کہ انہوں نے نو یہ ہی نہیں زرقا کے ساتھ بھی از حد ظلم و زیادتی کی تھی۔

عورت کے ساتھ سب سے بڑا ظلم اس کی ذات کی نفی ہے اسے اپنا کر بھی نہ اپنانا اس کی ذات کی کھلی تذلیل و رسوائی ہے' پہلے دن ہی انہوں نے اس کا گھونگھٹ اٹھانا پسند نہیں کیا تھا' کمرے میں ہی قدم نہ رکھا تھا۔ پورے خاندان میں انہیں تماشہ بنا کر رکھ دیا تھا۔ پھر وقت نے بھی خوب انتقام لیا تھا۔ آج وہ تماشہ تھے اور اسی عورت کے پہلو میں جائے پناہ تلاش کی تھی' جس کی زندگی کی بہاریں خزاؤں میں بدل ڈالی تھیں اور وہ عورت ان سے بلند ظرف نکلی تھی۔

"کیوں سوچ رہے ہیں آپ اس طرح سے ایسا کچھ بھی نہیں ہے' عورت جس کھونٹے سے ایک بار بندھ جائے پھر وہ وہیں بندھی رہنا پسند کرتی ہے۔ میں نے آپ سے محبت کی اور یہ اس محبت کا ہی ثمر ہے کہ آپ میرے بن گئے ہیں۔"



گھٹائیں سر شام ہی ماحول کا احاطہ کیے ہوئے تھیں' مگر تیز چلتی ہواؤں نے بارش کو برسنے نہیں دیا تھا البتہ کبھی کبھی پھوار برس جاتی تھی' کبھی موٹے موٹے قطرے موتیوں کی صورت میں برسنے لگتے۔ ایک پارٹی میں لاریب کی ملاقات جہاں آرا سے ہو گئی تھی اور اس نے انشراح کے حصول کا تقاضہ کیا تھا' حالانکہ بات بہت راز داری سے کہی تھی مگر جہاں آرا نے لوگوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کی کھلی بے عزتی کی تھی۔ اس کی خالی جیب اور ماں کی زیر کفالت ہونے کا چرچہ کیا' کچھ ان کے جیسے چھچھورے لوگوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا اور جو لوگ اس کی خاندانی حیثیت سے واقف تھے انہوں نے ان باتوں کو کسی بھونڈے مذاق کے سوا کچھ نہ سمجھا۔

مگر یہ حرکت لاریب کے ضبط و برداشت کو کھوکھلا کر گئی تھی۔ ان کی حرکت وہ پارٹی اٹینڈ کیے بنا وہاں سے چلا گیا تھا۔ غصے و اشتعال سے اس کی بری حالت تھی' دل کر رہا تھا پستول کی ساری گولیاں جہاں آرا کے جسم میں اتار دے اور وہ ایسا کر بھی دیتا اگر مراد بروقت مداخلت کر کے اسے اس ارادے سے باز نہ رکھتا۔

"[illegible] بڑھیا کو مار کر آپ کو کیا ملے گا؟" وہ پستول اس کے ہاتھ سے لیتا ہوا بیڈ کی دراز میں رکھتا ہوا بولا۔

"[illegible] دل کو وہ آگ بجھے گی جو اس حرافہ بڑھیا نے میری بے عزتی کر کے لگائی ہے' دیکھا تھا تم نے کس طرح [illegible] یا تھا' جن سالوں کی اوقات نہیں تھی میرے ساتھ کھڑے ہونے کی وہ بھی مجھ پر ہنس رہے تھے' ہیلس کس [illegible]" لاریب بے سکون کمرے میں ٹہل رہا تھا اور ڈرائیور مؤدبانہ انداز میں ایک طرف کھڑا تھا' مراد اس کا ہم عمر تھا' کسرتی بدن [illegible] کا لاریب کے چند پُر اعتماد ملازموں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ اس کے ہر راز سے واقف تھا۔ لاریب بھی اس پر مکمل [illegible] کرتا تھا۔

"صاحب...... دشمن موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ ان کا آپ پر ہنسنا یہ ثابت کرتا ہے وہ سب آپ سے حسد کرتے اور جلتے [illegible]" مراد کے لہجے میں سو فیصد خوشامد و چاپلوسی تھی۔

"ٹھیک کہتے ہو تم سے زیادہ مجھے کون جان سکتا ہے جلتے ہیں لوگ میری خوب صورتی' دولت' میرے ٹھاٹ باٹ سے [illegible] یہ چند دنوں کی غربت کیا آئی لوگوں کی اصلیت دیکھ لی ہے کوئی کسی کا نہیں ہے یہاں سب دولت کو سلام کرتے ہیں۔"

"صاحب ایک مشورہ دوں برا تو نہیں مانیں گے؟" مراد نے ہاتھ جوڑ کر دھیمے لہجے میں اجازت طلب کی۔

"ہاں ہاں کہو یار...... تمہاری بات کا برا نہیں لگتا۔" وہ تھک کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"آپ انشراح بی بی کو بھول جائیں' بہت حسین ترین لڑکیاں آپ کو مل جائیں گی' خوب صورتی ان پر ختم نہیں ہو گئی ہے بے [illegible] حسن سے یہ دنیا بھری پڑی ہے صاحب۔"

"میں تمہاری محبت کی قدر کرتا ہوں اور معلوم ہے مجھے بھی دنیا اس حسن پر ہی ختم نہیں ہوتی...... مگر اس دل کا کیا کروں...... جو اس کی ہی قربت کے لیے مچلتا ہے' پھر اب تو بات میری مردانگی پر آ گئی ہے میں جب تک اس مکار بڑھیا اور اس کی مغرور نواسی کے غرور کو پاش پاش نہ کر دوں سکون سے نہیں بیٹھوں گا۔" اس کا لہجہ ضد و رعونت سے بھرپور تھا' وہاں اسے کافی دینے آتی امینہ بی چونک کر رک گئی' جب کہ اندر سے آواز آ رہی تھی۔

"صاحب' اس واقعہ کو گزرے کئی دن ہو چکے ہیں اور آپ بھول کر ہی نہیں دے رہے' روزانہ پستول نکال کر بڑھیا کو قتل کرنے کے ارادے سے جانا چاہتے ہیں۔ اس بڑھیا کو مار کر آپ کی مشکلات میں اضافہ ہو گا۔"

"پھر کیا کروں تم ہی بتاؤ؟ لیکن یاد رکھنا میں انشراح کے حصول سے بالکل بھی دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوں کچھ بھی ہو جائے اس [illegible] بھی ایک ایک زیادتی کا بدلہ سود سمیت وصول کروں گا' بہت ادھار نکلتا ہے اس کی طرف بار بار انسلٹ کی ہے اس نے [illegible]"

"ٹھیک ہے آج موسم بھی خطرناک ہے آج اسے ہم کڈنیپ کر لیتے ہیں۔" مراد کی بات پر امینہ بی کا دل بند ہونے لگا۔

"گڈ آئیڈیا...... آج رات رضوان حسن کا میوزیکل پروگرام بھی ہے اور اس نے میرے ساتھ ہی جہاں آرا کو بھی انوائیٹ کیا تھا اور وہ بڑھیا کوئی دعوت مس نہیں کرتی۔ وہ وہاں ضرور جائے گی اور ہم آسانی سے انشراح کو کڈنیپ کر لیں گے۔" وہ مسرت سے جھوم کر گویا ہوا' مراد نے یہاں بھی مشورہ دیا کہ وہ تنہا ہی انشراح کو کڈنیپ کرے گا کیونکہ وہ لاریب کو گھر میں داخلے کی اجازت نہیں دے گی' جب کہ وہ کوئی چال چل کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ لاریب نے اس کی ذہانت کی داد دی' پھر ان کے درمیان جگہ [illegible] ہونے لگی۔ جہاں انشراح کو اغوا کر کے لایا جانا تھا۔ وہ بے خوف بات کر رہے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا اس کے روم کی طرف بلا [illegible] نے کی کسی کی جرأت نہ تھی۔

[illegible] کافی لے کر آئی تھیں' مگر ان کی خوف ناک باتیں سن کر اندر جانے کی ہمت نہ کر سکی تھیں اور دبے پاؤں واپسی [illegible] نوفل نے ان کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ لاریب کی نگرانی رکھیں...... مگر کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی تھی اور آج

اتفاقاً اتنی بڑی کامیابی ہاتھ آ گئی تھی۔ امینہ بی نے اپنے سرونٹ کوارٹر میں آ کر دروازہ بند کر کے اپنا موبائل اٹھایا اور نوفل کا نمبر ملایا مگر دوسری طرف موبائل بند جا رہا تھا۔ وہ گھنٹوں تک کال ملاتی رہی اور سیل آف ہی رہا تھا گھن گرج کے ساتھ طوفانی بارش شروع ہو چکی تھی۔

❁.......❁.......❁

"نوفل بھائی! بابر بتا رہا ہے تمہارا دل ابھی تک اُنشی کی طرف سے صاف نہیں ہوا آپ نے اس کی شرارت کو بڑا سیریس لیا ہے۔" عاکفہ نے سنجیدگی سے بابر کے برابر میں براجمان نوفل سے پوچھا۔

"شرارت تو میں بھی اسے مان ہی نہیں سکتا اس کی باتوں میں جو سرد مہری اور آنکھوں میں جس طرح آگ دہک رہی تھی وہ میں نے بخوبی دیکھی تھی شرارت میں کوئی کسی کو ذلیل و خوار نہیں کرتا۔"

"یہی سوچ کر میں پریشان ہوں اُنشی کو آپ سے کیا دشمنی ہو گی؟" اس کی سچائی پر عاکفہ بھی تذبذب کا شکار ہوئی تھی۔

"یہ بات آپ کی دوست ہی بتا سکتی ہے۔" وہ افسردہ سا مسکرایا۔

"تم معلوم تو کرو عاکفہ وہ کس غلط فہمی کا شکار ہے۔" بابر نے بھی اس معاملے کو طول دینے کی بجائے ختم کرنے کی ٹھانی۔

"بہت بار کوشش کی ہے اور ہر بار وہ یہی کہتی ہے کہ وہ محض ایک شرارت تھی..... ایک مذاق تھا اور کچھ بھی نہیں۔"

"اگر اس کا مذاق اتنا سنگین ہے پھر خفگی کتنی ظالم ہو گی کم از کم نوفل کے لیے افورڈ ایبل نہیں ہو گی۔"

"مجھے افورڈ کرنی بھی نہیں ہے وہ ایک سائیکو لڑکی ہے۔" نوفل نے رسٹ واچ دیکھتے ہوئے ترش روی سے کہا۔

"ایسا مت کہیں وہ بہت بہترین و سلجھی ہوئی لڑکی ہے جب تک اسے اپنی ہانو کی اصلیت کا معلوم نہ تھا تب تک وہ کسی کو خاطر میں لانے والی نہ تھی بہت پُر اعتماد و باحوصلہ تھی۔"

"اچھا..... میں اب چلوں گا بہت دیر ہو گئی ہے۔" نوفل نے بابر سے کہا۔

"عاکفہ ادرک والی چائے لے کر آ رہی ہے پی کر جانا۔"

"تھینکس اے لوٹ عاکفہ بھابی!" وہ عاکفہ سے بولا جو بھابی کہنے پر جھینپی تو بابر کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔

"اتنی بہترین سی کافی پینے کے بعد چائے کی گنجائش نہیں۔"

"کچھ دیر بیٹھو تو سہی عاکفہ نے اُنشی کو بھی بلایا ہے وہ آ رہی ہوں گی میں چاہتا ہوں تم دونوں کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے اور اوپر سے موبائل بھی آف ہو گیا ہے ماما کال کریں گی تو پریشان ہو جائیں گی۔ بارش کی تیزی بڑھتی جا رہی ہے۔" وہ کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا کار سڑک پر رواں دواں تھی۔

رات ابھی پوری طرح سے پھیلی نہیں تھی مگر گہرے سیاہ بادلوں نے ہر سمت نصف رات کا اندھیرا پھیلا دیا تھا اور کچھ دیر قبل ہونے والی پھوار نے دھواں دھار بارش کا روپ اختیار کر لیا تھا۔ ہر سو پانی ہی پانی تھا۔ سڑکوں پر گویا دریا بہہ نکلا تھا۔ راستے سنسان ہو گئے تھے۔ اس کی نگاہ دوسری سمت میں کھڑی ٹیکسی پر پڑی جس میں کوئی خرابی ہو گئی تھی۔ ڈرائیور باہر پریشان کھڑا تھا۔ بارش میں بھیگتا ہوا اسے کسی کی مدد کا انتظار تھا نوفل کو اس کی حالت پر ترس آ گیا تو وہ کار سے نکل کر اس طرف بڑھا۔

"کیا ہوا بابا آپ کی ٹیکسی خراب ہو گئی ہے؟" وہ قریب جا کر بولا۔

"پتہ نہیں صاحب کیا ہوا ہے چلتے چلتے بند ہو گئی ہے۔"

"اتنی تیز بارش میں چیک بھی نہیں کیا جا سکتا آپ گاڑی کو لاک کر دیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔ کہاں رہتے ہیں؟" چند لمحوں میں وہ بھی بھیگ گیا تھا۔

"میرا گھر کچھ فاصلے پر ہے۔ اسی لیے میں نے سواری بھی لے لی تھی کہ گھر بھی چلاؤں گا اور روزی بھی مل جائے گی مگر اس بارش نے سارا کام ہی خراب کر دیا یہاں دور دور تک کوئی ٹیکسی دکھائی نہیں دے رہی اب میں عورت ذات کو تنہا کہاں چھوڑوں؟"

وہ اپنا دکھ بیان کر رہا تھا معاً دروازہ کھول کر وہ باہر آئی۔

"آداب..... "وہ سنجیدگی سے مخاطب ہوئی تھی نوفل لمحے بھر کو حیران ہوا۔

"تم..... اس موسم میں تنہا؟"

"تنہا لوگ تنہا ہی جائیں گے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"صاحب..... آپ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟" ڈرائیور خوش ہو گیا۔

"کیا آپ مجھے لفٹ دینا پسند کریں گے؟"

"ہوں..... چلو۔" اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی تھی اُسے کار میں بیٹھنے کا اشارہ کرتا وہ والٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ دینے لگا انشراح نے پرس سے روپے نکالنے چاہے مگر اس نے اس انداز سے گھورا کہ وہ خاموشی سے کار کی طرف بڑھ گئی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں اس موسم میں تنہا نکلنے کی؟" وہ کار اسٹارٹ کرتا ہوا مشتعل لہجے میں بولا۔

"عاکفہ کی بار بار کال آ رہی تھی اور گھر سے نکلتے وقت موسم ایسا نہیں تھا یہ اچانک ہی موسم کے تیور بدلے ہیں ورنہ میں پاگل تھوڑی ہوں جو ایسے موسم میں گھر سے نکلتی۔" اس کی شفاف پیشانی پر پڑی شکنوں نے اسے بھی ہراساں کر دیا تھا اور وہ وضاحتیں دینے لگی تھی۔

"اگر میں یہاں سے نہیں گزرتا پھر کیا کرتیں تم؟ ایسے موسم میں کوئی غلط آدمی مل جاتا کون آتا تمہاری ہیلپ کو؟" صحیح معنوں میں غیر متوقع طور پر انشراح کو دیکھ کر اسے دلی صدمہ ہوا تھا۔

"غلط آدمی ہونہہ..... میں لڑکی ہوں کوئی حلوہ نہیں جو کوئی کھا کر ڈکار بھی نہ لے آدمیوں سے نبٹنا اچھی طرح جانتی ہوں۔ ایک پل میں مقابل کی ہڈی پسلی توڑنے کا ہنر آتا ہے مجھے۔" وہ اس کی سرد مہری و غصے کی پروا نہ کرتے ہوئے زعم بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

"شٹ یور ماؤتھ..... ایک تھپڑ بھی برداشت نہیں کر تیں تم۔" وہ غصے سے دھاڑا۔ غضب ناک نگاہوں سے اس کے فیروزی سوٹ کو دیکھا جو بارش میں بھیگ کر بدن سے چپک گیا تھا اسے بھی اس لمحے احساس ہوا تو وہ سمٹ کر رہ گئی معاً نوفل کا ہاتھ بڑھا۔

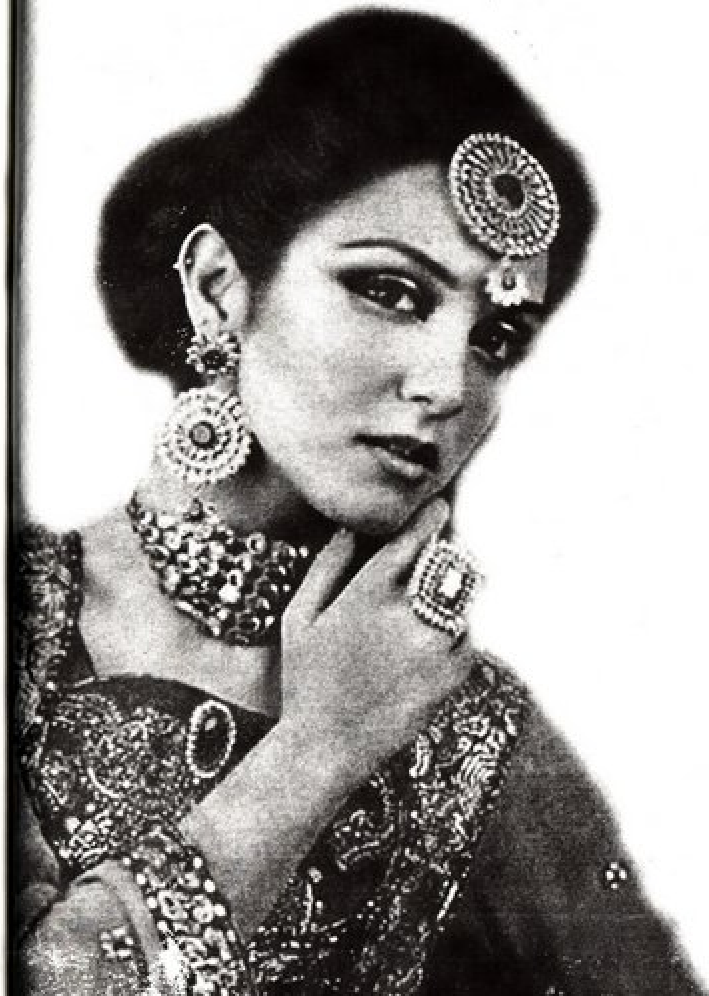
(ان شاءاللہ کہانی کا بقیہ حصہ آئندہ شمارے میں)

❁

چندا کے بخت کا چاند

انعم خان

میں نکل کر تیرے دام سے
نہ گروں گا اپنے مقام سے
میں جیوں گا تیرے بغیر بھی
مجھے زندگی کا شعور ہے



"چاند کو چندا بھاگئی۔"

ایک شور گھر کے سکوت کو کچل کر بلند ہوا۔ میری بھی سماعتوں سے آوازیں ٹکرانے لگیں۔ آوازیں واضح مگر تاثر دھندلا تھا۔ جیسے گہری کھائی سے مدد کی پکار کو ہواؤں کا ریلا بہا کر وحشتوں کے حوالے کررہا ہو۔ جہاں سناٹے طاقتور اور مزاحمت برائے نام ہو۔ میں خاموشی سی ان آوازوں کے بیچ آن پہنچی تھی۔

"یہ قصہ بھی تمام نہ ہوجائے اذیت کا الاؤ بند توڑ دے گا۔ کرب کا سمندر سانسوں کو بھنور میں دھکیل دے گا۔" ایک آواز میرے اندر سے بھی لرزتی کانپتی ابھری۔

اب فرار لازم تھا۔

تلخ واذیت بھری فضاؤں میں میرا دم گھٹنے لگا۔ کڑوا دھواں میرے حلق میں ٹھہر سا گیا۔ میرے اعصاب جواب دینے لگے تھے۔ اردگرد مجمع مجھے تضحیک وتمسخر بھری نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

میری آنکھیں ساکت تھیں مگر ذہن متحرک تھا۔ تذلیل آمیز باتوں کی آمیزش میری سوچوں کو آزمانے لگی اور ابدی نیند سوئے دو نفوس آنکھ کے پردے پر منعکس ہونے لگے تھے۔ میں انہیں کھونے کے باوجود اس وقت محسوس کرسکتی تھی۔ دل بھی پُروثوق ہوچلا۔ جیسے وہ یک دم میرے آس پاس میرے بہت قریب آگئے ہوں۔ جیسے ان کے لب آج بھی میرے لیے دعا گو ہوں۔ جیسے وہ آج بھی میرے مستقبل کے لیے فکر مند ہوں ہوں بھی کیوں نہ میں ہی تو تھی ان کے لیے سب کچھ وہی تو تھے میرے سب کچھ۔

"آہ......" کس قدر اذیت ناک احساس ہے۔ کاش وہ اس وقت ہمیشہ کے لیے مجھے اپنے پاس رکھتے۔ مجھے چھوڑ کر نہ جاتے اگر یوں مجھے چھوڑ کر جانا ہی تھا تو کاش مجھ "یتیم" کو لفظ "یتیم" بھی اب تضحیک آمیز لگنے لگا تھا۔ میرا "یتیم" ہونا نہ ہونا بھی ایک ادھورا سوال تھا۔ جس کا جواب اب مجھے بھی چاہیے تھا۔ کاش وہ دو مہربان اپنی بے اولادی کا غم بھلانے یہاں ان سفاک لوگوں میں نہ لاتے۔ یہاں زندہ ہوتے ہوئے بھی زندہ لاشہ بنی زندگی جینا کس قدر کربناک ہے۔

"یہ یتیم پتہ نہیں یتیم ہے بھی کہ نہیں۔ رات کی تاریکی میں سرزد گناہ کا وہ بوجھ ہی نہ ہو جسے بھوکے کتوں کے سامنے ڈال کر معتبر بنا جاتا ہے۔ یہ لڑکی ہمارے خاندان کا حصہ کبھی نہیں بن سکتی۔" سالوں پہلے تایا کی باتوں نے میرے کانوں میں پگھلتا سیسہ انڈیلا تھا۔

میرا وجود سوالیہ تھا۔

یتیم یا ناجائز؟

کون تھی میں؟

محض لفظوں میں الجھی پہیلی...... یا الجھے دھاگوں میں گمنام گمشدہ سرا

"یہ یتیم نہیں نہ ہی ناجائز ہے یہ میری بیٹی ہے۔ میری چندا ہے۔ اس کے لیے اس خاندان میں کوئی جوڑ ہو ہی نہیں سکتا۔ میری چندا کے لیے چاند آئے گا۔ چندا چاند کو بھائے گی۔ میری چندا کا بخت چاند سے منسوب ہے۔ تم بے حس کیا جانو دولت جائیداد کی لالچ تمہیں اندھا کرگئی ہے۔ رشتوں میں سے بے غرض محبت نکال کر مطلب پرستی میں جینے والے لوگ ہو تم۔ ذہنی مفلوج ہو سب کے سب چندا کے لائق تم اور یہ خاندان ہے ہی نہیں۔" یہ وہ مشفق باپ تھا۔ جنہوں نے مجھے بیس سال اپنے دستِ شفقت میں رکھا۔ زندگی کی تپتی دھوپ کے سامنے ڈٹ کر کھڑے رہے میرے لیے مجھے محبتوں کی چھاؤں میں رکھا۔ اپنی بساط سے بڑھ کر مجھے آسائش دی۔ زندگی کی تکلیف دہ کمی کو پورا کرنے والے تھے وہ۔

"دو جھوٹے بول آپ کے لیے تسلی بخش تو ہوسکتے ہیں لیکن حقیقت کی کڑواہٹ و چندا کی اصل شناخت کے چہرے کو مسخ نہیں کرسکتے۔" پھوپو کا زہر خند لہجہ میری سانسوں میں زہر گھول دیتا ہے۔ بابا اور اماں کہاں سے مجھے لائے بیٹی بنایا پہلے میں جاننا نہیں چاہتی تھی۔ وہ دونوں میرے لیے معتبر تھے۔ بابا نے ہمیشہ ایک باپ ہونے کا حق ادا کیا۔ خاندان کی مخالفت کے باوجود مجھے اپنا نام دیا ان کے لیے میں ابتدا سے ہر ایک کی باتیں سہہ لیتی

مجھےان کے لیے کسی کی باتوں سے گھائل ہوکر رہنا نہیں ہوتا تھا۔ وہ مجھے اپنے جینے کی وجہ کہتے تھے۔ شاید میں ان کے لیے بہت خاص تھی اور میرے لیے تو وہ دنیا کی انمول نعمت تھے۔ سانسوں کی روانی اور دھڑکنیں بھی انہی سے منسلک تھیں۔

اور محبت...... کیا محبت کو مذاق کا درجہ دیا جاسکتا ہے؟

”نہیں' کبھی بھی نہیں۔“

محبت تو محبت ہوتی ہے۔ محبت تو وہ طاقت ہوتی ہے جو جنگجو بنے تو دنیا فتح کرلے جو آزمائی جائے تو بے مثال بن جائے جو نبھائی جائے تو لازوال ٹھہرے' مرضِ عشق میں جو وجہ شفاء بنے' جو عرش کی وسعتوں میں بکھرے تو ابر بن جائے' جو دلوں کو تسخیر کرے تو ازل سے انتہا تک سراپا زندگی ہو وہ محبت مذاق کیسے ہوسکتی ہے؟

”چندا' تم میرے ساتھ چاہو تو وقت گزار لو مگر محبت کا راگ آلاپ کر میرے دل تک رسائی پانا ناممکن ہے۔ تم سے اعتراف محض ایک شرط اور جذبات کا اعتراف مذاق تھا۔ چچا جان تمہیں بے شک بیٹی کہیں مگر اس خاندان کا حصہ تم کبھی نہیں بن سکتی۔ تم کون ہو' کس کا خون ہو؟ یہ جانے بغیر تم محبت کو سنجیدگی سے نہ لو اگر محبت اتنی ہی ضروری ہے تمہارے لیے تو بے شک مجھ سے کرو مگر بدلے میں سچی محبت کی امید مت رکھنا۔ ویسے بھی امی اپنی بھانجی سے میری بات طے کرچکی ہیں۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔“

وہ سفاک لہجہ کتنا معتبر بنا مجھے پیشکش اور میری روح تک چھلنی کرگیا تھا۔ تشنگی کا احساس مجھے دلدل میں دھکیل گیا تھا۔ ایسی دلدل جہاں اپنے وجود کو اذیتوں و کرب سے نکالنے میں سرگرداں میں روح تک زخمی ہوچکی تھی۔ تب مجھے جینے کی چاہ نہیں تھی۔ میں ایک لمحہ مزید نہیں جینا چاہتی تھی مگر وہ دو مہربان' مجھے محبتوں کے حصار میں سمیٹنے والے میں ان کی آنکھوں میں روشن خود سے جڑی خوشیوں سے شکست کھاگئی تھی۔ مجھے ان کے لیے جینا تھا۔ اپنی مطلق پروانہ کرتے ہوئے مگر زندگی سہل پسند نہ تھی۔ ذہنی و قلبی آزمائش زور پڑ چکی تھی۔ قسمت کی ستم ظریفی مجھے ماں باپ کی آغوش سے وحشتوں کے صحرا میں دھکیل لائی تھی۔ جہاں تب رشتے داروں کی ”محبت“ میری منتظر تھی۔

”بدنما داغ دھل بھی جائیں تو دامن اجلا نہیں رہتا' بھائی جان کے بعد ہم اس ناجائز کو خاندان کی ناموس پر سوالیہ نشان بنا نہیں دیکھ سکتے۔“

”چندا کو چاند کے حوالے کرنا ہوگا اب۔“

ایسی بہت سی باتیں میرا مقدر میں لکھی جانے لگی تھیں۔ میرے لیے ”چاند“ ڈھونڈا جانے لگا تھا۔ میں وہ ناپسندیدہ بوجھ تھی جسے اٹھانے سے قبل گہری کھائی میں پھینکنا ہی نجات دلاسکتا تھا۔ بابا کے کہے الفاظ سب کے لیے تمسخر کی وجہ بن گئے تھے۔ میری ذات و عزتِ نفس کو مجروح کیا جانے لگا تھا اور میں اپنی فکر سے مبرا بابا اور اماں کو کرب سے گزرتا محسوس کرنے لگی تھی۔ گویا وہ مجھے ان سب سے دور لے جانا چاہتے ہیں۔ میں بھی یہاں سے دور جانا چاہتی تھی اور اب تو مجھے جانا ہی تھا۔

”چندا' چاند کو بھاگئی تھی۔“ سوچوں کے تخیل سے نجات مجھے مزید کرب سے دوچار کرگئی تھی۔

وقت گزر رہا تھا۔

شاید قسمت بھی بدل جائے؟

نحوست کی فضاء بھی ٹل جائے؟

”بھائی صاحب کے بعد ہم نے ان کا فرض ادا کردیا' تمہیں عزت سے بیاہ رہے ہیں۔ ہمیں بے عزت کرنے خدارا واپس یہاں مت آنا۔ تمہارا سایہ اس گھر کی بچیوں کے مقدر کو بھی داغ دار کردے گا۔ آج سے تمہارا اس گھر سے اور اس گھر کے مکینوں سے کوئی واسطہ نہیں' یہاں کوئی تمہارا منتظر نہیں ہوگا۔“ رخصتی کے وقت میرے پلو سے نصیحت باندھی گئی تھی۔ میری چپ واجب تھی۔

سرخ عروسی جوڑے میں مجھے نئے آسمان کے چاند کی ملکیت بنادیا گیا تھا۔ جہاں ایک ”عورت“ کی فطرت میرے اندر انگڑائی لے چکی تھی۔ بجھی آنکھوں میں آس کے جگنو روشن ہورہے تھے۔ ایک امید' خوش فہمی کا روپ دھارنے لگی تھی۔ شاید میرے فلک کا چاند صرف میرا ہو' اسے میری ذات کی اصل سے نہیں مجھ سے غرض ہو وہ چاند صرف درد چنے' ہر اذیت کا مداوا کرے۔

کاش ایسا ہو......

کاش ایسا ہی ہو......

ذہنی تھکن پُرسحر خیال سے زائل ہونے لگی تھی۔ مجھے میرے فلک کے چاند کا انتظار تھا۔ جو مختصر ثابت ہوا تھا۔ چاند میرے سامنے تھا لیکن میری عمر سے دگنا' بھدے تاثرات لیے مجھے گھورے جارہا تھا۔ چند لمحوں میں ”میری ذات کی اصل“ سے واقفیت کو منکشف کرتا مجھے اپنا۔ بزرگے احسان گنوا رہا تھا۔ میں گہری چپ کی چادر اوڑھے اسے سن رہی تھی کہ اب مجھے ہر روز یونہی اسے سننا تھا۔ اس کی خدمت میں دن رات ایک کرنا تھا۔ اس کی پہلی بیوی کے بچوں کو ہر دن ماں بن کر پالنا تھا اور ہر رات اس کی احسان مند ہوکر اطاعت میں گزارنا تھا۔

ایک اور آزمائش تمام تر اوزاروں سے لیس سر اٹھا چکی تھی۔

”آہ......“

یہی ابتدا کی انتہا تھی......

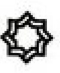
یہی حقیقت تھی......

یہی میری اوقات تھی......

یہی چندا کی داستان تھی اور رہے گی......

کیونکہ......

”چندا کے بخت کا چاند تو ازل سے آزمائشوں میں گھرا تھا۔“



آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ نئے اُفق

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ (بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر

0316-0128216

موبی کیش اکاؤنٹ نمبر

0300-8264242

رابطہ: طاہر احمد قریشی......0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز

کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔

فون نمبر: 2/35620771-922+

aanchalpk.com

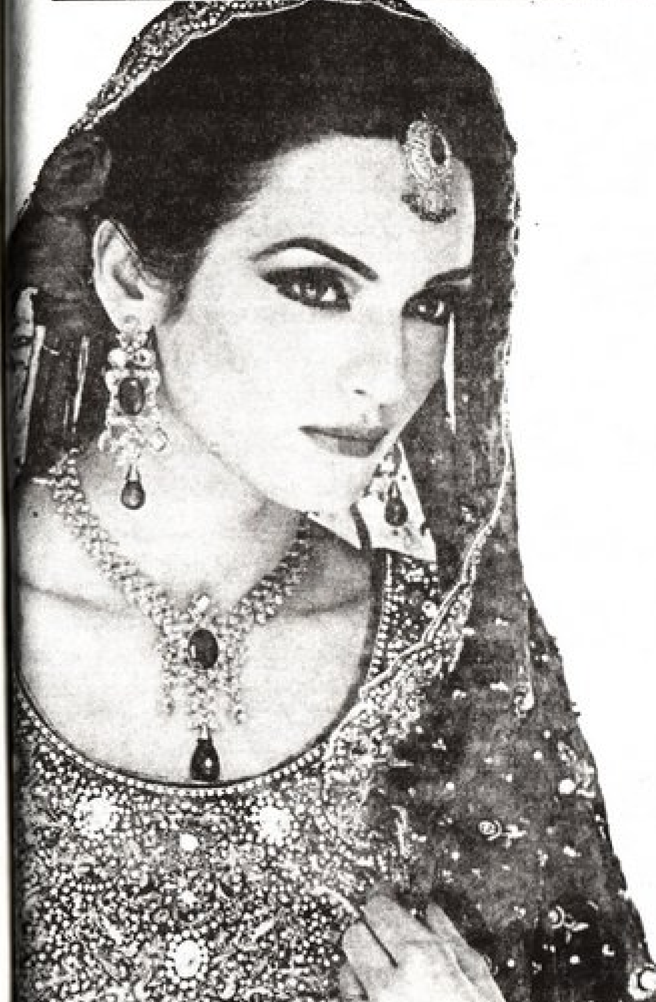
aanchalnovel.com

Info@aanchal@com.pk

پھلوں میں ہے چاند

ماورا طلحہ

ہوتی نصیب میں گر تیری دید کی خوشی
کس دھوم سے مناتے ہم اس عید کی خوشی
تیرے بغیر عید کی وہ رونقیں کہاں
بے کار سا ہے میرے لیے عید کا سماں



الگنی سے کپڑے اتارتے ہوئے اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ سورج آسمان کے وسط میں براجمان اس کے ناتواں جسم کا امتحان لینے پہ تلا ہوا تھا۔ پیشانی پہ آیا پسینہ دوپٹے کے پلو سے صاف کرتے ہوئے قہر برساتی نظر آسمان پہ ڈالی اور پیر پٹختی کپڑوں کا ڈھیر اٹھائے دادی جان کے کمرے کی جانب چل دی۔ وہ ہانپتی کانپتی کمرے میں داخل ہوئی اور سارے کپڑے دادی جان کے بیڈ پر ایک سائیڈ پہ رکھ دیئے۔

"یہ لیں دادی جان! آپ کے محل کا چھوٹے سے چھوٹا کپڑا ابھی اس ملازمہ نے دھو دیا ہے امید ہے اب مجھ معصوم پہ مزید کوئی ستم نہیں ڈھایا جائے گا۔" اس نے کپڑوں کے ڈھیر پہ لیٹتے ہوئے بڑے دل گداز انداز میں دہائی دی۔

"تیرا بیڑا اتر جائے نکمی! میں نے تجھ جیسی نالائق لڑکی پورے خاندان میں نہیں دیکھی۔" انہوں نے غصے سے کہتے ہوئے ایک زوردار دھموکا اس کے کندھے پہ جڑ دیا۔

"کیا ہے دادی جان! یہ اتنے کپڑوں کا ڈھیر دھلوانے کے بعد بھی خاندان کی نکمی میں ہی نظر آ رہی ہوں اور یہ دھموکا کس خوشی میں عنایت کیا مجھے؟" دادی کا ہاتھ پڑتے ہی وہ بلبلا اٹھی۔

"ابھی کپڑے دھوئے ہیں اور آتے ساتھ ہی ان پہ ایسے بازو پھیلا کر لیٹ گئی ہو جیسے میں نے تمہیں جنگ لڑنے بھیجا تھا۔" دادی جان اب بھی کڑے تیور لیے اسے گھور رہی تھیں۔

"تو میرے لیٹنے سے آپ کا انمول خزانہ گندا ہو جائے گا کیا؟" وہ دکھ بھرے انداز میں کہتے ہوئے دوبارہ وہیں پر بیٹھ گئی۔

"کبھی بات مان بھی لیا کرو! تمہارے پسینے کی بدبو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے تو ان کپڑوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔" دادی جان نے کہتے ہوئے دوپٹہ ناک پہ رکھ لیا اور اس کا تن بدن سلگ گیا۔

"میرے پسینے سے بھی خوشبو آتی ہے، میں جہاں جہاں سے گزرتی ہوں وہاں وہاں پوچھا جاتا ہے کہ یہ کس کی خوشبو ہے۔" وہ ہاتھ اٹھا کر اپنی تعریف میں رطب اللسان تھی کہ دادی جان نے چھڑی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر اب کی بار وہ اس وار کے لیے تیار تھی اور چھڑی پڑنے سے پہلے ہی چھلانگ لگا کر دور ہٹ گئی۔

"اللہ جنت میں گھر کرے تیری ماں کا اور بھلا کرے تیرے باپ کا جو خود دوسری بیگم لے کر گوروں کے دیس میں بیٹھ گیا اور تجھ جیسی بلا کو دونوں میرے سر منڈھ گئے۔ نہ کسی کی سنتی ہے اور نہ مانتی ہے، میرے سر میں خاک ڈلوائے گی۔" دادی جان کا پارہ آسمان چھونے لگا اور جب بول بول کر تھک گئیں تو اس کی تلاش میں ارد گرد دیکھا مگر وہ نہ جانے کب کی کھسک چکی تھی۔

"اب رو رو کر منہ سوجھا لے گی اور لڑکا بے چارا کام سے تھکا ہارا آ کر کھانے کے لیے ہمارا منہ دیکھے گا۔" انہوں نے دروازے کی جھری سے اس کی تلاش میں نظریں دوڑائی مگر ناکامی ہوئی تو سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

☾ ...... ♥♥♥ ...... ☾

دوپہر سفر کرتے ہوئے شام کی دہلیز پہ دستک دینے لگی، سائے لمبے ہوتے جا رہے تھے۔ گرمی کا پارہ بھی نیچے کی جانب آنے لگا تھا، سورج تھکا ہارا آرام کی غرض سے ڈوب رہا تھا۔ آنگن میں لگی بیل سے ہوا چھیڑ خانی کر رہی تھی۔ وہ چابی سے گھر کا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوا تو خلاف معمول گھر میں اندھیرے کا راج تھا۔ صحن اور آنگن کے ایک کونے میں چھوٹا سا لان بھی سنسان تھا۔ اس نے بائیک کھڑی کی اور تشویش زدہ سا آگے بڑھ گیا۔ لاؤنج میں کسی کو نہ پا کر وہ دادی جان کے کمرے کی طرف آیا اور توقع کے مطابق وہ اسے وہیں مل گئیں۔

"السلام علیکم!" دادی جان کے آگے سر جھکاتے ہوئے اس نے کہا۔

"وعلیکم السلام! اللہ صحت وتندرستی والی زندگی عطا کرے۔ بیٹھو بیٹا میں تمہارے لیے پانی لاتی ہوں باہر تو گرمی بھی بہت ہے۔" اس کے لیے پلنگ پہ جگہ بنا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آپ کہاں جارہی ہیں دادی جان۔ لالی کہاں ہے؟ وہ لے آتی ہے پانی۔" اس نے جلدی سے انہیں پکڑ کر بٹھایا۔

"لالی تو مراقبے میں گم ہوگی، دو دن سے پہلے تو اب نہیں ملے گی۔" وہ اپنے تہہ شدہ کپڑے رکھنے کے لیے الماری کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ تو افسوس ناک خبر سنائی آپ نے مگر اب یہ سوگ کس وجہ سے ہے؟ کسی ڈرامے کا ہیرو مر گیا یا ہیروئن کی سوتیلی ماں نے اس کی شادی ولن سے کردی۔" دادی کی بات پہ مسکراتے ہوئے اس نے لالی کے سوگ کی وجہ پوچھی۔

"آئے ہائے بیٹا...... نہ پوچھو اللہ بخشے تمہارے دادا جان کو کہ کیا کمال وقت گزرا ان کے ساتھ اور ایسے دیدہ دلیر کہ مقابل کی خامی اس کے منہ پہ دے مارتے، مجھے کہا کرتے تھے کہ میرے منہ کے آگے خندق ہے اور سچ ہی کہا کرتے تھے۔" وہ بات کرتے ہوئے وقت۔ کے چکر میں کھو گئی تھیں۔

"دادی جان میں آپ سے لالی کا پوچھ رہا ہوں اور آپ دادا جان کے جاہ وجلال کی قصے سنانے لگیں۔ میں لاتعداد مرتبہ آپ سے ان کا ذکر خیر سن چکا ہوں اس لیے سمجھ نہیں پا رہا کہ اب ان کا ذکر کیوں؟"

"ایک تو تم اکیسویں صدی کے بچے...... کہتے ہو سوال زبان سے نکلے نہ اور جواب حاضر ہو...... وہ ہی تو بتا رہی ہوں کہ تمہارے دادا جان ٹھیک کہتے تھے اس کی مثال ہی دیکھ لو...... بچی صبح سے میری انگلی کے اشارے پہ ناچ رہی تھی اور ذرا سی تھک ہار کر بیٹھی تو میں نے اسے کوسنا شروع کردیا اور کیا ہی ظالمانہ بات کہہ دی کہ اب دل میں ہول اٹھ رہے ہیں۔" دادی جان کے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی۔

"آپ نے ایسا بھی کیا کہہ دیا جو اب پریشان ہورہی ہیں۔" اسے کسی بات کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"میں نے کہہ دیا کہ تمہاری ماں مرگئی اور باپ دوسری بیگم لیے گوروں کے دیس میں بیٹھ گیا اور تم جیسی بلا مجھ بوڑھی کے سر منڈھ گئے...... آئے ہائے اللہ مغفرت کرے تمہارے دادا جان کی کہ انہیں یہ پتا چل گیا تھا کہ میرے منہ کے آگے خندق ہے تو انہوں نے اس خندق کو بند کرنے کا کیوں نہیں سوچا؟ آج بچی میری زبان کے نشتر سے لہولہان تو نہ ہوئی ہوتی۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے باقاعدہ دہائیاں دے رہی تھیں اور شہیر ہاتھوں میں سر تھامے ان کا واویلا سن رہا تھا۔

"آئے ہائے میاں، تم بھی پورے باپ پہ گئے ہو میں کب سے بولے جارہی ہوں اور تم منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہو۔ کوئی ایک تسلی کا بول تمہاری زبان سے نہیں نکلا۔" اس کی خاموشی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً چپ ہوئیں۔

"دادی جان آپ ہماری بڑی ہیں اگر کسی بات پر آپ نے کچھ بول بھی دیا تو ہمارا فرض ہے ہم آپ کا مطلب سمجھیں نہ کہ دل سے لگالیں۔" اس نے ان کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"اللہ تمہیں نیک سعادت مند بنائے رکھے، یونہی دل کی ٹھنڈک بنے رہو۔" انہوں نے خوش ہوتے ہوئے اس کی پیشانی چوم لی۔

"آپ اب فکر نہ کریں، میں لالی کو دیکھتا ہوں کس کونے میں چلہ کاٹ رہی ہے اور دیکھیے گا ابھی کان سے پکڑ کر لاتا ہوں تا کہ آپ سے معافی مانگے۔" وہ انہیں پرسکون کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹا آرام سے بات کرنا اور کان سے پکڑ کر لانے کی کوئی ضرورت نہیں، بہنیں چند دن کی مہمان ہوتی ہیں، ان سے اچھے سلوک پر ہی تو مالک بے شمار نوازتا ہے۔" ان کی بات پر سر ہلاتا وہ باہر نکل گیا۔

وہ سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کی جانب آ گیا، یہ پورشن بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا مگر اس کی توقع کے عین مطابق ٹیرس کا دروازہ کھلا تھا اور اسے کامل یقین تھا کہ وہ وہیں جھولا جھول رہی ہوگی، اس نے آہستگی سے ٹیرس کا رخ کیا اور دبے قدموں چلتا اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

"تمہارا نام لالی رکھنے کا قصور تو ہم سے ہوگیا مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم ہر وقت مکھڑے پہ لالی سجائے رکھو۔" اس نے ایک دم جھولا گھمایا اور اس کا رخ اپنی طرف موڑ لیا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میرا نام لالہ رخ ہے اور میرے مکھڑے پہ لالی قدرتی ہے اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔" وہ غصے سے بولی۔

"ویسے تم لڑکیاں بھی کمال ہو جہاں تم لوگوں کی خوب صورتی پہ بات آئے وہاں کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان میں اتر آتی ہو۔" اس نے شرارت سے جھولے کو جھٹکا دیا۔

"آپ ہم لڑکیوں پہ تحقیق کرنا چھوڑیں اور ادھر آنے کا مقصد بتائیں۔" اس نے تنگ کر جھولا چھڑوایا۔

"اب اپنی بہن سے ملنے کے لیے بھی مجھے احتیاط سے کام لینا پڑے گا؟ گھر آتے ہی مجھے تم نظر نہ آؤ تو الجھن ہوتی ہے اسی لیے تمہاری تلاش میں یہاں آ گیا۔" اس نے پیار سے اس کے بال بکھیرے۔

"مجھ سے بہانے بازی کرنے کی ضرورت نہیں، میں جانتی ہوں دادی جان نے آپ کو یہاں بھیجا ہے۔" لالی نے غصے سے اسے دیکھا اور بکھرے بال دوبارہ کان کے پیچھے اڑسے۔

"یار وہ ہماری بڑی ہیں اگر کچھ کہہ دیتی ہیں تو برداشت کرلیا کرو، چہرے پہ بارہ بجا کر خود کو بھی تکلیف دیتی ہو اور انہیں بھی پریشان کرتی ہو۔" اس نے لالی کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور ٹیرس کی دیوار کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

"سارا دن کام کرواتی رہتی ہیں، کبھی کپڑے دھلوانا، کبھی گھر کے کونے کھدروں کی صفائی اور اگر کچھ نہ ملے تو باوا آدم کے زمانے کے صندوق کھلوا لیتی ہیں اتنا کچھ کرکے بھی ڈانٹ سنتی ہوں تو میں کام کیے بنا ہی سن لوں گی۔" دیوار پہ کہنی ٹکاتے ہوئے اس نے اداسی سے کہا۔

"اچھا تم اداسی چھوڑو میں دادی جان کے لیے کسی ملازمہ کا انتظام کرتا ہوں، تمہیں بھی فراغت مل جائے گی اور دادی جان اپنے کام بھی کروالیا کریں گی، مجھ غریب کو بھی گھر آتے ہی کچھ کھانے کو مل جایا کرے گا۔" وہ بھی اس کا بھائی تھا۔

"اس نے چونک کر شہیر کو دیکھا تو احساس ہوا وہ اتنی دیر سے اس کے ساتھ سر کھپا رہا ہے اور یقیناً بھوک پیاس سے برا حال ہو رہا ہوگا۔

"ویسے لالی میں سوچ رہا ہوں، رمضان آنے میں کچھ دن ہیں مگر میں ابھی سے روزے رکھنا شروع کردیتا ہوں تا کہ رمضان آنے تک عادت ہوجائے۔"

"آپ بھی تو دادی کے ہی پوتے ہیں، تاک تاک کر نشانہ مارنا ان کی طرح خوب آتا ہے۔" اس نے ناک سکیڑ کر کہا تو شہیر کا قہقہہ بے ساختہ بلند ہوا۔

"آجائیں نیچے کچھ نہ کچھ آپ کی خدمت میں پیش کرہی دوں گی ورنہ آپ کی دادی کے عتاب سے مجھے کون بچائے گا۔"

"اب اتنی عجلت میں کیا پکاؤ گی، تم پانچ منٹ میں تیار ہوجاؤ باہر چلتے ہیں، کچھ پیٹ پوجا بھی ہوجائے گی اور تمہارا غصہ بھی نو دو گیارہ ہوجائے گا۔" اس نے چٹکی بجاتے حل پیش کیا۔

"ارے واہ...... اس سے اچھی بات کیا ہوسکتی ہے۔" اس نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ "لیکن دادی جان اکیلی گھر میں کیا کریں گی؟" دادی کا خیال آتے ہی اس کی خوشی ماند پڑ گئی۔

"یہ خیال تو مجھے آیا ہی نہیں، چلو دونوں بہن بھائی مل کے کچھ بناتے ہیں۔" شہیر نے مسکراتے ہوئے تجویز پیش کی تو لالی نے بھی اثبات میں سر ہلایا اور دونوں نے نیچے کا رخ کیا۔

دادی جان نے دونوں کو مسکراتے ہوئے نیچے آتے دیکھا تو اطمینان کی لہر ان کے وجود میں سرایت کرگئی وہ اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ جب لالی آپے سے باہر ہوجائے تو صرف شہیر ہی اس کے مزاج کو معتدل کرسکتا ہے۔

◐……♥♥♥……◐

شعبان کا آغاز ہوچکا تھا۔ رمضان کی آمد سے پہلے ضروری امور سرانجام دیئے جارہے تھے' رمضان میں استعمال ہونے والا سودا سلف زیرِ قلم لایا جارہا تھا۔ گھر کی تفصیلی صفائی ستھرائی کی جارہی تھی' پچھلے کئی دنوں سے سارے کام نبٹاتے ہوئے لالی بے حال ہورہی تھی۔ ایسے میں شہیر حتی الامکان مدد کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

''لالی..... آج شہیر کام سے آئے تو اسے کہو کسی دن وقت نکال کر تمہارے ساتھ مارکیٹ کا چکر لگالے کاموں کا ڈھیر اس کی فرصت کے منتظر ہیں۔'' وہ شہیر کی قمیص کے بٹن ٹانکنے میں مصروف تھی جب دادی جان نے اسے کہا۔

''میں کبھی کبھی سوچتی ہوں میری اولاد کتنی خود غرض ہے' میلوں دور جاکر بیٹھے ہیں' ہفتوں بعد فون کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں حق ادا ہوگیا اگر تم دونوں میرے پاس نہ ہوتے تو مجھ بوڑھی کا کیا بنتا؟'' ان کے جھری زدہ چہرے پہ اداسی نمایاں تھی۔

''دادی جان آپ یہ فضول باتیں کیوں سوچتی ہیں؟ انہیں یاد نہیں آتی تو آپ کیوں ان کے لیے آہیں بھررہی ہیں؟ اللہ مغفرت کرے اگر دادا جان ہوتے تو کہتے تمہاری دادی کو ہماری یاد آتی نہیں اور رقیب کے لیے دل میں یاد کے دیئے روشن کیے ہوئے ہیں۔'' وہ بات مکمل کرتے ہی وہاں سے اٹھ کر بھاگ کھڑی ہوئی کیونکہ دادی جان کے ہاتھ میں جوتی آچکی تھی۔

''آہ.....'' دادی جان نے جوتی نشانے پہ ماری مگر نشانہ چوک گیا اور دروازے سے اندر آتے شہیر کو جالگی۔

''یہ کیا ہورہا ہے؟ دادی جان ویسے آپ کو نظر نہیں آتا اور نشانے آپ ایسے لگاتی ہیں کہ کیا ہی کوئی ماہر شکاری لگاتا ہوگا۔'' وہ سر پہ ہاتھ رکھے ان کے پاس آبیٹھا۔

''تمہیں کس نے کہا تھا کہ سامنے آجاؤ۔'' انہوں نے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا حساب کیا۔ ''اب تم وہاں کھڑی دانت ہی نکالتی رہوگی یا بھائی کو پانی بھی پلاؤ گی۔'' انہوں نے دور کھڑی ہنستی ہوئی لالی کو بھی جھڑکا تو وہ ہنستی ہوئی کچن میں چلی گئی۔

''اصغر کا تمہارے ساتھ کوئی رابطہ ہوا؟'' لالی کے جاتے ہی انہوں نے شہیر سے پوچھا۔

''دادی جان وہ اپنی دنیا میں مگن ہیں' انہیں کیا ضرورت کہ وہ ہم سے کوئی رابطہ رکھیں۔ انہیں تو یاد بھی نہیں ہوگا کہ اپنی ماں پہ وہ دو بچوں کا بوجھ ڈال آئے ہیں۔'' ان کے سوال نے اسے شکستہ کردیا تھا۔

''ارے تم بھی حد کرتے ہو میری زندگی تم لوگوں سے ہی منسلک ہے تو بوجھ کیسا ہوا؟ اللہ بخشش کرے تمہارے دادا جان کی کہ وہ کہا کرتے تھے بچے جنت کے پھول ہوتے ہیں۔ ان سے ہی گھر میں رونق ہوتی ہے اب تم لوگ بڑے ہوچکے ہو تو جنت کے پھول کہنا عجیب لگے گا۔'' چند پل کے لیے خاموشی ہوئی پھر بولیں۔ ''چلو جنت کے درخت کہہ لیتے ہیں۔'' بات کے اختتام پہ وہ مسکرا دیا کہ دادی جان کی خاموشی پھول کا مترادف سوچنے کے لیے تھی۔

◐……♥♥♥……◐

''دادی جان صبح سے سب کو یاد کررہی ہیں' آپ چچا جان سے اسکائپ پہ بات کروادیں شاید کچھ دل بہل جائے۔'' لالی نے ان کی اداسی دور کرنے کے لیے مشورہ دیا۔

''ارے گولی مارو موئے اسکائپ کو جو سامنے دیکھ کر نظروں کو سکون ملتا ہے وہ اس ڈبے میں دیکھ کر نہیں آتا۔'' شہیر نے ان کی اداسی محسوس کرتے ہوئے انہیں بانہوں میں لیا مگر لاکھ سود اصل سے پیارا ہو' کبھی پانی کی پیاس دودھ سے نہیں بجھتی' انہوں نے اس کی پریشانی کا سوچتے

aanchal.com.pk

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

ماہنامہ نئے اُفق



onlinemagazinepk.com/recipes

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

اگست 2018ء کے شمارے کی ایک جھلک

ناول طلسمات: زرین قمر کا نام نئے افق کے قارئین کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ قارئین نئے افق کے لیے ہمیشہ ہی اپنے قلم سے ایک اچھوتا شہکار لے کر آتی ہیں اس بار بھی آپ کی توقعات پر پوری اترے گی۔

خاموشی کا شور: امین بھایانی ہمیشہ اپنے قلم سے پڑھنے والے کو اپنے قلم سے باندھ کر رکھتے ہیں اور پڑھنے والا ان کے الفاظ کے جادو میں کھوجاتا ہے۔

آبگینے: عرفان رامے کافی عرصے بعد ایک طویل ناول کے ساتھ قارئین نئے افق کے لیے خاص تحریر کے ساتھ۔

عروشا: ساحر جمیل سید کے قلم سے سحر زدہ کرنے والی شہکار سلسلے وار تحریر۔

وہ تیس دن: عمارہ خان قارئین نئے افق کے لیے پہلی بار بطور خاص سلسلے وار ناول کے ہمراہ۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

ہوئے آنسو پی لیے مگر دل اداسی کے شکنجے میں جکڑا ہوا تھا۔

"دادی جان...... یہ لیں فون بات کریں۔" وہ دل کو سمجھانے میں مصروف تھیں جب لالی کارڈلیس پکڑے ان کے پاس آئی۔

"کس کا فون ہے؟" انہوں نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"چچا جان کا کہہ رہے ہیں بہت ضروری بات کرنی ہے۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی جھٹ فون انہوں نے پکڑ لیا۔

"وعلیکم السلام! آ گئی مجھ بوڑھی کی یاد تمہیں خیال آ گیا کہ ایک ماں پیچھے چھوڑ آئے ہو۔" چچا جان کے سلام کرتے ہی دادی جان شروع ہو گئیں۔

"تم کمانے کی غرض سے باہر گئے تو میں نے تمہاری خواہش کے سامنے لب سی لیے اور ساتھ بیوی بچے بھی لے گئے کہ ان کے بغیر تمہارا رہنا مشکل ہے کبھی یہ سوچا ہے کہ میں کیسے اپنی اولاد کے بنا رہ رہی ہوں ہر سانس آخری لگتی ہے نہ جانے کب بلاوا آ جائے مگر تم لوگوں کو کیوں خیال آئے گا۔" دادی جان کوئی بات سنے بنا بولے جا رہی تھیں۔

"تم بول لو میں خاموش ہو جاتی ہوں۔ اتنے عرصے بعد فون کرتے ہو اور اوپر سے شکوہ کہ میں تمہاری سن نہیں رہی۔" ان کے جواب پہ وہ دونوں مسکرائے۔ دادی جان چچا جان کو خوب آڑے ہاتھوں لیے رہی تھیں۔

"کیا...... تم سچ کہہ رہے ہو؟" وہ اچانک اونچی آواز میں بولیں تو وہ دونوں بھی ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"اتنی دیر سے باتیں بنا رہے ہو اور کام کی بات اب بتائی ہے۔ اب فون بند کرو مجھے یہ خوش خبری بچوں کو سنانے دو۔" انہوں نے چچا جان کے جواب کا انتظار کیے بنا فون لالی کو پکڑا دیا۔

"کیا ہوا دادی جان یہ ایک دم چہرے پہ رونق کیسے آ گئی؟" شہیر نے تعجب سے پوچھا۔

"اکبر کہہ رہا تھا سارے بچے ضد کر رہے ہیں پاکستان جانے کی اور وہ چند دنوں تک پاکستان آ رہے ہیں۔" دادی جان کی آواز میں خوشی کی کھنک تھی۔

"اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی شاید کبھی ہماری بھی سن لی جائے۔" لالی نے دادی جان کو گلے لگا لیا۔

"اب اداسی چھوڑو اور اوپر کا پورشن صاف کرو تمہارے چچا کو عقل آ گئی تو تمہارے باپ کو بھی آ جائے گی۔" دادی جان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خود ہی اوپر کے پورشن کا جائزہ لینے پہنچ جائیں اس لیے پورشن کی صفائی کی ذمہ داری لالی کو سونپ دی تھی۔

◉...... ♥♥♥ ......◉

رات کا اندھیرا زمین پہ دستک دینے لگا تھا گرمی کی تپش بھی مدھم ہوا کے باعث ختم ہو گئی تھی لاؤنج میں محفل جمی ہوئی تھی وہ گھر جہاں لالی کی آوازیں گونجتی تھیں اب وہاں طرح طرح کی آوازیں سننے کو مل رہی تھیں شور کا یہ عالم کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی دادی جان کسی بات پہ ہنستی تو خوشی ان کی آنکھوں کو نم کر دیتی تھی لالی کچن اور لاؤنج کے درمیان گھن چکر بنی ہوئی تھی۔

"لالی تم بھی بیٹھ جاؤ۔" وہ چائے کے خالی کپ اٹھائے واپس کچن میں جا رہی تھی کہ چچی جان بول اٹھیں۔

"چچی جان کچن کا تھوڑا سا کام رہ گیا ہے پھر آپ لوگ مجھے اپنے درمیان ہی پائیں گے۔" اس نے جاتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا۔

"ارے شکر کرو کام کر رہی ہے ورنہ اسے اٹھانے کے لیے منتیں کرنی پڑتی ہیں۔" اس کے جاتے ہی دادی جان نے دھیمی آواز میں کہا تو سب مسکرا دیے۔

"اماں یہ شہیر کہاں گیا؟ ہمیں چھوڑ کر ایسا غائب ہوا کہ دوبارہ نظر نہیں آیا۔" اکبر صاحب نے سوال کرتے ہوئے متلاشی نگاہیں ارد گرد گھمائیں۔

"وہ کب عادی ہے ایسی محفلوں کا اسی لیے شرماتے ہوئے کہیں بیٹھ گیا ہوگا۔ تم بھی تو لڑکیوں کا ڈھیر اٹھا

لائے ہو اور لڑکوں کو وہاں چھوڑ آئے۔" دادی جان نے بابا کے سوال پہ ایسا دبنگ جواب دیا کہ انہیں خاموشی میں ہی عافیت محسوس ہوئی۔

"اماں یہ سب فارغ تھیں تو یہاں آنے کی ضد کرنے لگیں لڑکوں کے امتحان ہونے والے تھے اگر ان کے فارغ ہونے کا انتظار کرتے تو یہ چکر بھی کھٹائی میں پڑ جاتا۔ ہمیں یہی بہتر لگا کہ ابھی چکر لگا لیتے ہیں لڑکوں کا کیا ہے آتے جاتے رہیں گے۔" چچی جان نے تفصیلی جواب دیا تاکہ دادی جان مطمئن ہو سکیں۔

"تم نے تو آتے جاتے ایسے کہا ہے جیسے پچھلی گلی سے آنا ہے۔ مجھے بوڑھی سمجھ کر سبز خواب دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" دادی جان نے لڑکوں کے نہ آنے کا غصہ خوب نکالا۔

"دادی جان...... بابا کہتے تھے آپ غصے کی بہت تیز ہیں مگر مجھے تو بہت فنی لگ رہی ہیں۔" لائبہ نے کہا تو لالی نے اسے ایسے دیکھا جیسے دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"ہاں بیٹا مجھے مسخریاں ہی تو آتی ہیں۔" انہوں نے ایسے انداز میں کہا کہ لائبہ چپ کر گئی۔ لالی لبوں تلے مسکراہٹ دباتے ہوئے شہیر کو بلانے چلی گئی۔

◉...... ♥♥♥ ......◉

سورج افق پہ اپنی متوالی چال چل رہا تھا اور نیچے دنیا اس کے غصے کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ ہر کوئی قہرباز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا مگر اس کی بے نیازی عروج پہ تھی فلک سے کالے بادلوں کا گروہ اٹھا اور دیکھتے دیکھتے ہر سو اپنی راجدھانی قائم کر گیا۔ لمحوں میں آسمان کا رنگ سنہری سے کالا ہو گیا۔ فضا مسحور کن ہوئی اور بادلوں کے کسی ٹکڑے نے عالم سرور میں اپنا بند کھولا تو آسمان سے سفید بوندوں کا تانتا بندھ گیا۔ چند لمحوں میں جلتی زمین پانی سے جل تھل ہو گئی تھی۔

"لالی آپی...... کیا آپ فارغ ہیں؟" وہ ٹی وی پہ کوئی ڈرامہ دیکھنے میں مصروف تھی جب دھیمے قدموں سے آئمہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

اس نے مسکراتی نگاہوں سے سامنے کھڑی پونی ٹیل میں بالوں کو قید کیے ہاتھوں کو مروڑتی کنفیوژ سی لڑکی کو دیکھا۔ چچا جان کی فیملی میں یہ لڑکی اسے سب سے زیادہ کیوٹ لگی تھی۔

"میں فارغ تو نہیں ہوں۔" اس کے فارغ نہ ہونے کا سن کر اس کا منہ لٹک گیا۔

"لیکن اگر اتنی پیاری گڑیا چاہ رہی ہے کہ میں سب کام چھوڑ دوں تو میں اس کا دل کیسے توڑ سکتی ہوں۔" کچھ دیر کے بعد اس نے بات مکمل کی تو اترا ہوا چہرہ پل میں کھل اٹھا۔

"تو پھر جلدی سے اٹھیے اور میرے ساتھ باہر لان میں چلیے اتنا اچھا موسم ہے کہ پوچھیے نہیں۔" اس نے جوش سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ کھینچتی ہوئی باہر لے گئی۔

بارش کی بوندوں نے اس پہ بھی خوشگوار اثر ڈالا اور پل میں ساری کوفت بھول کر وہ آئمہ کے ساتھ موج مستی میں مگن ہو گئی تھی۔ چھوٹے سے لان میں بھاگتے ایک دوسرے کو پکڑتے وہ ایسے کھلکھلا رہی تھیں کہ آوازیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔

"آئمہ باقی سب کہاں ہیں؟" اسے اچانک محسوس ہوا کہ وہ دونوں اکیلی ہیں۔

"ماما پاپا کسی سے ملنے گئے ہیں اور باقی سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ میں اکیلی بور ہو رہی تھی تو آپ کے پاس آ گئی۔" وہ لان کے وسط میں کھڑی بازو کھولے منہ اوپر کیے ننھی بوندوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" لالی جواب دینے ہی لگی تھی کہ شہیر کی جھنجلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ دو دن سے آفس کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔ چچا جان کی فیملی سے بھی اس دن سرسری ملاقات ہوئی تھی آج کچھ دیر پہلے گھر آیا اور لیٹے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ باہر سے آنے والی آوازوں نے ساری نیند رفو چکر کر دی تھی۔

"ارے واؤ...... شہیر بھائی مجھے پتا نہیں تھا آپ بھی گھر میں ہیں، واقعی آج بہت اچھا دن ہے۔" آئمہ خوشی سے چیخی اور ساتھ ہی اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود اسے بھی لان میں گھسیٹ لائی۔ اس کی خوشی دیکھتے ہوئے شہیر بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا۔

لالی ریکٹ شٹل لے آئی، وہ دونوں ایک ٹیم بن گئی اور شہیر اکیلا ان کے مقابل تھا۔ بارش کھیل کا مزا دوبالا کررہی تھی تائبہ بارش کا مزا لینے ٹیرس پہ آئی تو نیچے سے آنے والی آوازوں پر چونکی۔ اس نے نیچے دیکھا تو حیران رہ گئی۔

"لائبہ...... ان تینوں نے نیچے اولمپک کا آغاز کردیا ہے، آؤ ہم دونوں بھی شامل ہوجاتی ہیں۔" تائبہ فوراً واپس مڑی اور اسے بھی ساتھ آنے کو کہا۔

"یہ بچوں والے کام تم سب کو ہی مبارک ہوں۔" اس نے کتاب سے نظر اٹھائی اور تائبہ کو ایسے دیکھا جیسے اس نے بے وقوفانہ بات کردی ہو۔

"تم ایک کتاب پڑھ کر فلاسفر بن جاؤ، ہم بے وقوف ہی بھلے۔" اس نے بھی دوبدو جواب دیا اور نیچے بھاگ گئی۔

"ارے تم دونوں نے کیا شہیر بھائی کو اکیلا سمجھا ہوا ہے؟ ان کی بہن آگئی ہے اب تم لوگ اپنی خیر مناؤ۔" اس نے آتے ہی کمر کس لی۔

"لالی آپی...... یہ کہاں سے آگئی؟ اب ہماری ہار پکی ہے۔"

"کیوں......؟" لالی نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"کیونکہ یہ محترمہ کالج لیول پہ چمپئین رہ چکی ہیں اور یہ چند ماہ پہلے کی بات ہے۔" آئمہ کے منہ کے زاویے بگڑ رہے تھے۔

تائبہ نے شروعات کی اور پھر شہیر بھی صرف برائے نام کھیلتا رہا، لان کا کون سا کونا تھا جہاں اس نے ان دونوں کو نہیں دوڑایا۔ وہ دونوں ایک شاٹ کو ریورس کرنے بھاگی مگر شاٹ پک کرنے سے پہلے وہ دونوں آپس میں ٹکرا گئیں اور زوردار چیخ گونجنے پہ وہ دونوں ان تک آئے تھے۔

"بچت ہوگئی یا نئے اسپئر پارٹس لگوانے پڑیں گے۔" شہیر نے جھکتے ہوئے بظاہر ہمدردانہ لہجے میں کہا تو ان دونوں نے سر اٹھاتے ہوئے قہر بار نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

ان کے چہروں پہ بنے مٹی کے نقش ونگار نے لان میں قہقہوں کے شگوفے کھلا دیئے تھے مگر سب سے اونچا قہقہہ ٹیرس پہ گونجا تھا۔ شہیر نے چونک کر پیچھے ٹیرس کی سمت دیکھا تو وہ خود کو نارمل کرچکی تھی مگر ہونٹوں کے کناروں پہ مچلتی مسکراہٹ وہ دیکھ چکا تھا۔ اس کے نہ آنے پہ وہ سمجھا تھا کہ اسے یہاں کے لوگ شاید پسند نہیں آئے مگر اب یہ قہقہہ نئی کہانی سنا رہا تھا۔ اس نے مطمئن ہوتے ہوئے چہرہ موڑ لیا جہاں تائبہ ان دونوں کو اٹھانے کی کوشش کررہی تھی۔

◉...... ♥♥♥ ......◉

سارے افراد ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھے تھے جب کہ لالی کچن سے ٹیبل تک چکر لگا رہی تھی۔ دادی جان سب لڑکیوں سے ان کے پسندیدہ کھانوں کا پوچھ رہی تھیں کیونکہ چند دنوں میں رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھیں ان سب کو کسی چیز کی کمی محسوس ہو۔ وہ شاید ان سب کو اتنا مطمئن کرنا چاہ رہی تھیں کہ وہ دوبارہ یہاں آنا چاہیں۔

شہیر سب کی باتوں سے بے نیاز لالی کو گھن چکر بنے دیکھ رہا تھا۔ سب باتوں میں مگن تھے کسی کو اس کی کمی محسوس نہیں ہورہی تھی۔ اس نے چند لمحے برداشت کیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ سب نے اسے اٹھتے دیکھا مگر پوچھا کچھ نہیں۔ لالی ہاٹ پاٹ اٹھائے مڑی تو وہ غصے سے بھرا پیچھے کھڑا ہوا۔

"تم کسی کی ملازمہ نہیں ہو لالی، تمہاری کوئی ہیلپ نہیں کرسکتا تو تمہیں بھی اتنے لوازمات تیار کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ غصہ ضبط کرتے دبی آواز میں بولا۔

"کیا ہوگیا بھائی...... آپ ایسے کب سے سوچنے لگے؟" وہ حیرانگی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں اتنے دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم حواس باختہ سے اُدھر چکراتی پھر رہی ہو اور ساری دنیا باتوں میں مگن ہوتی ہے۔ اگر کسی کو تمہارا احساس نہیں تو تمہیں بھی ان کے لیے اتنا کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے ہاٹ پاٹ پکڑ کر واپس سلیب پہ رکھ دیا۔

"بھائی......! وہ سب یہاں مہمان ہیں اور اگر آپ کی باتیں دادی جان نے سن لیں تو انہیں کتنا برا لگے گا۔ آپ ایسی باتیں کرتے بالکل اچھے نہیں لگتے۔" وہ ہاٹ پاٹ لینے واپس مڑی تو اس کی نگاہوں میں کچن سے دور ہوتا سیاہ آنچل آیا اس کے بدترین خدشے کی تصدیق ہوگئی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کسی نے سن لیا بلکہ لائبہ نے سب سن لیا اور وہ تو پہلے ہی محتاط رہتی ہیں، آپ بھی ناں...... نہ جانے کیا اول فول بولے چلے جاتے ہیں۔" وہ اس کے ہاتھوں سے خود کو چھڑاتی پریشانی سے باہر چلی۔

اس کے آتے ہی کھانا شروع ہوگیا مگر سارا وقت وہ دزدیدہ نگاہوں سے لائبہ کو ہی دیکھتی رہی۔ اس کے چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا جس سے وہ کچھ اخذ کر پاتی۔

"لالی...... تیرا دھیان کہاں ہے؟ کھانا سامنے ہے اور تو اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ اللہ بخشے، تیرے دادا جان کہا کرتے تھے رزق کی بے حرمتی کرنے سے اللہ سخت ناراض ہوتا ہے اور جس نے رب کو ناراض کردیا اس نے سب کھو دیا۔" دادی جان اس کی بے خیالی بھانپ گئیں اور سختی سے ٹوکا۔

"بیٹا...... آپ کی طبیعت ٹھیک ہے ناں؟ سارا دن کاموں میں لگی رہتی ہو۔ تم سب کل سے، بہن کے ساتھ ہاتھ بٹاؤ گی۔ اپنا گھر ہے اس لیے اب یہ مہمان داری والا قصہ ختم کرو۔" چچی جان نے اس کی خاموشی کو طبیعت کی خرابی سمجھتے ہوئے سب لڑکیوں کو وہی بات کہہ دی جس سے وہ بچنا چاہ رہی تھی۔ چچی کی بات کے اختتام پہ اس نے تلخ نظروں سے شہیر کو دیکھا تو وہ نگاہ چرا گیا، جب کہ لائبہ کے تاثرات اس پل بھی سپاٹ تھے۔ دن میں ہونے والا نگاہوں کا تصادم اپنا اثر کھوچکا تھا۔

سب کھانا کھا کر کچھ دیر بعد سونے کے لیے چلے گئے اور ایک وہ تھی جو رات گئے بھی سوگوار چہرہ لیے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ ٹی وی پہ کوئی ڈرامہ چل رہا تھا مگر اس کی نگاہیں کسی نادیدہ مرکز پہ ٹکی ہوئی تھیں۔ شہیر پانی پینے کے لیے کمرے سے باہر نکلا تو اسے دیکھ کے رک گیا۔

"تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟" اس نے حیرانی سے پوچھا مگر جواب ندارد اور اس نے رخ بھی پھیر لیا تھا۔

"میں نے ایسی بھی کوئی بات نہیں کہہ دی تھی لالی، جس پہ یوں روٹھا جائے، تمہاری فکر کی اور الٹا مجھے ہی موردِ الزام ٹھہرا رہی ہو۔ اب یوں رات گئے نیند کو دور بھگاتی ہوئی تم مجھے خوامخواہ ندامت کا شکار کرنے کی کوشش کررہی ہو۔" اس کا چہرہ اپنی جانب کرتے ہوئے اس نے بات مکمل کی۔

"ہاں تو آپ کو ہونا چاہیے نادم...... آپ نے غلط کیا بلکہ بہت غلط کیا، اتنے سالوں بعد لگا کہ اس گھر میں مکین رہتے ہیں۔ دادی اور آپ کے ہوتے ہوئے بھی مجھے ایک بہن کی کمی ہمیشہ محسوس ہوئی اور اب اگر چند دن مجھے اپنے لیے مل رہے تھے تو آپ نے ہلاکو خان ضرور بننا تھا، لائبہ نے سب سن لیا اور اگر وہ لوگ یہاں سے چلے گئے تو میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گی۔" اس نے ریموٹ غصے سے پٹخا اور اتنے شدید ردعمل پہ وہ دنگ رہ گیا۔

"لالی...... وہ لوگ چند دنوں کے لیے آئے ہیں، تمہارا اتنا لگاؤ بعد میں تمہارے لیے مشکلات پیدا کرسکتا ہے، اپنی زندگی کو دوسروں کا محتاج نہیں بناتے اپنے دل کی ڈور دوسرے کے ہاتھ میں تھما دیں تو کچھ ٹھیک نہیں ہوتا۔ وہ نہ جانے کب ڈور اتنی کھینچ لے کہ سانس لینا مشکل ہوجائے اور کب اتنی ڈھیل دے کہ کوئی اور وہ ڈور کاٹ دے، آپ کبھی واپس مڑ ہی نہ سکیں۔" اس نے

لالی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی۔

''وہ لوگ پاپا کی طرح نہیں ہیں کہ کبھی پیچھے رہ جانے والے کو نہ دیکھیں اور اگر آپ چاہیں تو ہم لائبہ کو روک سکتے ہیں۔ آپ ایسا کرسکتے ہیں اور میرے لیے آپ کو ایسا کرنا ہوگا۔'' اس کی آنکھوں میں کوئی خیال ابھرا تو اس نے شہیر کے ہاتھ زور سے دبوچ لیے۔

''مجھے تمہاری دماغی حالت پہ شبہ ہورہا ہے۔'' وہ پل میں اس کی سوچ پڑھ گیا تھا۔

''اس کی دماغی حالت ٹھیک ہے برخوردار' تم اپنی نظر اور دماغ کا علاج کراؤ۔'' دادی جان نہ جانے کب ان کے پیچھے آن کھڑی ہوئی تھیں۔

''مجھ سے اکبر بھی اس بارے میں بات کرچکا ہے اگر ایسا ہوجائے تو اس میں حرج بھی نہیں ہے۔ تمہارا باپ تو بھول گیا کہ اس کی کوئی اولاد بھی ہے' تم لوگوں کا فرض میں نے ہی ادا کرنا ہے اور اگر چچا سے تعلقات مضبوط ہوجائیں گے تو میرا گھرانہ جڑا رہے گا۔'' وہ پہلے ہی سارے سود وزیاں کا حساب لگائے بیٹھی تھیں۔

''دادی جان...... آپ کی ہر بات سر آنکھوں پہ مگر میں لالی کا فریضہ ادا کیے بغیر اپنا نہیں سوچ سکتا' مجھ سے پہلے آپ اس کے متعلق سوچیں۔'' اس نے اپنی بات کہنے میں ایک پل نہیں لگایا۔

''لو تو میں پاگل ہوں جو اس کو اپنے سر پہ بٹھا کے رکھوں گی' اکبر نے بڑے بیٹے کے لیے تمہاری اس نالائق بہن کا کہا ہے' ماشاء اللہ نوکری سے لگ گیا ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں پاکستان بھی آرہا ہے تم دونوں اپنے گھروں کے ہوجاؤ گے تو میری جان کو بھی سکون آئے گا۔'' انہوں نے اسے مکمل آگاہی دی۔

وہ جو اپنی بات پہ شش وپنج کا شکار تھا لالی کے ذکر پہ مطمئن ہوگیا تھا۔ سادات سے اس کی سوشل میڈیا پہ سلام دعا تھی۔ ایم بی اے کے بعد جاب کی تلاش میں تھا اور اب دادی کی زبانی اس کی نوکری کا بھی علم ہوگیا تھا۔ خوش شکل' خوش لباس اور اچھے اخلاق کا حامل سادات اسے کافی حد تک پسند تھا اور اب لالی کے لیے اس کا رشتہ اسے دلی آسودگی دے رہا تھا۔

''میں تو بھائی کی بات کررہی تھی یہ میراڈ کر کہاں سے آگیا؟'' اس نے کوفت سے کہتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔

''پہلے تمہاری بات بعد میں اس کا کچھ ہوگا اور اللہ کی مار اپنے رشتے میں بھی ایسے پٹر پٹر بول رہی ہے' کچھ شرم کرو اور یہاں سے جاؤ۔'' دادی جان نے اپنا زور اس کے کندھے پہ آزمایا۔

''آپ میں سے کسی نے اسے دیکھا نہیں' کوئی جانتا بھی نہیں' اتنے سال ہوگئے اسے یہاں سے گئے پتا نہیں کیسے طور طریقے ہوں گے' ہر بات سے لاعلم ہوتے ہوئے آپ کیسے اتنی بڑی بات سوچ سکتے ہیں۔'' وہ کہاں چپ رہنے والی تھی کندھا سہلاتے ہوئے بولی۔

''ہمارا خون ہے' تمہارے چچا کا بیٹا ہے' اس سے بڑھ کر کیا جاننا اس کے بارے میں...... اللہ بخشے تمہارے دادا جان کہا کرتے تھے' اپنے مار کے بھی چھاؤں میں پھینکتے ہیں اور میں کبھی اختلاف نہ کروں ان کی باتوں سے۔'' دادی جان نے کانوں کو ایسے ہاتھ لگایا جیسے بات کرتے ہوئے بھی کسی گناہ کا ارتکاب کررہی ہوں۔

''واہ دادی جان...... کیا ہی عجیب بات کی آپ کے سرتاج محترم نے' جب مر ہی گئے تو کیا فرق دھوپ میں پھینکے یا چھاؤں میں' مرجانے کے بعد دھوپ چھاؤں کا احساس کہاں رہتا ہے؟'' وہ لالہ رخ تھی کسی بات کو آسانی سے ہضم نہ کرنے والی اور اس کا جواب دادی جان کو سر پکڑنے پہ مجبور کرگیا تھا۔

''شہیر اسے کہو میری نظروں کے سامنے سے دور چلی جائے ورنہ میں کچھ برا کہہ دوں گی۔'' انہوں نے غصے سے پاس پڑی لاٹھی پکڑی تو اسے بھاگتے ہی بنی۔

''اس پاگل لڑکی کو تم ہی سمجھاؤ' ماں باپ کے بنا اولاد

کو کون پوچھتا ہے؟ یہ تو چچا ہے' خون کی کشش فیصلہ کروا گئی اس سے ورنہ اس کی اولاد کو کمی تھی رشتوں کی...... مگر یہ احمق اپنے پاؤں پہ خود ہی کلہاڑی مارنا چاہ رہی ہے۔'' انہوں نے بے بسی سے سامنے بیٹھے پوتے کو دیکھا۔

''آپ فکر نہ کریں میں بات کروں گا اس سے اور وہ مان جائے گی۔'' اس نے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

''اس کے ماننے کی مجھے کب پروا ہے' میں نے جو کہہ دیا بس وہی ہوگا۔'' انہوں نے حتمی لہجے میں کہا اور لاٹھی ٹیکتی ہوئی واپس چل دیں اور اسے سوچوں کے بھنور میں اکیلا چھوڑ گئیں۔

◉...... ♥♥♥ ......◉

صبح کا اجالا ہر سو پھیل چکا تھا۔ اس کی آنکھ کھل چکی تھی مگر وہ کسلمندی سے لیٹی رہی۔ اسے باہر کی کوئی فکر نہیں تھی اور نہ جانے کیوں وہ اتنی لاپروا ہورہی تھی۔ اسے چچا جان کی سوچ پہ غصہ آرہا تھا' انہوں نے کیسے اسے اس کے گھر سے دور کرنے کا سوچا' لائبہ کو روکنے کے سارے ارادے مٹتے ہوئے محسوس ہوئے' دل اور دماغ کی الجھن نے اسے ہلکے سے بخار میں مبتلا کردیا اور آنکھوں کے کنارے نم ہوگئے تھے۔

''لالی آپی...... یہ دیکھیں ماما نے آپ کے لیے سوپ بھیجا ہے۔ اب جلدی سے پئیں اور اٹھ کر باہر آئیں' آپ کے بنا کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔'' وہ جو یہ سوچ کر کڑھ رہی تھی کہ کسی کو اس کی فکر نہیں' آئمہ کی آمد اور سوپ کا پیالہ اس کی ساری اداسی دور بھگا گیا اس نے اٹھتے ہوئے سوپ لے لیا۔

''آپ میری وجہ سے بیمار ہوگئی ہیں' لائبہ آپی بھی مجھے ڈانٹ رہیں ہیں کہ کیوں آپ کو بارش میں لے کر گئی۔'' اس نے ندامت سے کہا تو لالی کو اس پہ بے تحاشہ پیار آیا۔

''میں لائبہ سے پوچھتی ہوں کہ کیوں بلاوجہ آپ کو ڈانٹ رہی ہے؟ آپ تو میری سویٹ سی فرینڈ ہو۔'' اس کی ساری اداسی اڑن چھو ہوگئی تھی۔

''یہاں کیا راز و نیاز ہورہے ہیں؟ کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے......'' اسی پل لائبہ بھی وہیں چلی آئی۔

''تمہاری برائی کررہے تھے۔'' لالی کے چڑانے پہ وہ ہنس دی۔

''آپ تو دشمنوں کو برا نہ کہیں ہم تو پھر آپ کے دوستوں میں ہیں۔'' اس نے شرارت سے لالی کو کندھا مارا تو وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

''لائبہ کہاں ہے۔'' لالی کے دل میں وہم پنپ رہا تھا کہ وہ ابھی تک ناراض ہے۔

''لیں جی...... جس کام کے لیے آئی تھی بلکہ بھیجی گئی تھی وہ تو بھول ہی گئی۔ سامنے والے شاید گھر کی شفٹنگ کررہے ہیں تو آپی ٹیرس پہ کھڑی دیکھ رہی ہیں۔ ایسے بے ڈھنگے طریقے سے سامان اِدھر اُدھر کررہے ہیں کہ ہنس ہنس کے برا حال ہے۔ لائبہ نے کہا آپ کو بھی بلا لاؤں کے انجوائے کرتے ہیں۔'' اس کی بات سے وہ ہلکی پھلکی ہوگئی تھی یعنی لائبہ بات بھول گئی۔

''چلو چلتے ہیں۔'' اس نے فوراً سے دوپٹہ لیا اور ان کی ہمراہی میں باہر نکل آئی۔

''یہ سارا ٹولہ کہاں جارہا ہے؟'' انہوں نے سیڑھیوں پہ پاؤں ہی رکھا تھا کہ دادی جان کی آواز پہ رکنا پڑا۔

''دادی جان...... ٹیرس کے سامنے جو گھر ہے ناں وہاں کچھ لوگ شفٹنگ کررہے ہیں تو وہ دیکھنے جارہے ہیں۔'' آئمہ نے فٹ سے ساری بات اگل دی۔

''لو یک نہ شد دو شد...... یہ ایک پاگل تھوڑی تھی جو ساتھ یہ بھی مل گئیں۔ شفٹنگ بھی کوئی دیکھنے والی چیز ہے؟ اور وہ کیوں کہیں جانے لگے ان کا تو آبائی گھر ہے۔ تم سب کا دماغ چل گیا ہے۔'' دادی جان نے چچی جان کو یوں دیکھا جیسے اس سب میں ان کا قصور ہو۔

''اماں جان دیکھنے دیں یہی تو چار دن ہیں پھر رمضان المبارک کی آمد ہے' عبادت سے ہی فرصت نہیں ملے گی۔'' انہوں نے دادی جان کو باتوں میں لگایا اور انہیں ہاتھ کے اشارے سے جانے کا عندیہ دیا۔

لائبہ ٹیرس کی دیوار پہ کہنی ٹکائے سامنے دیکھنے میں مگن تھی اور اس مشغلے میں وہ تینوں بھی شامل ہوگئیں۔

"دیکھو لالی! یہ لوگ کب سے الماری اوپر لے جانا چاہ رہے ہیں مگر صرف شور ہی کر رہے ہیں الماری تو ایک انچ نہیں ہل پائی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں لگتا شفٹنگ ہورہی ہے۔" لالی نے حالات کا جائزہ لیتے اپنا تجزیہ پیش کیا۔

"مطلب......؟" وہ تینوں یک زبان بولیں۔

"جو انکل سامان رکھوا رہے ہیں انہیں کبھی کبھار یہاں دیکھا ہے تو مطلب وہی لوگ یہاں رہ رہے ہیں' دروازے کے پاس لائٹنگ کا سامان نظر آرہا ہے اور گھر میں برتنوں کا ڈھیر بھی دھویا جارہا ہے۔"

"تو پھر یہ کیا ہورہا ہے؟" آئمہ نے تجسس سے پوچھا۔

"میرے خیال میں کسی کی شادی ہے۔" اس نے دونوں آنکھیں گھماتے ہوئے یقین سے کہا۔

"کیا......؟" وہ سب اتنے زور سے چیخیں کہ سامان اٹھانے والے بھی چونک گئے مگر ان کے متوجہ ہونے سے پہلے وہ سب نیچے بیٹھ چکی تھیں۔

"اس میں اتنا چیخنے کی کیا بات تھی؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"یار ہم نے کبھی پاکستانی شادی نہیں دیکھی' مگر دیکھنے کا اشتیاق بہت زیادہ ہے' مہندی' ڈھولک' بارات' ڈولی......ان سب کا بس سنا تھا اب دیکھ بھی لیں گے۔" ان کی آنکھیں ایسے چمک رہی تھیں کہ جیسے گوہر نایاب ہاتھ آگیا ہو۔

"آؤ ماما کو بھی بتاتے ہیں۔" وہ سب نیچے چل دیں تو وہ بھی ان کے ہمراہ ہوگئی۔

"دیکھ آئیں جو دیکھنے گئی تھیں۔" انہیں نیچے اترتا دیکھ کر دادی نے پوچھا۔

"جی دادی جان......ہم تو شفٹنگ سمجھے تھے مگر لالی کہہ رہی ہے کہ سامنے والے گھر میں شادی ہے' اس مرتبہ ہم بھی پاکستان کی کوئی شادی دیکھیں گے۔" تائبہ نے جوش سے انہیں بتایا۔

"کس کی شادی ہے لالی؟" نئی خبر سن کے وہ بھی متجسس ہوئیں۔

"مجھے کیا پتا دادی جان' میں کب محلے کی سن گن لینے میں لگی رہتی ہوں۔ بس سامنے والے گھر میں تیاری دیکھ کر احساس ہوا کہ کسی کی شادی کی تیاری ہے اور جس سامان کو یہ شفٹنگ کہہ رہی ہیں میرے خیال میں جہیز کا سامان ہے۔" لالی نے دادی جان کے تجسس کو دیکھتے ہوئے مفصل جواب دیا۔

"جہیز تو اس سامان کو کہتے ہیں ناں جو لڑکی میکے سے لاتی ہے؟" تائبہ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تو دادی جان نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اُف دادی جان......اتنا زیادہ اور مہنگا سامان لانا پڑتا ہے دلہن کو......دو ٹرک بھر کے آئے ہیں سامان کے' کیا ہر کسی کو ایسا کرنا پڑتا ہے؟" اس کی نگاہوں میں کچھ دیر پہلے کے مناظر گھوم گئے۔

"بس کیا کہیں بیٹا' رسم و رواج کے نام پہ ایسے امور سرانجام دیے جاتے ہیں جن کا ہمارے مذہب میں نام و نشان بھی نہیں۔" دادی جان نے تاسف سے تلخ حقیقت بتائی۔

"تم لوگ بھی کیا گفتگو لے کر بیٹھ گئی......تم سب کی عمر نہیں ہے ایسی باتیں کرنے کی۔ اس لیے جاؤ اور مل جل کر کھانے کا انتظام کرو۔" نفیسہ چچی نے ان کی نان اسٹاپ چلتی زبانوں کو بریک لگائے اور وہ سب منہ کے بگڑے زاویے لیے کچن کی سمت چل دیں۔



چائے کی مہک نے لائبہ کی طلب بھی بڑھا دی اور کسی کو پاس نہ پا کر وہ خود ہی نیچے جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ سفید کیپری پہ شارٹ نیوی بلیو قمیص پہنے ہوئے تھی۔ ڈوپٹہ گلے میں ڈالے کچن کے دروازے پہ آن رکی۔ وہ جو مطمئن سی چلی آرہی تھی کچن

میں موجود شہیر کو دیکھ کر ٹھہر گئی وہ بھی اسے دیکھ کر چند پل ٹھٹکا اور اگلے ہی لمحے رخ موڑ گیا' اس کی بے نیازی لائبہ کو سلگا گئی۔ اس نے واپسی کے لیے قدم موڑے کہ سامنے سے آتی لالی کو دیکھ کر رک گئی۔

"آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟" لالی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"بس ایسے ہی آئی تھی' تمہیں نہ پا کر واپس جارہی تھی۔" اس نے چائے کی طلب کو گول کرتے ہوئے لحہ میں بات بنائی۔

"بھائی ابھی آفس سے آئے تو ان کے لیے چائے پکا رہی تھی۔ ایک کام کے لیے اندر گئی اور آپ اسی دوران آگئیں۔ آئیے کچھ دیر یہیں باتیں کر لیتے ہیں۔" اس نے لائبہ کا ہاتھ پکڑا اور کچن میں چلی آئی۔

"لالی......میرے سر میں بہت درد ہے کیا یہ چائے مجھے مل سکتی ہے؟ دراصل صبح سے چائے نہیں پی تو اب سر دکھنے لگا ہے اوپر سے سامنے والوں نے اتنا شور مچایا ہوا ہے کہ سکون کا ایک پل نہیں مل رہا۔" لالی نے چائے کپ میں ڈالی ہی تھی کہ وہ کن اکھیوں سے شہیر کو دیکھتے ہوئے بولنے لگی۔ اس نے چونک کر سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو چند لمحے قبل بالکل تروتازہ تھی اور اب ایک ہاتھ سے کنپٹی کو مسل رہی تھی۔ لالی نے ایک لمحہ سوچے بنا کپ اسے پکڑایا اور وہ اس پہ غصیلی نظر ڈالتا وہاں سے نکل گیا۔

وہ خوب سمجھ رہا تھا کہ اس کا سر درد کس لیے تھا؟ لالی سے اس کی گفتگو وقتی ابال کے زیر اثر تھی اگر وہ گفتگو لائبہ سن چکی تھی جبکہ اس بات پہ مقابلے کے لیے آمادہ تھی تو اسے پیچھے ہٹنا ہی مناسب لگا تھا۔ اس کی وجہ قطعاً یہ نہیں تھی کہ دادی جان ان دونوں کے رشتے کے متعلق سوچ رہی تھیں بلکہ وہ لالی کے لیے کوئی مشکل کھڑی نہیں کرنا چاہتا تھا' سادات بہت اچھا لڑکا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ذات کی وجہ سے لالی کی زندگی سے کوئی خوشی روٹھ جائے۔

"چائے کے ساتھ میڈیسن بھی لے لیں۔" لالی نے فکرمندی سے کہا تو اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"لائبہ......آپ اس دن کی گفتگو سے ناراض ہیں کیا؟" لالی نے اسے تنہا اپنے ساتھ دیکھا تو دل کا خدشہ ظاہر کیا۔

"نہیں میں تم سے قطعاً ناراض نہیں ہوں ہر انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے اور اس پہ دوسرا پابندی نہیں لگا سکتا لیکن تم اس سب کے لیے خود کو قصوروار نہیں سمجھو' یہ میرا اور تمہارے بھائی کا معاملہ ہے اور میں اسے بہتر طریقے سے حل کرسکتی ہوں۔" اس نے کپ سلیب پہ رکھا' مسکراتے ہوئے اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

وہ اس سے کچھ اور بھی کہنا چاہ رہی تھی مگر باہر سے آنے والے ڈھول کی آواز اس کی آواز کو دبا گئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا کے رہ گئیں۔

"لالی آپی' لائبہ آپی' آپ لوگ یہاں ہو اوپر اتنا مزا آرہا ہے' گلی میں لڑکے بھنگڑا ڈال رہے ہیں......آئیں جلدی سے اوپر چلیں۔" آئمہ چھت سے بھاگتی ہوئی

عکس ہاشمی......اوکاڑہ کی پسند

دریچہ ہے دھنک کا اور اک بادل کی چلمن ہے
اور......!
اس چلمن کے پیچھے
چھپ کے بیٹھے کچھ ستارے ہیں
ستاروں کی نگاہوں میں عجب سی
ایک الجھن ہے
وہ ہم کو دیکھتے ہیں
اور......!
پھر آپس میں کہتے ہیں
یہ منظر آسماں کا تھا' یہاں پر کس طرح پہنچا
زمیں زادوں کی قسمت میں جنت کس طرح آئی
ستاروں کی یہ حیرانی سمجھ میں آنی والی ہے
کہ ایسا دلنشیں منظر کسی نے کم ہی دیکھا ہے

حیرت انگیز نسخہ جات سے موٹاپے سے مکمل نجات پائیے

ایک ماہ میں 30 پاؤنڈ وزن کم اور 6 انچ کمر کم کریں

موٹاپا یقینی ختم

سلمنگ کورس کے استعمال سے جسم کے اندر پیدا ہونے والی بیماریاں جو موٹاپے کا سبب بنتی ہیں ان کا مکمل خاتمہ



آئیڈیل سلمنگ کورس

فری ہوم ڈلیوری

بغیر لیزر

بالوں کا مستقل علاج

ایچ۔آر کورس

شوگر کا مکمل علاج

شوگر کی زیادتی یا کمی انتہائی نقصان دہ ہے

چہرے کے کیل مہاسے اور داغ دھبوں کا یقینی خاتمہ

آئیڈیل بیوٹی کورس

بریسٹ اَپ نسوانی حسن میں اضافہ یا کمی

آئیڈیل ہائٹ گرو قد میں یقینی اضافہ

پاکستان ہومیو پیتھک کلینک

چوبرجی ٹاور پلازہ چوک چوبرجی لاہور پاکستان

فون 042-37470123
042-37470128
موبائل 0300-4370496

E-mail: pakistanhomeoclinic786@gmail.com Web:www.pkhhc.com

نیچے آئی اور انہیں اطلاع دے کر واپس چلی گئی۔ وہ چھت پہ آئیں تو گلی میں روشنی کا طوفان آیا ہوا تھا۔ کیمرہ مین کے فلیش، مووی میکر کی لائٹس، آرائشی لائٹس اور انار جلنے سے پوری گلی روشنی میں نہا گئی تھی۔

”وہ دیکھیں شہیر بھائی بھی نیچے کھڑے ہیں۔“ آئمہ نے ایک سمت اشارہ کیا اور اسی پل شہیر کی نظر بھی ان سب پہ پڑی تھی۔ اس کی پیشانی پہ لمحے میں بل پڑے تھے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان سب کو پیچھے ہٹنے کو کہا۔

”چلو جتنا دیکھ لیا اتنا ہی کافی ہے ورنہ بھائی الگ ڈانٹیں گے اور دادی جان الگ باتیں سنائیں گی۔“ لالی اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی اور انہیں بھی پیچھے آنے کا کہا۔

”بھئی ابھی تو دلہا ہی نہیں دیکھا۔“ تائبہ نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

”کل دیکھ لیں گے، بارات کے وقت بھائی آفس میں ہوں گے تو آسانی سے دیکھ لیں گے کہ قربانی کا بکرا کون سا ہے۔“ لالی نے بہترین حل پیش کیا۔ لائبہ کا دل قطعاً اس کے ایک اشارے پہ پیچھے ہٹنے کو آمادہ نہیں تھا مگر صورت حال کا تقاضا یہی تھا۔

چھت سے نیچے آنے کے بعد وہ سب منہ لٹکائے لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ ڈھول کی آوازیں ان کی بے چینی کو دوگنا کر رہی تھیں۔

”یہ کہاں کا انصاف ہے کہ خود باہر سب کچھ دیکھیں اور ہم اندر بیٹھ کر حسرتوں پہ ماتم کریں؟“ تائبہ کی دہائیاں جاری تھیں۔

”ایسی کون سی آفت آ گئی جو لڑکے نے نیچے جانے کا کہہ دیا؟“ دادی جان نے حیرت سے ان کے واویلے کا سبب پوچھا۔

”دادی جان ہم دلہا ہی نہیں دیکھ پائے۔“ آئمہ نے اپنا دکھ بتایا۔

”لوتو دلہا دیکھ کے کیا کرنا تھا؟ ادھر ہی رہتا ہے پھر کبھی دیکھ لینا۔“ دادی جان کو ان کا عذر بے تکا لگا۔

”دادی جان، دلہے کا پتا ہوتا تو ہم اسے نہ دیکھتیں کسی اور کو دیکھ لیتیں۔“ لائبہ نے کہا تو سب کے قہقہے بے ساختہ تھے اور اسی پل شہیر نے لاؤنج میں قدم رکھا۔ لائبہ کی بات اس کی تیوریوں کو مزید گہرا کر گئی۔ اسی پل لائبہ کی نگاہ اس کے چہرے سے ٹکرائی تو اس نے اپنے لب دانتوں میں بھینچ لیے۔

”اُف...... میں جب بھی کوئی بے تکی بات کرتی ہوں یہ کیوں آن دھمکتا ہے؟“ اس نے بے بسی سے دل میں سوچا۔

اس نے ان سب میں بیٹھنا فضول سمجھتے ہوئے کمرے میں جانا مناسب سمجھا مگر ایک کڑی نگاہ اس پہ ڈالنا نہیں بھولا تھا جب کہ لائبہ نے اس کے جانے پہ شکر ادا کیا تھا۔ وہ نہ جانے کیوں اس کی ایک پل کی نظر سے کیوں خائف ہوئی تھی۔

☾......♥♥♥......☾

رمضان المبارک کے مقدس مہینے کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر چہرہ پُر نور ساعتوں سے منور اور ہر دامن رحمتوں سے بھر رہا تھا۔ سحر و افطار میں ایک پاکیزہ سی ہلچل ہوتی۔ دادی جان نے بھی گھریلو امور سے کنارہ کشی کرتے ہوئے سارا دھیان عبادت کی جانب مرکوز کر رکھا تھا۔ لڑکیوں نے بھی فضول کی چھیڑ چھاڑ ترک کرتے ہوئے ایک معمول بنا لیا تھا تاکہ رمضان کے مہینے سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ سحری کے بعد نماز اور قرآن کی تلاوت ہوتی، نمازوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل واذکار کا ورد بھی کیا جاتا۔

دادی جان کا حکم تھا کہ افطاری سے تھوڑی دیر پہلے سارے گھر والے دسترخوان پہ موجود ہوں کیونکہ یہ وقت دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے، پہلا عشرہ اختتام کی طرف گامزن تھا اور لڑکیاں دادی جان کے کہنے کے مطابق افطاری سے پہلے ہی دسترخوان لگا دیتیں، روزہ کھلنے میں وقت باقی تھا اور سب بیٹھے دعاؤں میں مشغول تھے۔

دادی جان بے چینی سے پہلو بدل رہی تھیں اور وجہ اکبر صاحب اور شہیر کا نہ ہونا تھا۔

”بہو...... یہ دونوں چچا بھتیجا کہاں ہیں؟ افطار کا وقت قریب ہو رہا ہے اور ان دونوں کی خبر ہی نہیں۔ ایسی لاپروائی پہلے تو دیکھنے میں نہیں آئی۔“

”پتا نہیں اماں جان کسی ضروری کام کا کہہ کر نکلے تھے مگر ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔“ نفیسہ بیگم نے ان کی تشویش دیکھتے ہوئے کہا۔

”لڑکیوں...... تم میں سے کوئی تو فون کرو اور پوچھو کہ کس ضروری کام کو نکلے ہیں جو ابھی تک نہیں ہوا؟“ دادی جان کے کہنے پہ لائبہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”کس کو فون کیا جا رہا ہے؟“ وہ فون اسٹینڈ تک پہنچی تھی کہ اکبر صاحب مسکراتے ہوئے لاؤنج میں داخل ہوئے۔

”اکبر حد ہے نالائقی کی اللہ بخشے تمہارے ابا جان کہا کرتے تھے چھوٹے بڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور آج دیکھ بھی لیا یہ شہیر کبھی ایسے غائب نہیں ہوا اب دیکھو اس کا بھی نہیں پتہ کہ کہاں نکل گیا۔“ دادی جان نے سارا غصہ چچا جان پہ نکالا۔

”اماں جان اتنا غصہ ٹھیک نہیں...... ہم تو ان نالائقوں کو لینے گئے تھے اور بتایا اس لیے نہیں کہ سب کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔“ انہوں نے دادی جان کو بانہوں میں گھیرتے ہوئے مطمئن کرنا چاہا اور سب نے لاؤنج میں داخل ہوتے شہیر کو دیکھا جس نے ہاتھ میں بیگ پکڑ رکھا تھا۔ اس کے پیچھے سادات اور عماد مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو رہے تھے۔

”بھائی جان......“ ان کو دیکھ کر آئمہ کی چیخ سب سے بلند ہوئی۔

”تم دونوں کتنے چالاک ہو گئے ہو؟ ہمیں تو کہہ رہے تھے کہ عید کے بعد آؤ گے۔“ لائبہ بھی شکوہ کرتے ہوئے ان دونوں سے مل رہی تھی۔

”ہمارا کوئی قصور نہیں کیونکہ یہ سب شہیر بھائی کا پلان تھا۔“ عماد نے سارا ملبہ شہیر کے سر ڈالا۔ وہ اپنی جھوک میں اس کی طرف پلٹی مگر اس کو سوالیہ نگاہوں سے اپنی سمت دیکھتے پا کر کچھ نہیں کہہ سکی وہ اس کے بولنے کا منتظر ہی رہا اور لائبہ واپس پلٹ گئی۔

”بس کرو لڑکیوں اور اب آ کر دسترخوان پر بیٹھو وقت ہو چکا ہے افطار کا یہ ملنا ملانا بعد میں کر لینا۔“ دادی جان کے کہنے پر ان کی جان بخشی ہوئی۔

رات گئے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ دادی جان دونوں کو پاس بٹھائے سالوں کی پیاس بجھانے میں مصروف تھیں۔ بہنیں بھی بھائیوں کے گرد گھیرہ ڈالے بیٹھی تھیں جب کہ لالی کچن میں اکیلی جل بھن رہی تھی گھر میں کسی کا دھیان بھی اس کی طرف نہیں تھا۔ وہ نظروں سے بچتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ سادات نے ایک نظر جاتے ہوئے وجود پہ ڈالی اور مسکرا کے رخ پھیر لیا۔ اس کی کہانیاں تو وہ بہنوں سے سن چکا تھا مگر ایک نئی کہانی وہ اپنی مرضی سے لکھنا چاہ رہا تھا۔

گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوا تو سب نے اپنے کمروں کا رخ کیا۔ دادی جان نے اکبر صاحب اور شائستہ بیگم کو روک لیا تھا۔

”شائستہ...... کچھ دن پہلے اکبر نے بچوں کے متعلق اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا‘ یقیناً تم بھی باخبر ہو گی۔ لالی اور شہیر کی طرف سے میں ہاں کرتی ہوں مگر میں چاہتی ہوں تم لوگ بھی بچوں سے پوچھ لو میں کسی زور زبردستی کی قائل نہیں ہوں۔“ انہوں نے بات ختم کرتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

”اماں جان‘ ہمیں بھی اپنے بچوں پہ پورا بھروسہ ہے مگر آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے میں بچوں کی رائے ضرور معلوم کر لوں گی۔“ شائستہ بیگم نے انہیں بھرپور مطمئن کرنا چاہا۔

”اکبر تم ایک بار اس سلسلے میں اصغر کی رائے بھی پوچھ لو دل تو نہیں کر رہا کہ اس کی اتنی بے رخی کے باوجود اس سے کچھ پوچھا جائے مگر بچوں کا باپ ہے‘ وہ خود کو جتنا دور کر لے ہم اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔“ آج ان کے اندر دکھ کا ابلتا لاوا باہر نکل آیا اور آنکھوں میں آ گئی۔

”آپ فکر نہ کریں میں ضرور بات کروں گا۔“ انہوں نے بھرپور تسلی دی تو دادی جان آنکھوں کی نمی صاف کرنے لگیں جبکہ دروازے کی اوٹ میں کھڑی لالی بہتے آنسوؤں سمیت مڑ گئی تھی۔ ان کے باپ نے زندگی کے ہر موڑ پہ انہیں تنہا کر دیا تھا۔ اسے نہیں چاہیے تھے ایسے رشتے جن کے لیے ترسنا پڑے یا بھیک مانگنی پڑے۔ اسے ہمیشہ اپنی ذات بھکاری لگی تھی جو باپ کے دو میٹھے بول اپنی ذات کے خالی کشکول میں ڈالنا چاہتی تھی تو آج فیصلہ ہو گیا تھا کہ لالی کا کوئی باپ نہیں...... اگر زندگی میں کبھی اپنا حق جتانے آئے بھی تو وہ اس حق سے مکر جائے گی۔ اس نے سختی سے دل کی بات پہ مہر لگاتے ہوئے آنکھیں رگڑیں۔



”لائبہ...... ابو جان تمہیں بلا رہے ہیں۔“ وہ نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تو تانیہ اسے بلانے آن پہنچی۔ وہ اس بلاوے کا مقصد اچھی طرح جانتی تھی تب ہی ایک پل کو ٹھٹکی‘ جب سے وہ لوگ پاکستان آئے تھے تب سے دبی دبی سرگوشیوں میں وہ اپنے نام کے ساتھ شہیر کا ذکر سن رہی تھی مگر یہ سب اسے پایہ تکمیل تک پہنچتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اپنے متعلق اس کی رائے جان چکی تھی۔ اس کی نگاہوں میں ہمیشہ ایک نافہم تاثر نظر آیا اور اب وہ پل آ گیا تھا کہ اسے بھی کٹہرے میں کھڑا کیا جا رہا تھا۔

”جی ابو‘ آپ نے بلایا مجھے۔“ دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا مگر اندر سادات کو دیکھ کر اسے مزید حیرانی ہوئی‘ سادات اس سے چھوٹا تھا مگر فطرتاً بھائی سے جھجک رہی تھی۔

”آؤ بھئی بیٹھو‘ تم سے چھوٹی سی رائے درکار ہے۔“ ابو نے اسے سامنے کرسی پر بیٹھنے کو کہا تو وہ ہاتھ مروڑتی ہوئی بیٹھ گئی۔

موم کی طرح پگھلتے ہوئے دیکھا اس کو
رُت جو بدلی تو بدلتے ہوئے دیکھا اس کو
جانے کس غم کو چھپانے کی تمنا ہے اسے
آج ہر بات پہ ہنستے ہوئے دیکھا اس کو
وہ جو کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا کرتا تھا
ہم نے پھولوں کو مسلتے ہوئے دیکھا اس کو
نہ جانے وہ دعاؤں میں مانگتا ہے کسے
ہاتھ اٹھاتے ہی سسکتے ہوئے دیکھا اس کو
پھر ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے ہم نے
جب مقدر سے الجھتے ہوئے دیکھا اس کو

انتخاب: ارم صابرہ...... تلہ گنگ

”بیٹا...... اب تم لوگ بڑے ہو گئے ہو‘ اپنا برا بھلا بہتر سمجھنے لگے ہو مگر اس سب کے باوجود میں تم لوگوں کے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے تم دونوں کی رائے لینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔“ ان کی تمہید پہ اس کا دل بے اختیار دھڑکا۔

”میں‘ تمہاری امی اور دادی جان چاہتی ہیں کہ ہم اپنے رشتے اور مضبوط کر لیں اور اس سلسلے میں سادات کے لیے لالی اور تمہارے لیے شہیر کا انتخاب کیا گیا ہے‘ سادات کو ہمارے فیصلے سے انکار نہیں اور اب میں آپ کی مرضی جاننا چاہتا ہوں۔“ اکبر صاحب فیصلے کا اختیار اسے سونپ کر کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور وہ جو خود کو آؤٹ اسپوکن سمجھتی تھی اس پل گنگ رہ گئی۔ الفاظ اس کے گلے میں اٹکنے لگے تھے۔ لبوں کو باہم پیوست کیے ہونٹوں کی کپکپاہٹ روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے ہاتھوں کا ارتعاش روکنے کے لیے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔

”کیا ہوا لائبہ‘ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے‘ اگر کوئی مسئلہ ہے تو تم ہمیں بتا سکتی ہو؟“ اس کی خاموشی نے ماحول میں عجب سا تناؤ پیدا کر دیا تھا اور اسی تناؤ سے گھبرا کر شائستہ بیگم کہہ اٹھیں۔

وہ ماں کے لہجے کی کپکپی محسوس کر گئی تھی۔ ان کا لہجہ کس ڈر سے کانپا تھا وہ جان گئی تھیں' بیٹیوں کی مائیں کیسے کیسے خوف دل میں لے کر بیٹھی ہوتی ہیں' اس کا اندازہ ماں کے چہرے کی اڑی رنگت دیکھ کر بخوبی ہو رہا تھا۔

"آپ لوگ جیسے بہتر سمجھیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" والدین کی مسکراہٹ اسے مطمئن کرنے کے لیے کافی تھی۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں اماں سے بات کرتا ہوں۔ تم لوگ بھی تیاری شروع کرو' ان شاء اللہ رمضان کے بعد رشتوں کی ڈور مزید مضبوط کرتے ہیں۔" اکبر صاحب نے خوشی سے کہتے ہوئے دونوں بچوں کے سر پہ ہاتھ رکھا اور باہر کان لگائے کھڑی تائبہ خوشی سے بے حال ہوگئی۔ لالی اور شہیر دونوں ہی اسے بے حد پسند آئے تھے۔ لائبہ کے ساتھ شہیر کا جوڑ سن کر ان کی من کی مراد پوری ہوگئی تھی۔



افطاری کے بعد سب نے مل کر دستر خوان سمیٹا' لالی نے نماز پڑھنے کے بعد کچن سمیٹنا شروع کیا۔ برتنوں کے ڈھیر سے اسے الجھن ہوتی تھی اسی لیے وہ نماز کے فوراً بعد کچن کی صفائی میں جت جاتی تھی۔ سب کچھ پہلے جیسا تھا۔ وہی شب و روز وہی معمول مگر اس کے ہونٹوں پر جامد چپ آن ٹھہری تھی۔ مسکرانا بھی اسے کسی بوجھ کی مانند لگ رہا تھا' سب اس کی خاموشی کو شرم سمجھ رہے تھے مگر وہ اندر ہی اندر کانچ کی طرح ٹوٹ کے بکھر رہی تھی۔

"لالی شہیر بھائی سب کو باہر لے جا رہے ہیں' تم بھی آجاؤ جلدی سے۔" تائبہ اسے کہتے ہوئے مڑی۔ اس کا دل بس تنہائی کا تمنائی تھا مگر وہ جانتی تھی اس کے دل کی کوئی نہیں مانے گا۔ اسے زبردستی لے جایا جائے گا... اسی لیے ہاتھ صاف کرتے ہوئے اس نے کمرے کا رخ کیا۔ بڑی سی چادر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے باہر نکل آئی۔ وہ سب اس کے منتظر کھڑے تھے۔ سب کے ہنستے مسکراتے چہروں میں ایک وہی دکھوں کا اشتہار لگ رہی تھی۔ اسی لیے وہ چاہ کر بھی اپنے قدموں کو ان سب کے ساتھ نہیں ملا پائی۔ سست روی سے چلتے ہوئے وہ ان سب سے کافی پیچھے رہ گئی تھی۔ گلی کا موڑ مڑتے ہوئے شہیر نے پیچھے دیکھا تو وہ کافی دور تھی' وہ رک کر اس کا انتظار کرنا چاہتا تھا مگر پیچھے سے آتے سادات نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چلتے رہنے کو کہا تو وہ سب کو لیے آگے بڑھ گیا۔

وہ خود اردگرد سے بے نیاز سست روی چل رہی تھی۔ دماغ مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور دل بے حسی کے لبادے میں گم ہو رہا تھا۔ یونہی چلتے ہوئے ٹھوکر لگی تو اس نے خیالات کی دنیا سے نکل کر پاؤں دیکھا۔ انگوٹھے کا ناخن تھوڑا اکھڑ گیا تھا۔ پاؤں سے نظر ہٹاتے ہوئے سامنے دیکھا تو کوئی شناسا وجود نہیں تھا۔ وہ گلی کے وسط میں کھڑی عجب نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی کہ کیسے وہ لوگ اسے پیچھے چھوڑ گئے' ایسے میں اپنے عقب میں کسی کا احساس ہوتے ہی اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے ڈرتے ہوئے پیچھے دیکھا تو دو روشن نگاہیں اس پہ مرکوز تھیں' وہ ہاتھ باندھے اسے ایسے دیکھنے میں مصروف تھا جیسے اس سے ضروری اور کوئی کام نہیں۔ وہ بے بس سی اس کے سامنے کھڑی اپنی بے وقوفی کو کوس رہی تھی۔

"وہ سب بہت آگے نکل گئے اس لیے بہتر ہے ہم واپس چلتے ہیں۔" اس نے بات مکمل کرتے ہی واپسی کے لیے قدم بڑھائے اور وہ بھی اس کے پیچھے چل دی۔ وہ ہر پانچ منٹ بعد مڑ کر اسے دیکھتا اور وہ کوفت زدہ ہو کر رہ جاتی۔ اس کا بار بار دیکھنا لالی کو اپنی بے وقوفی یاد دلا رہا تھا۔ وہ یہی سوچ کر ہول رہی تھی کہ اگر وہ پیچھے نہ ہوتا تو وہ کیا کرتی' گھر کیسے پہنچتی؟ دادی جان تو اسے مار ہی دیتی۔ اپنی بے وقوفیوں کے متعلق سوچتی سر جھکائے اس کے پیچھے چلتی رہی اور وہ اس کی بدذوقی پہ جی بھر کے بدمزا ہوتا رہا۔ ان دونوں کے نام ایک ساتھ جڑنے والے تھے وہ زندگی کے ساتھی بننے والے تھے اور یہ لڑکی اپنی ہی

ذات میں مگن تھی۔

گھر آنے پہ وہ دونوں رکے اندر جانے اور باہر ٹھہرنے کی کشمکش میں دونوں مبتلا تھے۔

"شکریہ......" لالی نے ہولے سے کہا اور اس کے پاس سے گزر کے آگے بڑھ گئی۔

"سنیے......" وہ چند قدم کے فاصلے پر تھی کہ اس نے پکارا۔

"آپ پیچھے میرے لیے رکی تھیں یا کوئی اور وجہ تھی......؟" اس نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا تو لالی کی آنکھوں میں غصہ اترنے لگا کہ وہ اسے ایسا سمجھ رہا تھا مگر جب نظر مقابل کی نگاہ سے الجھی تو وہاں شرارت اپنے عروج پر تھی۔ اس کے لبوں کے کنارے دھیمی سی مسکراہٹ سے آشنا ہوئے اور وہ فوراً مڑی کہ اپنی بے اختیاری اسے خود عجیب لگی' وہ کیسے چند قدموں کے سفر میں اس کی نگاہوں کی زبان سمجھنے لگی تھی؟ حیرتوں کے آنچل اس کے وجود کو لپیٹنے لگے تھے' دل پہ چھایا غبار چھٹنے لگا تھا۔



رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا' رحمتوں کا نزول چند دنوں کا مہمان تھا' جب بادلوں نے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لیا تو موسم بے حد حسین ہونے لگا اور ایسے میں دادی جان اور شائستہ بیگم نے شاپنگ کا عندیہ دے دیا۔ ایک تو گرمی کا زور کم تھا دوسرا عید میں کچھ دن باقی تھے اس سے زیادہ تاخیر مشکل پیدا کرسکتی تھی۔ شاپنگ کا سنتے ہی تائبہ اور آئمہ کا خوشی سے برا حال تھا۔ لالی بھی مطمئن اور پچھلی کیفیت سے کسی حد تک نکل چکی تھی کہ جب خوشیاں دروازے کے سامنے کھڑی ہوں تو دروازہ بند کیے ماضی کے اندھیرے میں گم رہنا دانش مندی نہیں ہوتی۔

"بہو بچیوں کی ساری خواہش پوری کرنا' کئی سالوں بعد اس گھر میں خوشیاں آنے والی ہیں میں نہیں چاہتی کسی کے ارمان رہ جائیں۔ اللہ میرے بچوں کے نصیب اچھے کرے۔" ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور ان کی خوشی سب کو مسرت بخش رہی تھی۔

شائستہ بیگم نے سب کو تیار ہونے کا کہا۔ دادی جان کے کہنے پہ سادات اور شہیر بھی ساتھ جا رہے تھے۔ سب جلد از جلد تیار ہو کر لاؤنج میں پہنچ گئے جبکہ لائبہ کا اتا پتا نہیں تھا۔ اس کی تاخیر شہیر کو کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا' اس کی بے چینی بھانپتے ہوئے چچی جان نے تائبہ کو اسے بلانے بھیجا' دس منٹ بعد وہ منہ کے بگڑے زاویے لیے سیڑھیوں سے اترتی نظر آئی اور اس کا یہ رویہ بازار میں بھی رہا۔ چچی جان نے سب کی پسند کو ملحوظ رکھا' سادات نے منگنی کے لیے جوڑا پسند کیا اور سوالیہ نگاہوں سے لالی کو دیکھا تو وہ مسکراتے ہوئے رخ پھیر گئی۔ رائل بلیو کلر کی میکسی سب کو ہی پسند آئی' جبکہ انگوٹھی بھی سادات نے پسند کی لی۔ لالی کے لیے اس کے انداز پہلے سے جدا تھے۔ وہ چاہ کر بھی سر نہیں اٹھا پا رہی تھی۔ شہیر بہن کے لیے مطمئن تھا مگر لائبہ کے انداز اسے کشمکش میں مبتلا کر رہے تھے۔ وہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں لے رہی تھی۔ اس نے کئی مرتبہ اس کی طرف

نظم

تم اکثر سوچتے ہوں گے
تمہیں یاد نہیں کرتے
تمہیں ہم بھول جاتے ہیں
مگر یہ بھول تمہاری ہے
اصل میں بات کچھ یوں ہے
کہ جب تم یاد آتے ہو
تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا
اور تمہاری یاد میں کھو کر
ہم بتانا بھول جاتے ہیں
ہمیں تم یاد آتے ہو
تم اکثر یاد آتے ہو

سدرہ علی خان...... راجن پور

نگاہیں کیں مگر وہ کسی بت کی طرح ایک جانب دیکھنے میں مگن رہی تو اس نے بھی سب چچی جان کی مرضی پہ چھوڑ دیا۔ گھر آنے تک شہیر کی نرم دلی پہ غصہ حاوی ہونے لگا تھا۔ اس نے سب میں بیٹھ کر شاپنگ پہ ڈسکس کرنے کی بجائے کمرے کا رخ کیا اور لالی اس کے انداز دیکھ کر از حد پریشان ہوگئی تھی۔

رات گئے سب کاموں سے فارغ ہوتے ہی اس نے شہیر کے کمرے کا رخ کیا۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرایا مگر اس کی مسکراہٹ کا پھیکا پن وہ پل میں پہچان گئی۔

''آپ خوش نہیں؟'' اس کے پاس بیٹھتے ہی وہ مطلب کی بات پہ آئی۔

''تم خوش ہو ناں' میرے لیے بس یہی کافی ہے۔'' اس نے مسکرا کر بات ختم کردی۔

''میں مانتی ہوں ہم دونوں کا ایک دوسرے کی خوشی غمی سے گہرا تعلق ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میری خوشی کے لیے آپ اپنی خوشیوں سے منہ موڑ لیں۔'' بات مکمل کرنے تک اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

''تم پاگل ہو' میں تو بہت خوش ہوں اور تم یہ الٹے سیدھے خیال اپنے دل سے نکال دو۔'' شہیر نے مسکراتے ہوئے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''آپ سیدھی طرح بتا رہے ہیں یا میں دادی جان کو بتاؤں یہ سب کچھ۔'' اس نے دھمکی آمیز انداز میں کہا اور جانے کے لیے کھڑی ہوئی۔

''میں کسی بھی تعلق کو ایک دم قبول نہیں کرتا' کچھ وقت لگتا ہے اپنے ساتھ کسی دوسرے کو قبول کرنے میں اور یہی وجہ تھی کہ میں تم سے چچا جان کی فیملی کے بارے میں کچھ عجیب بول گیا مگر جیسے جیسے وقت گزرا تو میری سوچ نکھرنے لگی' لائبہ کے متعلق بھی میں سیریس ہوچکا ہوں مگر اس کا انداز عجیب ہے یوں جیسے یہ رشتہ اس کے لیے بوجھ ہو' میں کوئی ناپسندیدہ انسان ہوں...... میں یہ تعلق زبردستی کا نہیں بنانا چاہتا۔'' اس نے سوچتے ہوئے اپنے خیالات اس کے سامنے رکھ دیے۔

''بھائی' آپ کی باتیں لائبہ نے سنی تھیں' اس کے بعد آپ نے اس کی غلط فہمی بھی دور نہیں کی تو ہوسکتا ہے وہ انہی باتوں کو دل سے لگائے بیٹھی ہو' وہ بھی یہی سمجھ رہی ہو کہ وہ آپ پر بوجھ کی طرح مسلط کی جارہی ہے اور آپ میرے لیے برداشت کر رہے ہیں۔'' اس نے بھرپور طریقے سے لائبہ کا دفاع کیا۔

لالی کی باتیں شہیر کے لیے سوچ کے نئے در وا کر گئیں' دل سے بے یقینی کے بادل چھٹنے لگے تو اس کے ہونٹوں پہ حقیقی مسکراہٹ جھلکنے لگی' کسی خوب صورت خیال نے دستک دی تو اس نے خیال پہ عمل پیرا ہونے کا ارادہ کرلیا۔

......♥♥♥......

دادی جان تراویح سے فارغ ہوئیں تو کمرے میں کسی کی آمد کا احساس ہوا۔ انہوں نے رخ موڑا تو چچا جان ان سے چند قدموں کے فاصلے پہ کھڑے تھے۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو بیٹھنے کا کہا اور خود دعا میں مصروف ہوگئیں۔ دعا سے فراغت کے بعد وہ چچا جان کے ساتھ آ بیٹھیں۔

''اکبر...... مجھے یقین نہیں آرہا کہ کل کا دن اس گھر کو دوبارہ خوشیوں سے بھر دے گا' تم بھی سوچتے ہوگے کہ میرے پاس اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت موجود ہے پھر بھی میں یہ بات کیوں کرتی ہوں؟ میں خوش اور مطمئن ہوں مگر اصغر کی بے رخی نے میرے بچوں کے دل توڑ دیئے' شہیر تو خاموشی کے لبادے میں اپنا دکھ چھپا گیا مگر لالی کے آنسو میں نے اپنے ہاتھوں سے پونچھے ہیں۔''

''نہیں اماں جی...... لالی سمجھ دار بچی ہے میرا نہیں خیال کہ وہ اس سب کو لے کر پریشان ہوگی۔'' انہوں نے واقعی لالی کے چہرے پہ مسکراہٹ کے سوا کوئی اور تاثر کم ہی دیکھا تھا۔

''تم نہیں جانتے مگر مجھے سب خبر ہے' فون کی ہر گھنٹی پہ میں نے اسے چونکتے دیکھا' ماں باپ کے ذکر پہ اس کی آنکھوں میں چمکتے جگنو میں نے دیکھے' تم اپنی بیٹیوں کو سینے سے لگاتے ہو تو اس کے چہرے پہ پھیلتے محرومی کے رنگ میں ہی دیکھتی ہوں۔'' ان کے چہرے پہ اداسی کا رنگ حاوی ہوگیا۔

''اماں جی...... آپ بالکل پریشان نہ ہوں لالی ہمارے لیے بیٹی ہی ہے وہ اور سادات بہت مطمئن زندگی گزاریں گے۔ پہلے میں صرف منگنی کرکے ہی واپس جانا چاہتا تھا مگر اب سوچ رہا ہوں کہ جلد نکاح کا فرض بھی ادا کردیں۔'' انہوں نے اپنی طرف سے بھرپور تسلی کرانے کی کوشش کی اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہے۔

''بہت وقت ہوگیا ہے صبح ڈھیروں کام ہیں' اب تم بھی آرام کرو تاکہ صبح تاخیر نہ ہو۔''

''اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہوگا ان شاء اللہ۔'' دادی جان کو مطمئن دیکھ کر وہ وہاں سے اٹھے مگر کمرے میں جانے کی بجائے لاؤنج میں بیٹھ گئے۔

''کیا ہوا' ادھر کیوں بیٹھے ہیں؟'' انہیں سوچوں میں الجھے کافی وقت گزرا جب شائستہ بیگم ان کی تلاش میں آئیں۔

''بھائی جان کے متعلق سوچ رہا تھا۔''

''کیوں' کیا ہوا؟'' وہ بھی ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

''پاکستان آنے سے پہلے میری ان سے بات ہوئی تھی اور میں نے انہیں آگاہ کیا تھا کہ میں بچوں کے رشتے کی نیت سے جارہا ہوں' ہمیں آئے ہوئے بھی مہینے سے زیادہ ہوگیا مگر انہوں نے اس سلسلے میں ایک فون تک نہیں کیا۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ اتنا کٹھور پن ان میں کیسے آگیا؟'' ماں کی پریشانی نے انہیں بھی پریشان کردیا تھا۔

''آپ فکر نہ کریں' سب ٹھیک ہوجائے گا' اگر آپ ہمت ہار دیں گے تو اماں جان اور بچوں کو کون دیکھے گا؟ میں لاکھ چچی سہی مگر خونی رشتہ تو آپ ہی ہیں جو تسلی' دلاسہ انہیں آپ سے ملے گا وہ میں نہیں دے سکتی۔'' انہوں نے مجازی خدا کو تسلی دینے کی کوشش کی اور اس وقت وہ اس کے علاوہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھیں۔

تم اکثر یاد آتے ہو
کہو اب کیا کہوں تم سے
بتاؤ کیا لکھوں تم کو
مجھے تمہید دو کوئی
مجھے امید دو کوئی
نیا اک لفظ ہو کوئی
جہاں سے بات چل نکلے
میری مشکل کا حال نکلے
کہو کہ لہجہ کیسا ہو
کہ تم سے بات کرنی ہے
کہو اب کیا ارادہ ہے
کہ تم کو یہ بتانا ہے
تم اکثر یاد آتے ہو

......♥♥♥......

خوشیوں کا دن آن پہنچا' گھر میں عجب ہلچل تھی۔ ہر کوئی مصروف تھا۔ مرد عید کی نماز کے بعد باہر کے امور نبٹانے لگے جب کہ لڑکیاں صفائی اور کھانا پکانے میں مصروف ہوگئیں' دادی جان بھی سب فکریں بھول کر سارے گھر میں گھوم رہی تھیں' صفائی کے لیے لالی کو آگے کر رکھا تھا جبکہ کچن میں شائستہ بیگم کو بھی ہدایات دیتی رہی تھیں۔

''یہ لیں دادی جان' آپ کے شاہی کمرے کے پردے دھو دیئے اب کسی دوسری ملازمہ سے لگوالیں۔'' لالی نے پردے ان کے پاس رکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی خود بھی بیٹھ گئی۔

''ایک تو آج کل کی لڑکیاں' ایک کام کرلیں تو ایسے واویلا کرتی ہیں جیسے پہاڑ سر کرلیا ہو اور ہمارے زمانے تھے جب سارا سارا دن کام ختم نہیں ہوتے تھے مگر مجال ہے جو منہ سے اف بھی نکل جائے۔'' لالی ابھی کمر سیدھی بھی نہیں کرسکی تھی کہ دادی جان نے جھاڑ پلائی۔

''دادی جان اس گھر میں اب آپ کی اور پوتیاں بھی ہیں مگر سارے ملازموں والے کام آپ کو مجھ سے ہی کروانے یاد رہتے ہیں کسی اور طرف بھی نظر کرم کرلیا کریں' یہ تائبہ سے کہیں ہر وقت فارغ دانت نکالتی رہتی ہے۔'' اس کی درگت بنتے دیکھ کر تائبہ ہنس رہی تھی اور لالی نے بروقت بدلہ چکایا کیونکہ دادی جان کا رخ اب اس کی طرف ہوگیا تھا۔

''تم کیا کھی کھی کررہی ہو جاؤ ماں کی مدد کرو۔ اللہ بخشے تمہارے دادا جان کہتے تھے لڑکیوں کی ہنسنے کی آواز گھر کی دیواروں کو بھی سنائی نہیں دینی چاہیے۔'' ان کی بات پر تائبہ وہاں سے کھسک گئی۔

''آپ کے مجازی خدا کے کہنے کے مطابق ہم ہونٹ سی لیں؟'' لالی کی زبان پہ کھجلی ہوئی تو اس نے فٹ سے سوال کیا جس کا جواب دھموکے کی صورت میں فوری ملا۔

''زبان کو لگام دو اور جاکر یہ پردے لگاؤ۔'' دادی جان کے اگلا حکم صادر کرنے پہ اس نے زور سے پیر پٹخا' اسی پہ اکتفا نہیں کیا بلکہ بچوں کی طرح منہ بسورتے ہوئے سر انکار میں ہلانے لگی۔

سادات کسی کام سے باہر جارہا تھا کہ اس کی نظر لالی پہ پڑی اور وہ بے ساختہ رک گیا' آج اسے پہلی بار وہ لالی نظر آئی جس کے تذکرے وہ مہینوں سے سن رہا تھا۔ دادی جان اور لالی کی جنگیں زبان زد عام تھیں مگر وہ ابھی تک اس نظارے سے محروم تھا۔ اب اچانک اسے وہ نظر آگیا جس کا اس نے صرف ذکر سن رکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ لالی کی نظر اس پہ پڑتی' وہ مسکراہٹ دباتا وہاں سے نکل گیا۔

''اماں جی اب لڑکیوں کو معاف کردیں تھوڑی دیر میں مہمان آجائیں گے اور یہ ایسے سر جھاڑ ملیں گی انہیں کہیے کہ جاکر تیار ہوں ظہر کے بعد منگنی کی رسم ہے۔'' لالی جو کہ روتے ہوئے پردے اٹھارہی تھی چچی جان کی آمد نے اسے بچالیا۔

''مہمان کون سے آرہے ہیں؟'' دادی جان نے لاعلمی سے پوچھا کیونکہ دعوت تو کسی کو نہیں دی تھی۔

''اماں جی اکبر نے اپنے کچھ دوستوں کو بلایا ہے۔'' انہوں نے دادی جان کو مطمئن کیا اور اسے تیار ہونے کے لیے بھیج دیا لائبہ پہلے ہی جاچکی تھی۔

ظہر کی نماز ادا کرنے وہ کمرے میں آئیں اور روتے ہوئے بچوں کی خوشیوں کی دعائیں مانگنے لگیں۔ کئی لمحوں بعد اطمینان محسوس ہوا تو نہ جانے دل میں کیا سمائی کہ کمرہ بند کرتے ہوئے فون لیے بیڈ پہ آ بیٹھی' ڈائری سے نمبر نکالا اور تمام ہندسے دھیان سے ملانے لگیں۔ اس سے پہلے یہ کام شہیر اور لالی کیا کرتے تھے مگر اس بار وہ خود کرنا چاہ رہی تھیں' کسی کے علم میں لائے بنا کیونکہ آج عید کا دن تھا بچوں کی خوشی کا دن خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں' کئی مرتبہ نمبر ملانے کے بعد بھی دوسری جانب سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تو انہوں نے تھک کر فون سائڈ پہ رکھا اور تکیے سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔ آنکھوں میں بے تحاشہ نمی پھیلنے لگی تھی۔

وہ نہ جانے کتنی دیر اپنی اداسی لیے کمرے میں بیٹھی رہتیں مگر دروازے پہ ہونے والی دستک پر اٹھنا پڑا' آنکھوں کی نمی پلو سے صاف کرتے ہوئے دروازے تک آئیں اور دروازہ کھولتے ہوئے فوراً مڑ گئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ آنے والا ان کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر پریشان ہو۔

''اماں جی......'' انہیں پکارا گیا۔

''اکبر تم باہر بیٹھو میں تھوڑا کام کرکے آئی اور شائستہ سے کہو بچے......'' وہ بولتے ہوئے ایک دم ساکت ہوئیں۔ ایک احساس ان کے وجود میں سرائیت کرگیا' انہیں ایک دم محسوس ہوا کہ آواز کسی اور سے ملتی جلتی تھی' اماں جی کہنے والا کوئی اور تھا۔

انہوں نے دھیرے سے پیچھے دیکھا اور احساس کو مجسم پایا' انہوں نے سہارے کے لیے کرسی تھامی۔ کئی سال انہوں نے آنے والے کے انتظار میں کاٹے تھے۔

کئی لمحے سامنے کھڑے وجود کو یاد کیا تھا' کئی پہر اس کے خیالوں میں گم روتے ہوئے گزارے اور آج اس کے سامنے آنے پہ آگے بڑھ کے گلے نہیں لگاسکیں۔ انہوں نے کرسی پہ بیٹھتے ہوئے رخ موڑ لیا آنکھوں کا پانی بہنے لگا تھا۔

''اماں جی میں بہت برا ہوں مگر خدارا مجھ سے منہ نہ موڑیے مجھے سزا ضرور دیں مگر مجھے صفائی کا موقع بھی دیجیے۔'' وہ ماں کا ہاتھ پکڑے سر جھکائے سامنے بیٹھ گئے۔

''تم کیوں آئے ہو اور آج ہی کیوں آئے؟ اتنے سال اپنی جدائی کی مار ماری ہے تو اب بھی نہ آتے...... میرے بچے تمہیں بھول رہے تھے' اپنی زندگی میں آنے والی خوشیوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ تم کیوں آئے ہو اصغر؟'' انہوں نے اپنا ہاتھ چھڑایا' چہرے پہ خفگی کا تاثر لے آئیں مگر آنکھوں پہ بند نہیں باندھ سکیں۔

''اماں جی میں مانتا ہوں کہ میرا جرم بہت بڑا ہے آپ کے علاوہ میں بچوں کا بھی گناہ گار ہوں مگر یہ سب قسمت کا لکھا ہے اس میں میرا ذاتی فیصلہ شامل نہیں' میں بھی آپ سب کے لیے بہت تڑپا ہوں مگر آ نہیں سکا' مجھے معاف کردیں' میں آپ کے سامنے ہوں' ہر سزا کے لیے تیار مگر مجھے معاف کردیں۔'' ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ مقابل بھی ماں تھی۔ کب تک دل پہ پتھر رکھ سکتی تھیں۔

''ایسی بھی کیا مجبوری کہ اپنی ماں کو بھول گئے؟ اپنے معصوم پھول سے بچے یاد نہ رہے جو پہلے ہی ماں کی ممتا بھرے لمس سے محروم تھے۔'' ان کا لہجہ نرم ہونے لگا تھا۔

''دادی اماں......'' شہیر انہیں بلانے آیا مگر قدم دروازے پہ ہی رک گئے۔ دادی اماں اور ان کے سامنے بیٹھے اصغر صاحب نے مڑ کر دروازے کی سمت دیکھا جہاں وہ ساکت کھڑا تھا۔

''اماں' یہ شہیر ہے ناں؟'' انہوں نے ایک نظر میں پہچان لیا۔ وہ ہو بہو ان کی جوانی کی تصویر تھا۔ ان کے

کوئی کیسے بکھرتا ہے

اگر یہ جاننا چاہو
کوئی کیسے بکھرتا ہے
چمن میں تم چلے آنا
خزاں کے سرد موسم میں
وہاں پتوں کو دیکھو تم
یا پھر اک آئینہ لے لو
اسے پتھر پہ دے مارو
اگر مشکل ہو یہ بھی تو
پھر اک پھول لے آنا
ہوا کے دوش پہ رکھنا
تو پھر تم جان جاؤ گے
کوئی کیسے بکھرتا ہے
اگر یہ بھی نہ ہو تم سے
تو میرے پاس آجانا
میرا دیدار کرلینا
خبر یہ ہو ہی جائے گی
کوئی کیسے بکھرتا ہے؟

نازیہ بھٹی...... حیدرآباد

سوال پہ دادی جان نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ ایک دم اٹھ کر اس کی جانب لپکے۔

''دادی جان...... سب آپ کو باہر بلا رہے ہیں جلدی سے آجایئے۔'' انہیں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس نے قدم واپس موڑ لیے۔

''اماں یہ کیا ہوگیا؟ کیا اتنا وقت گزر گیا کہ واپسی کی کوئی صورت نہیں؟''

''اتنے سال تیرے بغیر گزارے ہیں' تیری راہ تکتے ان کی آنکھیں پتھرا گئیں اب کچھ دیر تو لگے گی انہیں تمہاری واپسی تسلیم کرنے میں...... آج تمہارے بچے اپنا زندگی کا نیا سفر شروع کرنے والے ہیں ان کی خوشیوں

کے لیے دعا کرو۔" انہیں بیٹے کی پریشانی کا اندازہ تھا مگر وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کرسکتی تھیں کیونکہ کچھ فیصلے وقت کے محتاج ہوتے ہیں۔

"اماں میری آپ سے گزارش ہے کہ بچوں کی منگنی کی بجائے نکاح کردیا جائے' میں جانتا ہوں مجھے یہ کہنے کا حق نہیں مگر میں یہ موقع گنوانا نہیں چاہتا۔"

"میری بھی یہی خواہش تھی مگر میں یہ فریضہ تمہاری موجودگی میں ادا کرنا چاہتی تھی۔ اس لیے ابھی منگنی کی رسم کا اہتمام کیا ہے لیکن اب تم آگئے ہو تو بچوں کو نکاح جیسے بندھن سے منسوب کرنا ہی بہتر رہے گا۔ میں اکبر سے بات کرتی ہوں۔" دادی جان سب بھول کرنئے سرے سے پُرجوش ہوچکی تھیں اور یہ خصوصیت صرف ماؤں کے پاس ہوتی ہے کہ وہ اولاد کی ہر غلطی' نادانی بھولنے میں لمحہ نہیں لگاتیں۔



خوشیوں کا تعلق براہ راست دل سے ہوتا ہے' ہر سو شادمانی ہو مگر دل اداسی کا چولا اوڑھ کر بیٹھا ہو تو شہنائیاں بھی کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند لگتی ہیں۔ ایسی ہی صورت حال اس کمرے میں واضح تھی' لالی نے آنے والی خوشیوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے دل کے دروازے وا کردیے اور اس کی فراغ دلی کا ثبوت اس کے چہرے سے چھلکتا اطمینان دے رہا تھا' جبکہ اس کے ساتھ بیٹھی لائبہ آسمانی رنگ کے کامدانی سوٹ میں اتنی ہی پھیکی لگ رہی تھی۔ دل عجب لے پہ دھڑک رہا تھا اور وہ ہر ساز سے انجان بننے کی کوشش کررہی تھی۔

"آپ دونوں تیار ہوگئیں؟" وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں مگن تھیں کہ تابنہ کی آمد سے چونکیں۔ دونوں نے اثبات میں سر ہلایا اور ساتھ ہی اٹھ کھڑی ہوئیں کیونکہ ان سب کے بیٹھنے کا انتظام لاؤنج میں تھا۔

"ارے تم لوگ کیوں کھڑی ہوگئیں؟ آپ یہیں تشریف رکھیے مولوی صاحب آپ کے پاس تشریف لارہے ہیں۔" تابنہ ان کی تیزی پہ ہنستے ہوئے بولی۔

"مولوی صاحب کیوں؟" لائبہ اپنے خیالوں میں اس قدر گم تھی کہ بات کا مطلب سمجھے بغیر سر ہلاتے ہوئے واپس بیٹھ گئی جب کہ لالی نے حیرت سے پوچھا اور اس کے پوچھنے پہ لائبہ بھی چونکی۔

"وہ تو سرپرائز ہے۔" وہ جواب دے کر کمرے سے نکل گئی۔

وہ دونوں اسی شش وپنج کا شکار ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہی تھیں کہ شائستہ بیگم اندر آئیں۔ ان کے پیچھے اکبر صاحب' مولوی صاحب اور اصغر صاحب بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ لائبہ جلدی سے سر جھکا گئی مگر لالی موقع محل نظر انداز کیے چچا جان کے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی' کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے آنکھوں کا دھوکا سمجھتی مگر سامنے کا منظر حقیقت تھا۔ چچی جان نے آگے بڑھ کر دوپٹہ نیچے کیا مگر وہ پھر بھی چہرہ اٹھائے انہیں دیکھ رہی تھی۔ آنکھیں دھندلانے لگیں' پانی گالوں کو تر کرنے لگا' اس کی بے خودی نے کمرے میں عجب ماحول پیدا کردیا تھا۔

مولوی صاحب تیسری بار اس کا جواب پوچھ رہے تھے مگر وہ ہر آواز' جذبے اور احساس سے محروم ہوچکی تھی۔ چچی جان نے آگے بڑھ کر اس کا سر اثبات میں ہلایا' سائن کی جگہ اس کا ہاتھ پکڑ کر انگوٹھا لگایا' جیسے ہی سب لوگ کمرے سے نکلے تو اس کا سکتہ ٹوٹا' اس نے بے یقینی سے ساتھ بیٹھی لائبہ کو دیکھا جو اپنے خیالات کو جھٹکے اس کے لیے فکر مند تھی۔

"میں تمہارے لیے پانی منگواتی ہوں۔" وہ اس کے کندھے پہ تسلی بھرا ہاتھ رکھتے ہوئے پانی لینے کے لیے باہر چلی گئی۔

اسے سامنے کوئی لڑکی نظر نہیں آرہی تھی اور خود کچن میں جانا عجیب لگ رہا تھا' کچن میں جانے کے لیے لاؤنج سے گزرنا پڑتا اور وہ اس وقت کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی' خاص طور پہ اس انسان سے جس کے ساتھ اس کا رشتہ لمحے میں بدل گیا تھا۔

اب ہر دن خوبصورت

مکمل تحفظ

مکمل تازگی





Butterfly
BREATHABLES

GIRL TALK
facebook.com/GirlTalk.by.Butterfly

”لائبہ.....آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟“ وہ نہ جانے کہاں سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا‘ وہ جی جان سے کانپی۔ دل کا خدشہ اس کے پیچھے کھڑا تھا‘ مرتا کیا نہ کرتا کہ مصداق اسے شہیر کی طرف چہرہ کرنا پڑا۔
”پانی چاہیے تھا‘ اس لیے کسی لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔“ اس نے دھیرے سے جواب دیا۔ اس کی بے باکی اور ہٹ دھرمی اس پل نہ جانے کہاں جا سوئی‘ وہ بھی اس کے مدھم لہجے پہ خوش گماں ہوا۔
”لائبہ..... یہ سب جو ہوا میں بھی اسے قبول نہیں کر پا رہا‘ لالی بہت جذباتی ہے وہ اس لمحے بالکل ٹوٹ چکی ہوگی‘ پلیز تم اس کا خیال رکھنا۔“
”مجھ سے زیادہ سہارا اسے آپ دے سکتے ہیں۔“ اس کی فکرمندی اور حساسیت اس کے دل کو چھو گئی‘ سادات بھی ان سب کی یونہی فکر کرتا تھا۔
”میں ابھی خود کو نہیں سمجھا پا رہا اسے کیسے سمجھاؤں گا؟“ اس کے لہجے سے پریشانی ہویدا تھی۔
”کسی کو صفائی کا موقع ضرور دینا چاہیے‘ کیا پتا جو آپ کے لیے غلط ہو وہ دوسرے کے لیے اس پل درست ہو۔ ایک موقع تو بڑی سے بڑی عدالت بھی دیتی ہے مجرم کو تاکہ وہ اپنی صفائی بیان کر سکے۔“ وہ جانے کے لیے مڑا تھا جب وہ بولی اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ٹھہر گیا‘ وہ سمجھ نہیں سکا تھا یہ بات وہ اپنی صفائی دینے کے لیے کہہ رہی تھی یا اسے ان حالات میں درست سمت دکھانے کے لیے۔
”میں لالی کو دیکھ لوں گی‘ آپ فکر نہ کریں۔“ اس کی آنکھوں کا سوال پڑھتے ہوئے بھی اس نے جواب نہیں دیا کیونکہ کچھ جواب خود تلاش کرنے چاہئیں۔ اس کی لالی کے حوالے سے فکرمندی دور کرتے ہوئے وہ وہاں سے واپس مڑ گئی۔ اس سب میں شہیر کے ہونٹوں پہ اس رشتے کے حوالے سے پہلی مرتبہ سچی مسکراہٹ آئی تھی۔
سارے مہمان رفتہ رفتہ رخصت ہوئے تو گھر والوں کی محفل لاؤنج میں جم گئی۔ دادی جان بیٹے کو پاس بٹھائے سالوں کی پیاس بجھا رہی تھیں۔ باتوں کا محاذ گرم تھا جب اچانک دادی جان کو لالی اور شہیر کی کمی محسوس ہوئی۔
”بہو..... یہ باقی بچے کہاں ہیں؟“
”شہیر اپنے کمرے میں ہے جبکہ لائبہ لالی کے پاس ہے۔“ انہوں نے بچوں کے متعلق انہیں بتایا۔
”سادات..... جاؤ شہیر کو بلا کر لاؤ اور لڑکیوں کو بلانے بھی کسی کو بھیجو۔“ ان تینوں کی غیر موجودگی انہیں اچھی نہیں لگی۔ کچھ دیر میں شہیر سنجیدہ سا سادات کے ساتھ آیا اور خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گیا جبکہ تائبہ اکیلی ہی واپس آئی۔ دادی جان کے اصرار پہ دو تین دفعہ انہیں بلاوا بھیج مگر جانے والا ہر بار خالی لوٹ آیا۔
دادی جان کی کسی بات پہ سب ہنس رہے تھے کہ سیڑھیوں سے دھم دھم کرتی وہ اتر رہی تھی اور افتاں وخیزاں لائبہ بھی اس کے پیچھے تھی۔ دونوں انہی کپڑوں میں تھیں فرق صرف یہ تھا کہ لالی کا چہرہ بالکل صاف تھا یوں جیسے وہ تیار ہی نہ ہوئی ہو۔
”اگر آپ سب کو یہ لگتا ہے کہ مجھے مجبور کر کے ان کو معاف کرنے کے لیے کہیں گے اور میں مان لوں گی تو یہ آپ سب کی غلط فہمی ہے۔ کل تک آپ سب ان کے جرم کے گواہ تھے اور آج ایسے جڑ کے بیٹھے ہیں جیسے انہوں نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔“ وہ آتے ہی پھٹ پڑی اور سب اس کے یہ تیور دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔
”لالی..... تم بڑوں کا ادب ولحاظ بھول رہی ہو۔“ دادی جان فوراً بولیں۔
”بس کردیں آپ بھی‘ اتنے سال انہوں نے مڑ کے پوچھا بھی نہیں آپ کو اور آپ سب کچھ بھول کر انہیں ساتھ لگائے بیٹھی ہیں‘ کہاں گئی ہماری محبت؟ ساری دنیا ٹھیک کہتی ہے جو درد اپنی ماں کو ہوتا ہے وہ کسی کو نہیں ہوتا..... آج وہ ہوتی تو اتنے سالوں کا حساب مانگتیں‘ آپ کی طرح کسی بوجھ کی طرح پھینک نہ دیتیں۔“ وہ ایسے بپھرے پانی کی مانند تھی جو اپنے ساتھ بہت کچھ بہالے جاتا ہے۔ بولتے ہوئے سب کچھ بھول بیٹھی تھی۔
”لالی.....تم دادی سے کس طرح بات کر رہی ہو؟“ سب حیرت سے لالی کے انداز دیکھ رہے تھے ایسے میں شہیر ہی اٹھ کر اس تک آیا۔
”ہاں میں ایسے ہی بات کروں گی‘ انہوں نے ان کے کہنے پہ ہماری زندگی کے فیصلے بدل دیئے‘ یہ ہوتے کون ہیں میرا فیصلہ کرنے والے‘ یہ کس حق سے مجھے اپنی بیٹی سمجھ رہے ہیں؟ انہیں بتادیں کہ یہ سارے حقوق کھو چکے ہیں..... ان کی لالی اس دن مر گئی تھی جس دن انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچے پھینک کر دوسری عورت کے ساتھ نئی زندگی شروع کرلی تھی۔ کچھ نہیں لگتے یہ میرے‘ میرا ہر تعلق ان کے ساتھ ختم ہوچکا ہے۔“ وہ اس قدر چیخ کر بولی کہ اس کے گلے میں خراشیں پڑنے لگیں‘ آواز بیٹھ گئی۔ اس نے اک قہر بھری نگاہ سب پر ڈالی اور واپس مڑ گئی۔
”میں باہر کمانے کی غرض سے نہیں گیا تھا بلکہ محبوب بیوی کی موت کا غم بھلانے کے لیے ایک ایسے سفر کو چن لیا جس کی کوئی منزل نہیں تھی۔“ وہ سیڑھیوں تک پہنچی تھی کہ اسے بکھری ہوئی آواز سنائی دی اور وہ چاہ کر بھی قدم آگے نہ بڑھا سکی۔
”کاروبار شراکت داری کی بنیاد پر شروع کیا اور اسی انسان نے اپنی بہن کا رشتہ میرے سامنے رکھا‘ مجھے اپنے بچوں کے لیے واپس آنا تھا اس لیے میں نے انکار کردیا البتہ اس بات سے اماں جی کو آگاہ کردیا۔ اس انسان نے مجھے دھوکہ دیا‘ کاروبار میں غبن کیا اور الزام میرے سر ڈال دیا‘ مجھ پہ کیس چلا اور کئی سال کی سزا ہوگئی۔ کبھی کبھار اماں جی سے چند منٹوں کی بات ہوتی تو وہ واپسی کا سوال میرے سامنے رکھ دیتیں‘ ان حالات میں میرے پاس صرف دو راستے تھے ایک میں ساری حقیقت بتادیتا لیکن میں جانتا تھا وہ یہ برداشت نہیں کر پائیں گی اور اس کے ساتھ مجھے یہ خیال ستاتا کہ اماں جی کے بعد تم دونوں کا

آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل

ماہنامہ
حجاب
کراچی

شائع ہوگیا ہے

محبت‘ نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں

میرے خواب زندہ ہیں
محبت و بے وفائی مرد کا شیوا ہے، وہ اس میں کسی مقام تک جاسکتا ہے، نادیہ فاطمہ رضوی کی خوب صورت تحریر

شب آرزو تیری چاہ میں
محبت وجذبات اور خودسری کا اثر لیے ایک پر اثر دلکش تحریر
نائلہ طارق کے قلم کا ایک نیا انداز، ایک نئی کہانی

عشق دی بازی
خاندانی رسم ورواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے
ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر

اس کے علاوہ دنیا ادب کے نئے ستارے ہر ماہ اس میں شامل ہیں

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

Infoohijab@gmail.com
021-35620771/2
0300-8264242

کیا ہوگا؟ اس لیے مجھے یہ کہانی بننا زیادہ آسان لگی' میری بیوی' بچے اور اچھی زندگی سب فرضی باتیں تھیں۔" وہ اپنی بات مکمل کرکے خاموش ہوگئے۔ لاؤنج میں اتنا سکوت تھا کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنائی دیتی' لالی اپنے قدموں کو بمشکل گھسیٹتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ عید کا دن جس کا سب کو بے چینی سے انتظار تھا عجب انداز سے اختتام پذیر ہوا۔ سب اپنی جگہ خود کو مجرم سمجھ رہے تھے' ہر کوئی دوسرے سے نظریں چرا رہا تھا۔ شہیر کے دل سے سارا غصہ ختم ہوگیا تھا مگر پشیمانی اس قدر تھی کہ وہ چاہ کر دوبارہ ان کا سامنا نہیں کرسکا۔ وہ ٹیرس پہ کھڑا اپنی سوچوں میں گم تھا کہ کوئی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔

"ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا سب کچھ بہتر ہوسکتا ہے۔" اس کے لہجے سے عجیب ڈھارس ملی۔

"کئی دفعہ ہم غلط فہمیوں کے کتنے بلند پہاڑ کھڑے کرلیتے ہیں کہ دوسری طرف کا منظر دکھائی ہی نہیں دیتا۔" اس کی آواز میں عجب ملال تھا۔

"جب سب کچھ واضح ہوچکا ہے تو گلے ملنے میں دیر کس بات کی؟" وہ سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ابھی ہمت مفقود ہے کس طرح اپنی غلطیوں کا اعتراف کروں؟"

"کچھ زیادہ مشکل نہیں' دل سے اقرار کریں تو زبان خود ہی ساتھ دینے لگے گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے مقابل کھڑے انسان کو دیکھا جو چند گھنٹوں میں ہی دل کی زمین فتح کرگیا تھا۔

"لائبہ......" وہ جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ اس نے پکارا۔ "تمہارے بارے میں شروع میں میری رائے کچھ اچھی نہیں تھی' مجھے تم کچھ مغرور سی لگیں لیکن اب مجھے یہ اعتراف ہے کہ ہر لڑکی میں اتنی اکڑ اور غرور ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنی حفاظت کرسکے...... اس دن میری باتوں سے تمہیں تکلیف ہوئی اور میں جانتا ہوں' میں غلط تھا۔ میں کافی دنوں سے تم سے معذرت کرنا چاہ رہا تھا مگر چاہتے ہوئے بھی نہیں کرسکا۔ میری سب دل دکھانے والی باتوں کے لیے معذرت......" اس کے الفاظ لائبہ کے دل کے خدشات ختم کررہے تھے۔ اس کی ساری غلط فہمیاں اختتام پذیر ہوئیں اس نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا' یہ معذرت قبول کرنے کا عندیہ تھا۔

◐......♥♥♥......◐

کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا' رات کی تاریکی اس کے وجود کو بھی گھیرے ہوئی تھی۔ اس کے الفاظ بے ہودہ صورت لیے اس کے سامنے کھڑے تھے۔ اس وقت اپنی سوچ سے بڑھ کر کوئی چیز اسے کریہہ نہیں لگ رہی تھی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے خود کو ملامت کرنے میں مصروف تھی۔ سارا غصہ تو آنسوؤں کے راستے بہہ گیا تھا' اب جو باقی تھا وہ صرف ندامت و پچھتاوا تھا۔ اس کی سوچوں میں خلل دروازے پہ ہونے والی دستک نے کیا۔ وہ مسلسل دستک کو نظر انداز کررہی تھی مگر آنے والا بھی مستقل مزاج تھا۔

"کیا مسئلہ ہے؟" اس نے غصے سے دروازہ کھولا مگر سامنے سادات کو دیکھ کر باقی ماندہ الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" اسے دروازے کے سامنے ایستادہ دیکھ کر اس نے پوچھا تو وہ آہستگی سے پیچھے ہٹ گئی۔

"میں اتنا بھی ڈراؤنا نہیں کہ میرا ساتھ ملنے پہ یوں اندھیرے کمرے میں بیٹھ کر رویا جائے۔" وہ اندھیرے میں بھی اس کا رونا جان گیا تھا۔

"ویسے میں تو تمہیں خاموشی کی ملکہ سمجھتا تھا مگر آج جانا تم تو رائفل کی طرح زبان سے گولے اگلتی ہو۔" وہ مسلسل بول رہا تھا اور وہ ہونٹ دانتوں میں دبائے ضبط کررہی تھی۔

"جانتی ہو جس دن سے تمہیں دیکھا یہی دعا کررہا تھا کہ منگنی کی بجائے تمہارے سارے حقوق اپنے نام لکھوالوں۔ اس دل نے اچھا خاصا خوار کیا...... میں اس قدر تنگ آچکا تھا کہ میرا دل کرتا تھا میں دل لگی کرنے پہ اس دل کی وہ حالت کروں جو اسکول میں اساتذہ کسی نالائق طالبعلم کی کرتے ہیں۔" وہ اپنی بات کے اختتام پہ خود ہی کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"بس کردیں...... یہ جھوٹی مسکراہٹ' کھوکھلی باتیں اور محبت کے دعوے' میں جانتی ہوں ایسا کچھ بھی نہیں ہے' اس لیے آپ وہی کہیں جو کہنے آئے ہیں۔ میں بہت بری ہوں جو اتنے سالوں بعد آئے باپ سے اس طرح بول گئی...... ہاں میں بری ہوں' آپ یہ بھی سوچ رہے ہوں گے کہ جو اپنے باپ کی نہیں بن سکی وہ آپ کی کیا بنے گی تو سوچتے رہیں میں ایسی ہی ہوں اور ایسی ہی رہوں گی۔" وہ چیخ کر بولی اور بولتے ہوئے رودی۔

"میں ایسا کچھ بولنے نہیں آیا' میں جانتا ہوں تم اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہو' غلطی انکل کی ہے قصوروار وہ ہیں۔ تم نے جو کیا صحیح کیا' تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ انہوں نے جو کیا اس کی سزا تو ملنی چاہیے ناں۔" وہ زور و شور سے اس کی حمایت میں بولا۔

"سادات...... اللہ کے واسطے چپ کرجائیں۔"

"کیوں......! کیا ہوا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے ان سے اختلاف اپنی جگہ مگر آپ یوں ان کے خلاف بولیں یہ میں برداشت نہیں کروں گی۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے سر اٹھا کر اس سے مخاطب ہوئی۔ اس کے رونے پہ وہ بے ساختہ مسکرایا۔ اس نے دایاں ابرو اٹھاتے ہوئے مسکراہٹ کی وجہ پوچھی۔

"تم یہ برداشت نہیں کرسکی کہ میں انہیں ذرا بھی غلط کہوں تو یہ کیسے برداشت کررہی ہو کہ بنا کسی قصور کے انہیں سزا کے طور پر ان کی اولاد سے جدا کردو؟" وہ ہاتھ باندھے پرکھتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ ندامت کے گڑھے میں گرتی جارہی تھی۔

"وہ مجھے معاف کردیں گے ناں؟" وہ پرامید نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"بالکل کریں گے اور اگر نہیں کریں گے تو میں تمہاری جگہ کان پکڑ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ جاؤں گا۔" وہ کان پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔

"ارے یہ کیا کررہے ہیں' کھڑے ہوجائیں کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا؟" اس نے گھبرا کے اسے کھڑے ہونے کو کہا۔

"بس یہی کہے گا کہ سادات اپنی منکوحہ سے بہت ڈرتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کھڑا ہوگیا۔

وہ جو اس ساری بحث میں اپنا رشتہ بھولی بیٹھی تھی ایک دم سے نگاہیں جھکا گئی۔ دل کیا دھڑ کا لب بھی مسکرانے لگے۔

"چلو...... انکل کے پاس چلتے ہیں۔ لائبہ اور شہیر بھی پہنچ چکے ہیں صرف ہمارا انتظار ہورہا ہوگا۔" اس نے اپنا کشادہ ہاتھ لالی کے آگے کیا جسے تھوڑا ہچکچاتے ہوئے اس نے تھام لیا۔

اس نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ چلتے شخص کو دیکھا اور اسے یہ خوبصورت ادراک ہوا کہ اس کے پہلو میں چاند سا شخص تھا جس کا ساتھ اس کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔



اکائی

عشنا کوثر سردار — قسط نمبر 04

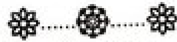
آنے	والی	رتوں	کے	آنچل	میں
کوئی	ساعت		عید	کیا	ہوگی
گل	نہ	ہوگا	تو	جشن	خوشبو کیا
تم	نہ	ہوگے	تو	عید	کیا ہوگی



گزشتہ قسط کا خلاصہ

تاج بیگم (دادی) فاطمہ کے رشتے کے لیے دل طور پر رضامند ہوتی ہیں اور اس رسوائی سے بچنے کا انہیں یہی طریقہ نظر آتا ہے کہ ریحان سے اس کا رشتہ طے کردیا جائے۔ سخاوت بیگم اگرچہ فاطمہ کے لیے بے چین رہتی ہیں اور انہیں اپنی بیٹی کی پارسائی کا بھی یقین ہوتا ہے، لیکن کوئی بھی ان کی بات ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ دادی گھریلو سیاست میں طاق ہونے کا بھرپور فائدہ اٹھاتی ہیں اور بیٹے کو بھی اس طرح سمجھاتی ہیں کہ وہ بھی اماں کی باتوں پر یقین کرنے لگتے ہیں۔ خواجہ ناظم الدین فاطمہ کی غلطی کو نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں سمجھتے، دوسری طرف فاطمہ کو بھی دادی کی یہ سزا اپنی غلطی کے پیش نظر درست لگتی ہے جب ہی وہ ان سے معافی مانگتی ہے، لیکن تاج بیگم کا دل اس کے جڑے ہاتھ دیکھ کر بھی نہیں پسیجتا، جب کہ سخاوت بیگم یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھتی ہیں۔ ان اختلافات کے باوجود بھی تاج بیگم فاطمہ کی پڑھائی کا سلسلہ جاری رکھتی ہیں جب کہ فاطمہ کو اب پڑھنے سے بھی خوف محسوس ہوتا ہے لیکن وہ دادی کے حکم کو ٹالنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ نواب زمان الحق تاج بیگم کی شرط جان کر ششدر رہ جاتے ہیں کہ ان کا فاطمہ سے نکاح کیسے ہوسکتا ہے لیکن دادی اسی بات پر قائم رہتی ہیں، بصورت دیگر وہ اس کا رشتہ ریحان سے طے کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ نواب زمان الحق اپنے بیٹے وقار الحق کے سامنے یہ بات رکھتے ہیں وہ بھی ششدر رہ جاتے ہیں اور اپنے تئیں دادی کو سمجھانے کی سعی کرتے ہیں کہ انہوں نے فاطمہ کو محض تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر ملنے کا کہا تھا مگر دادی ان کے منہ سے فاطمہ کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتیں، ایسے میں وہ خاموش رہ جاتے ہیں۔ نواب وقار الحق کی دوست جنت ان سے ملنے آتی ہے تو ان کی پریشانی کی بابت استفسار کرتی ہے جس پر وہ ٹال جاتے ہیں، ایسے میں جنت ان کے والد کے نکاح کا ذکر کرتی ہے کہ اس نے گھر میں یہ ذکر سنا تھا، جنت کی زبانی اس نکاح کی بات پر وقار الحق مزید پریشانی میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ رجت سنگھ کی ملاقات دادی سے ہوتی ہے تو وہ پہلی نظر میں ہی یہ بات جان لیتی ہیں کہ وہ کسی اچھے گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ کرم دین سے وہ اس کی بابت تمام حقیقت دریافت کرتی ہیں۔ کرم دین اس کے کام کے حوالے سے بتا کر انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے تاہم تاج بیگم رجت سنگھ پر نظر رکھنے کا کہتی ہیں۔ نواب زمان الحق فاطمہ کے کردار پر لگے داغ کو مٹانے کی خاطر دادی کی بات مان لیتے ہیں اور فاطمہ سے نکاح پر اپنی آمادگی ظاہر کرتے ہیں، یہ بات دادی کے لیے باعث اطمینان ہوتی ہے۔

اب آگے پڑھیے



نواب صاحب نے تاج بیگم کا چہرہ بغور جانچا۔ جانے کیوں انہیں لگا کہ تاج بیگم اپنا اردہ بدل رہی ہیں۔ اگر وہ تمام شرائط کو ماننے کے بعد بھی تیار نہ ہوتیں تو وہ کیا کرتے؟ ان کے دل میں ایک خوف نے سر اٹھایا۔

"میاں ایسی بھی کیا جلدی ہے تم بھی یہیں ہو اور ہم بھی۔ سو دیکھ لیں گے کہ معاملات کس طور طے پاتے ہیں۔" اماں جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ نواب صاحب ان کے بدلے تیور دیکھ کر بہت پُرسکون انداز میں مسکرا دیئے تھے۔

"اماں جان، ہم تو آپ کے تابعدار ہیں، حکم کریں تو سر بھی قلم کروا دیں۔" ان کی بات پر اماں جان ہنس دیں۔

"خدا سلامت رکھے تمہیں، ایسی بدفعال منہ سے نہ نکالو۔ شادی بیاہ کے معاملات پیچیدہ ہوتے ہیں۔ وقت لگتا ہیں۔" اماں نے گھاگ انداز میں کہا۔ ان کے لبوں کی مسکراہٹ دیکھ کر نواب صاحب بھی مسکرا دیئے۔

"اماں جان ارادہ بدل رہی ہیں تو صاف بتا دیجیے۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔ قدم واپس موڑ لیں گے۔" نواب صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دل کی بات کہہ دی۔ اماں جان نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

"ارے میاں ایسی بات نہیں۔ اماں جان سے واقف ہو تم' زبان مردوں والی ہے۔ جو بات کہہ دی سو کہہ دی۔" اماں جان نے بات واضح کی۔ نواب صاحب نے بھی سر ہلایا۔

"جانتے ہیں اماں جان تاج بیگم نے مردوں کی طرح زندگی گزاری ہے۔ ایسا مرحوم ابا حضور کہا کرتے تھے۔ وہ آپ کی اچھائیوں کے گرویدہ تھے۔ جس طرح آپ نے مردانہ وار حالات کا مقابلہ کیا اور زندگی میں پھونک پھونک کر قدم رکھا۔ کاروباری امور اور اولاد کی پرورش احسان طریقے سے کی وہ سب ہمارے سامنے ہیں۔ اللہ جنت نصیب کرے ابا حضور کو ان کا فرمان تھا کہ تاج بیگم کھری خاتون ہیں۔ خوب صورتی میں یکتا ہیں' اسی طرح کردار اور اطوار میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں اور ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ابا حضور کس قدر درست فرماتے تھے۔" نواب صاحب جانتے تھے کہ کس طرح تاج بیگم کو رام کرنا ہے۔ وہ جیسے نبض پر ہاتھ رکھنا جانتے تھے۔ اماں جان کی مسکراہٹ دیکھ کر انہیں تسلی ہوئی تھی۔

"ارے میاں' آپ کے ابا حضور تو لفظوں کے کھلاڑی تھے۔ کسی کو چنے کے جھاڑ پر کس طرح چڑھانا ہے یہ بات ان سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا۔" اماں جان مسکرائیں۔

"جانے دیجیے اماں جان۔ اب ابا حضور ایسے بھی شعبدہ باز نہ تھے آپ تو کسر نفسی سے کام لینے کی عادی ہیں۔" نواب صاحب نے کہا تب ہی اماں کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

"میاں' ایسی عجلت سے کام نہ لو۔ ہتھیلی پر سرسوں جمانا کوئی دانش مندی نہیں۔ میں خواجہ ناظم الدین اور ان کی اہلیہ سے بات کرتی ہوں' بہر حال مشورہ ضروری ہے۔ حتمی فیصلہ تو ہمارا ہی ہوگا مگر کل کو وہ شکوہ نہ کریں کہ اماں جان نے پوچھے بنا ہماری بیٹی کا نکاح کر دیا۔ سو مشورہ بھی ضروری ہے۔" اماں جان نے نہایت نرمی سے سمجھایا۔ نواب صاحب انہیں دیکھنے لگے پھر آہستگی سے بولے۔

"اماں جان یہ نہایت واجب اور درست ہے بلکہ آپ کو فاطمہ بی بی سے بھی ان کی مرضی پوچھنی چاہیے۔ ہمارا مذہب اس بات کی اجازت دیتا ہے۔" نواب صاحب بولے اور اماں نے سر ہلا دیا۔

"بے شک ایسا ہی ہے اور ہم کوئی بھار اپنے سر نہ لیں گے۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ لیں گے۔ فاطمہ بی بی کی مرضی اہم ہے اور انہیں وہ حق ضرور ملے گا آپ اس معاملے میں اپنا دل صاف رکھیے۔ ہم کسی رشتے کو زبردستی باندھ کر کوئی گناہ اپنے سر لینا نہیں چاہتے۔" اماں جان نے مدھم لہجے میں کہا۔ نواب صاحب ان کا ارادہ جان کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اماں جان آپ جب بھی حکم کریں گی ہم آپ کی دہلیز پر حاضر ہو جائیں گے چلتے ہیں فی امان اللہ۔" انہوں نے کہا اور اماں جان نے سر ہلا دیا۔



وقار الحق خاموش کھڑے چاند کو دیکھ رہے تھے۔ جب لمحہ بھر کو ان کی آنکھوں کی پتلیوں پر فاطمہ بی بی کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔ یہ تصور اس قدر قوی تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے چاند میں وہ چہرہ چھا گیا۔ وقار اس امر پر حیران رہ گئے' لمحہ بھر کو نگاہ بدلی تا کہ یہ تاثر ٹوٹ سکے مگر وہ خیال اتنا جاندار تھا کہ ان کے نگاہ پھیرنے کے باوجود بھی ختم نہ ہوا اور چاند میں جوں کا توں فاطمہ بی بی کا چہرہ چمکتا رہا۔

"فاطمہ بی بی...... ہم پشیماں ہیں' ہم نے اچھا نہیں کیا' جو ہوا اس کی سزا آپ کو بھگتنا پڑ رہی ہے' ہم اگر وقت کو پیچھے لے جا سکتے تو وہ لمحہ نہ آتا مگر بندہ بشر اپنی خواہشات میں بہت کچھ نظر انداز کر جاتا ہے' ہم نے بھی یہ نہیں سوچا کہ اس ایک عمل کا اثر آپ کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوگا' ہم جوش میں آپ کی توقیر اور تقدس کے متعلق بھی بھول گئے' آپ کی عزت پر ہمارے باعث جو حرف آیا وہ قابل سزا ہے اور ہم اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں۔" انہوں نے دل میں اعتراف کیا۔

"وقار......" جنت بی بی کی آواز ابھری اور وہ چونک کر مڑے۔ ان کے چہرے پر وہ کیفیت تھی جیسے ان کی سوچوں کو کسی نے پڑھ لیا ہو یا ان کے تخیل تک رسائی پالی ہو۔ تب ہی انہوں نے ایک لمحہ کو نگاہ پھیر کر چاند کو دیکھا اور صد شکر کیا کہ وہاں فاطمہ بی بی کا چہرہ نہ تھا۔ جنت بی بی اس بات سے بے خبر تھیں۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ چھوٹے نواب کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ سو وہ ان کی بوکھلاہٹ پر چونکتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"چھوٹے نواب' آپ اس طرح پریشان کیوں ہیں' کیا ہوا؟" جنت بی بی نے پوچھا مگر وقار الحق نے سر جھکتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا۔

"آپ اس وقت یہاں...... خیریت؟" وقار نے دریافت کیا۔ جنت بی بی مسکرائیں۔

"ہم چچا جان سے ملنے آئے تھے۔ ابا کو کچھ دستاویزات چچا تک پہنچانا تھیں اور ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی سو ہم نے مشورہ دیا کہ ہم چلے جاتے ہیں اور دستاویزات باحفاظت پہنچا آتے ہیں۔ چچا سے تو ہم مل لیے تھے۔ سوچا آپ کی خیریت بھی دریافت کرتے چلیں۔" جنت بی بی کی آنکھوں میں الفت کی انوکھی چمک تھی اور وقار جانتے تھے کہ یہ الفت کس سے منسوب ہے مگر فاطمہ بی بی کے باعث ان کا دماغ اس قدر الجھا ہوا تھا کہ وہ زیادہ کچھ کہہ نہیں سکے اور خاموشی سے کھڑے رہے۔

"خیریت آپ ہمیں یہاں دیکھ کر خوش نہیں ہوئے؟" جنت بی بی نے انہیں بغور دیکھا۔ وقار تب بھی یونہی کھڑے رہے۔ جنت بی بی نے حیران ہوتے ہوئے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا اور وہ چونکتے ہوئے انہیں دیکھنے لگے۔

"ہم...... ہم یہیں ہیں کیا پوچھ رہی تھیں آپ؟" وقار کا انداز عجیب کھویا کھویا سا تھا۔ جنت کا ماتھا ٹھنکا۔

"آپ یہیں ہیں اس بات کی خبر تو ہمیں بھی ہے وقار...... ہم آپ کی خیریت دریافت کرنے آئے تھے بس علاوہ ازیں اور کوئی بات نہیں۔" وہ لب بھینچ کر کہہ گئیں۔ وقار سمجھ گئے کہ وہ خفا ہو گئی ہیں' تب ہی ان کا ہاتھ تھام لیا۔ جنت بی بی جیسے ان کے ہاتھ سے بندھ گئی تھیں۔

"آپ ہمیں جانتی ہیں ہم کسی کو بھی نظر انداز کرنے کے قائل نہیں مگر ہمارا دماغ اس وقت کسی قدر الجھا ہوا ہے اور......؟" وہ دانستہ چپ ہو گئے۔ جنت بی بی نے ان کے وضاحت دینے پر انہیں دیکھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ آپ آرام کیجیے۔" اس نے ہدایت کرتے ہوئے نگاہ پھیری۔ حسن کے تیور بلا کے دل ربا تھے مگر وقار کچھ زیادہ نہیں بول سکے۔

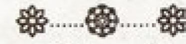
"دراصل ہم نہیں چاہتے آپ ہماری طرف سے دل برا کر کے جائیں۔" جیسے اس لمحے انہیں جنت بی بی کے جانے سے فرق نہیں پڑا تھا۔ جنت بی بی ان کے انداز پر چونکیں پھر جانے کیا سوچ کر سر نفی میں ہلا دیا۔

"ہم دل میں ایسا کوئی منفی خیال نہیں رکھتے۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ آپ واقعی بے پناہ الجھے دکھائی دیتے ہیں۔" جنت بی بی نے ان کی طرف دیکھے بنا کہا۔ وقار انہیں دیکھتے رہ گئے پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولے۔

"جنت' ہم نہیں جانتے معاملہ کیا ہے مگر طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے' ہم آپ سے بعد میں بات کریں گے برائے کرم کوئی غلط خیال یا سوچ دل و دماغ میں آنے مت دیجیے گا' ہم آپ سے بے رخی نہیں برت رہے نہ ہی ہم آپ کو نظر انداز کر سکتے ہیں معاملہ کچھ اور ہے۔" وہ مدھم لہجے میں گویا ہوئے۔ جنت بی بی نے ان کی طرف بغور دیکھا اور سر ہلا دیا۔ پھر اپنا ہاتھ ان کے مضبوط ہاتھ سے چھڑا کر آگے بڑھ گئیں۔ وقار انہیں جاتا دیکھتے رہے۔

"یہ کیا ہوا؟" کبھی اس طرح تو انہوں نے جنت بی بی کو نظر انداز نہ کیا تھا۔

وہ تو محبت کرتے تھے ان سے پھر وہ محبت اس لمحے کیا ہوئی؟ وہ سمجھ نہیں پائے مگر فقط اتنا معلوم تھا کہ دل بہت بوجھل اور دماغ بہت الجھا ہوا ہے۔



رجت سنگھ کا دل جیسے نامعلوم بے چینی سے بڑھا اٹھے جا رہا تھا اس نے گہری سانس لی اور پانی کا گلاس غٹا غٹ پی لیا مگر اندر جیسے کوئی آتش سا بھڑک اٹھا تھا' ایک الاؤ جیسے سارے وجود کو گھیرنے لگا تھا' وہ چہرہ لمحہ بھر کو نگاہ میں آتا اور رجت سنگھ کی جان پر جیسے قیامت گزر جاتی اور وہ بے دم سا چارپائی پر گرا۔

عشق سے پوچھا کون ہو؟
جواب آیا خلل ہوں شاید
چلتے چلتے آ گیا ہوں بس
چلتے چلتے گزر بھی جاؤں گا
اگر جو ٹھہر گیا وقت کی مانند
ہزار چاہو گے گزر نہ پاؤں گا

رجت سنگھ کے لب ہولے سے ہلے' کیسی پیاس تھی ان لبوں پر دریا سے بھی سراب نہ ہوتی یہ کیسی بنی تھی جان پر؟

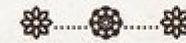
''رجت سنگھ......'' وہ آنکھیں بند کیے بے دم سا کھڑا تھا۔ جب کرم دین نے پکارا۔ رجت سنگھ نے فوری کوئی جواب نہیں دیا۔

''رجت کیا ہوا...... طبیعت ٹھیک ہے تیری؟'' کرم دین نے قریب آ کر شانے سے تھام کر ہلایا تو وہ آنکھیں کھول کر یک دم اٹھ بیٹھا۔

''ٹھیک ہوں چاچا...... آپ بتایئے کوئی کام تھا؟'' رجت سنگھ نے جواب دیا۔ کرم دین نے اسے بغور دیکھا۔

''مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ حویلی سے پیغام آیا تھا میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں سوچا تمہیں سمجھا دوں مگر...... خیر...... میں ہی حویلی چلا جاتا ہوں۔'' کرم دین چاچا نے کہا۔ رجت سنگھ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں چاچا' میں چلا جاتا ہوں۔'' کہتے ہی اس نے چاچا کے ہاتھ سے دستاویز کا لفافہ لیا اور حویلی کی طرف چل پڑا۔ کرم دین چاچا نے اسے بغور دیکھا۔



دلشاد نے ہمدردی سے خاموش بیٹھی فاطمہ بی بی کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

''زندگی کی مشکلات کے سامنے ہمت ہارنا بزدلی ہے فاطمہ' تم ایک باہمت لڑکی ہو' جب کوئی برا وقت پڑتا ہے تو وہ کوئی نہ کوئی سبق سکھا کر جاتا ہے۔ ایسا اماں بی کہتی ہیں۔'' دلشاد نے اسے سمجھایا۔ فاطمہ نے سر ہلایا۔

''ٹھیک کہتی ہیں تمہاری اماں بی' میں متفق ہوں' یہ وقت سبق سکھانے کو آتا ہے اور ہم نے اپنا سبق سیکھ بھی لیا۔'' سیاہ ملبوس میں اس کی سفید دودھیا رنگ و روپ کچھ اور نکھر کر سامنے آ رہا تھا' دلشاد نے دل ہی دل میں اس کی بلائیں لیں۔

''فاطمہ تیری بے پناہ خوب صورتی اور دلکشی تیری دشمن بنی خود کو آئینہ میں نہ دیکھا کر۔'' دلشاد نے معصومیت سے کہا تو فاطمہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

''کیا کریں اس رنگ و روپ کا دلشاد؟ آگ لگا دیں' ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا...... یہ رنگ و روپ بدنامی کا باعث بنا' کیا فائدہ ایسے حسن کا؟'' فاطمہ بہت دلگرفتہ سی لگ رہی تھی۔

new
freedom®
Ultra thin sanitary napkins

اب مخصوص دن بھی گزاریں خوشگوار!!!





A product of
H&P
Health and Hygiene products

رجت سنگھ جو حویلی میں داخل ہوا تھا۔ آنگن میں بیٹھی فاطمہ کو دیکھ کر وہیں رک گیا' قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے دلشاد نے چونکتے ہوئے رجت سنگھ کی طرف دیکھا۔

''کون ہو تم...... ایسے منہ اٹھا کر حویلی میں کیوں گھسے چلے آ رہے ہوں؟'' دلشاد کے کہنے پر فاطمہ بی بی نے بھی چونک کر اس طرف نگاہ کی۔ نگاہ لحہ بھر کو اس اجنبی سے ملی تھی' رجت ساکت کھڑا تھا۔

''میں رجت سنگھ ہوں۔ اماں جان کو ضروری دستاویزات دینے آیا تھا۔'' رجت سنگھ نے پُر اعتماد لہجہ میں کہا۔

فاطمہ بی بی نے منہ سیاہ آنچل سے چھپالیا اور دلشاد کا ہاتھ تھام کر حویلی کے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ رجت سنگھ ساکت کھڑا جیسے کسی غیر مرئی طاقت کے زیر اثر رہا تھا۔

عشق سے پوچھا کون ہو؟
جواب آیا خلل ہوں شاید
چلتے چلتے آ گیا ہوں بس
چلتے چلتے گزر بھی جاؤں گا
اگر جو ٹھہر گیا وقت کی مانند
ہزار چاہو گے گزر نہ پاؤں گا

منجمد قدموں میں جنبش ہوئی اور وہ آگے بڑھنے لگا اور تب ہی ایک ملازمہ اس کے سامنے آن رکی اور ہاتھ کے اشارے سے اماں جان کے کمرے کی طرف اشارہ کیا' رجت سنگھ بے دم قدموں کے ساتھ اماں جان کے کمرے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

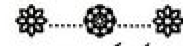


''خیر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی آپ کی اماں جان ایسی گھاگ خاتون عجب کھیل کھیل رہی ہیں۔ ہماری صلاح ہے ان کی باتوں میں نہ ہی آئیں تو بہتر ہے ایسا نہ ہو ہم یہاں رخت سفر باندھنے بیٹھے ہیں اور وہ وہاں فاطمہ بی بی کا ہاتھ کسی اور کے ہاتھ تھمادیں۔'' بیگم توقیر نے خاوند کو گھورا اور کھلے ہوئے صندوق میں کمخواب کا غرارہ بے دلی سے رکھ دیا۔

''ہمیں یقین ہے آپ کی اماں ہمارے ارمانوں پر شب خون مارنے چلی ہیں' کسی کی خوشی وہ نہیں دیکھ سکتیں' ان سے زیادہ توقعات رکھنا بے وقوفی ہوگی' کم از کم ہم تو ان پر اعتبار نہیں کر سکتے۔'' بیگم توقیر جانے کیوں کچھ مضطرب سی دکھائی دیں۔ توقیر صاحب نے بیگم کو اطمینان سے دیکھا۔

''بیگم آپ دماغ کے گھوڑے دوڑانا بند کیجیے خاموشی سے صندوقچے میں ملبوس رکھیں اماں جان نے بلوایا ہے سوجانا تو پڑے گا اللہ اللہ کر کے ان کی طرف سے یہ دعوت نامہ موصول ہوا ہے اس سے قبل کہ وہ دوبارہ انکار کر دیں' سامان باندھیں اماں جان ہماری ہیں ہم بھی ان کے مزاج سے خوب واقف ہیں۔'' توقیر صاحب نے مسکراتے ہوئے بیگم سے کہا تو بیگم توقیر منہ پھیر کر کچھ بڑبڑانے لگیں پھر جانے کیا سوچا اور اٹھ کر الماری سے ملبوسات نکال کر صندوقچے میں رکھنے لگیں۔

''صرف آپ کے کہنے پر جا رہے ہیں توقیر صاحب آپ کی اماں جان کی کڑوی کسیلی ہضم نہیں کریں گے ابھی سے کہہ دیتے ہیں' بیٹے والے ہیں' ہمیں رشتوں کی کمی نہیں اگر آپ کی اماں جان سمجھتی ہیں کہ ہمیں جھکالیں گی تو ان کی سوچ غلط ہے۔'' بیگم نے جتایا تو توقیر صاحب نے سر ہلا دیا۔



نواب صاحب نے ٹہلتے ہوئے مڑ کر چھوٹے نواب کو دیکھا۔

''محترم چھوٹے نواب ہم مصلحت سے کام لینے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں مگر اماں جان کے دماغ کو پڑھ پانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں' ان کے قول و فعل میں تضاد بہت واضح ہے ان کا اگلا قدم کیا ہوگا یہ بات ہم ہی کیا کوئی بھی نہیں جان سکتا۔'' نواب صاحب متفکر دکھائی دے رہے تھے۔

''اماں جان کے مزاج سے کچھ واقفیت ہمیں بھی ہونے لگی ہے ابا حضور' ہم فاطمہ بی بی کے لیے پریشان ہیں اگر اس معاملے میں فاطمہ بی بی اس طرح جکڑی نہ ہوتیں تو ہم اس معاملے سے کوئی سروکار نہ رکھتے۔'' وقار مدھم لہجے میں بولے تو نواب صاحب نے سر ہلایا۔

''ہم بھی اس معاملے کا کوئی مناسب حل اس لیے چاہتے ہیں کہ آپ کے باعث کسی کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔'' نواب صاحب اگرچہ بیٹے کو الزام دینا نہیں چاہتے تھے مگر وہ بولے بنا نہیں رہ سکے۔ وقار سر جھکا گئے۔ ان کے چہرے پر شرمندگی کے واضح تاثرات دیکھے جاسکتے تھے۔

''ہم شرمندہ ہیں ابا حضور مگر ہم نہیں جانتے اب اگر فاطمہ بی بی کو اس مشکل سے باہر نکالیں تو کیسے؟'' وہ متفکر دکھائی دے رہے تھے۔ تب ہی فون کی گھنٹی بجی۔ نواب صاحب اٹھ کر فون کی طرف بڑھے۔ چھوٹے نواب افسردہ سے سر جھکائے بیٹھے رہے۔ تب ہی ان کا دھیان جنت بی بی کی طرف گیا' فاطمہ بی بی کے معاملے میں الجھ کر وہ جنت بی بی کو یکسر فراموش کر بیٹھے تھے۔ وقار نے ابا کی طرف دیکھا ان کے قریبی دوست انوار فون کے دوسری طرف تھے اور ابا حضور ان سے گپ شپ میں محو ہو چکے تھے۔ تب ہی وقار کی سوچ کے دھارے بھی فاطمہ بی بی سے ہٹ کر جنت بی بی کی سمت نکل گئے تھے۔ جنت کی آواز سماعتوں میں پڑی تو ربط دل سے جڑنے لگا تھا۔

''ہمیں یہ کہنے میں کوئی قباحت نہیں چھوٹے نواب کہ ہم آپ کے ساتھ محبت میں مبتلا ہیں اور آپ اگرچہ کہنے کے عادی نہیں مگر ہم آپ کی نگاہوں میں اس محبت کو صاف دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں' محبت ایسی ہی ہوتی ہے ناں جو خاموشی میں بولتی ہے اور بنا ظاہر ہوئے اپنا وجود منواتی ہے؟'' جنت بی بی اس کی سمت دیکھتی ہوئی بولی اور وقار مسکرا دیے تھے۔

''انگلستان کی تعلیم نے آپ کو فلسفہ بھی سکھا دیا ہے جنت بی بی' آپ کی آنکھیں بھی فلسفہ کہتی ہیں۔'' وہ مسکرائے تو جنت بی بی جھینپ کر رہ گئی۔

''ہم تذکرہ بھی کرتے ہیں تو آپ کو گراں گزرتا ہے' عشق کے باب کو اٹھا کر جھٹ سے بند کر دیتے ہیں' جیسے یہ کوئی ذکر ممنوع ہو۔'' جنت بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا تو وقار ہنس دیئے تھے۔

''عشق کی ایسی تعریف نہ سنی نہ دیکھی جنت بی بی' آپ اپنے وصف کی انوکھی شخصیت ہیں۔'' وقار کی آنکھوں میں شرارت تھی اور جنت نے لب بھینچ لیے تھے۔ ان آنکھوں میں غصہ واضح دکھائی دیا تھا۔ وقار مسکرا دیئے تھے۔

''حسن خفگی کا لبادہ اوڑھے تو اور دلکش ہو جاتا ہے' شاید ایسا ہی آپ نے عشق کے باب میں پڑھ رکھا ہوگا۔'' وقار نے چھیڑا تو جنت نے انہیں گھورا۔

''آپ کو ہم سے عشق نہیں نا سہی مگر آپ کو اس جذبے کا مذاق اڑانے کا بھی کوئی حق نہیں۔'' وہ منہ پھلا کر بولیں۔ وقار نے ان کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ گہری نظریں جیسے اس چہرے کو سطر سطر پڑھنے لگی تھیں۔ جنت نے پہلے چہرہ پھیرا پھر یک دم جانے کو اٹھی تھی جب وقار نے ان کا ہاتھ تھام لیا اور ان کے سامنے آن رکے تھے۔ کچھ لمحے خاموشی سے ان کے چہرے کو دیکھا' جنت بی بی کے اندر جیسے ہمت نہیں تھی کہ وہ ان نگاہوں کا سامنا کرتیں' ان نگاہوں کی گرمیٔ شوق سے وہ چہرہ تمتمنے لگا تھا۔

سمجھ کر رحم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا
مگر تم تو بلا نکلے، غضب نکلے، ستم نکلے

وقار مسکرائے تھے۔ اس چہرے پر رنگوں کی محفل سی جم گئی تھی اس میلے میں کتنے رنگ تھے، جنت نے گھبرا کر ہاتھ چھڑایا تھا مگر چھوٹے نواب نے ان کی کلائی پر گرفت مضبوط کردی تھی۔

”نگہ یار نے کی خانہ خرابی ایسی
نہ ٹھکانہ ہے جگر کا نہ ٹھکانا دل کا
حور کی شکل ہو تم نور کی پتلی ہو تم
اور اس پر تمہیں آتا ہے جلانا دل کا

ان کے لمس سے جیسے جنت بی بی کو اپنی کلائی جلتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک جھٹکے سے کلائی چھڑائی اور بھاگتی ہوئی وہاں سے نکلتی چلی گئیں، چھوٹے نواب مسکرا دیے تھے۔ خیال لحہ بھر کو ٹوٹا تھا۔ وقار نے دیکھا ابا حضور فون رکھ کر ان کی طرف آرہے تھے اور بیٹھتے ہوئے گویا ہوئے۔

”انوار بات کر رہے تھے۔“ انہوں نے جیسے کوئی ذکر کرنے سے خود کو دانستہ باز رکھا۔ چھوٹے نواب نے انہیں بغور دیکھا۔

”خیریت ابا حضور...... انوار چچا ٹھیک تو ہیں؟“ چھوٹے نواب کو فکر ہوئی۔

”انوار بہتر ہیں اب مگر......“

”مگر کیا؟“ وقار چونکے۔

”مگر کچھ حساس ہوگئے ہیں اللہ انہیں طویل عمری دے بیماری سے دل کچھ اور حساس ہوگیا ہے۔ وہ جنت کا تذکرہ کر رہے تھے تو ان کی آواز بھرا گئی تھی۔“ ابا حضور نے جنت بی بی کا ذکر کیا تو وقار چونکے۔

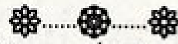
”انوار چچا کی طبیعت کی ناسازی کوئی بڑا مسئلہ نہیں ایسی معمولی بیماری تو جسم کا صدقہ ہوتی ہے۔“ وقار نے کہا۔ زمان الحق نے سر ہلا کر تائید کی مگر ان کی پیشانی پر دکھائی دیتی واضح لکیریں کسی پریشانی کا پتہ دے رہی تھیں۔ وقار جان نہ پائے کہ انوار چچا نے ایسا کیا کہا کہ نواب صاحب پریشانی میں گھر گئے ہیں۔

”کیا معاملہ ہے ابا حضور، آپ پریشان اور الجھے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں، ایسا کیا ذکر کردیا انوار چچا نے؟“ وقار نے دریافت کیا تو نواب صاحب سر جھکا گئے اور مدھم لہجے میں بولے۔

”ان کی خواہش ہے جنت بی بی کی نسبت انوار صاحب کی زندگی میں ہی آپ کے ساتھ طے ہوجائے مگر......“ ابا حضور کچھ کہتے ہوئے رکے تو وقار نے ان کی سمت جانچتی نظروں سے دیکھا۔ وہ جان نہیں پائے کہ نواب صاحب کیا سوچ کر اس قدر پریشان ہیں مگر وہ اتنا جانتے تھے کہ معاملہ یقیناً سنگین ہے۔

”اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو آپ سہولت سے منع کرسکتے ہیں، انور چچا پڑھے لکھے انسان ہیں وہ اس معاملے کی نوعیت کو ضرور سمجھیں گے۔“ وقار نے ان کی الجھن کے پیش نظر کہا تو نواب صاحب نے سر ہلایا۔

سو جنت کے خواب مسمار ہونے کو تھے۔ ابا حضور اگر اس نہج پر کوئی اور سوچ رکھتے تھے تو وہ تنہا جنت کے خوابوں کی زمین پر ان کا ہاتھ تھام کر آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ جہاں تک وہ جانتے تھے ابا حضور اور انوار چچا کی ایسی خواہش نئی نہیں تھی۔ وہ جنت اور ان کے بچپن سے چاہتے تھے کہ ان کا نکاح ہو۔ اب جب انوار چچا نے اس خواہش کا باقاعدہ اظہار کیا تھا تو ابا حضور اس طرح پریشان ہوا ٹھے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پائے مگر ان کا دماغ اس معاملے میں خاصا الجھ گیا تھا۔



رجت سنگھ خاموش سا بیٹھا تھا جب کرم دین چاچا نے اس کی سوچوں کے تسلسل کو توڑا۔

”کیا ہوا میاں...... ایسے بیٹھے کیا سوچ رہے ہو؟ کئی دن سے دیکھ رہا ہوں میں تم کچھ الجھے ہوئے سے ہو سب ٹھیک ہے ناں؟ گھر کا کوئی الجھاؤ تو نہیں جو تمہاری سوچوں کو منتشر کر رہا ہے؟“ کرم دین چاچا نے پوچھا۔ رجت سنگھ نے چونکتے ہوئے ان کی سمت دیکھا پھر سر نفی میں ہلا دیا۔

”ایسی بات نہیں چاچا، بس یونہی کئی باتیں ذہن میں تھیں۔“ اس نے انہیں ٹالنا چاہا۔ کرم دین چاچا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”ایسی کون سی سوچیں ہیں بیٹا؟ تم پڑھے لکھے ہو ماشاء اللہ کسی قدر عقل مند بھی ہو، جب ایسی دانشمندی ہو تو پھر کون سا معاملہ معمہ رہ سکتا ہے؟“ کرم دین چاچا نے اس کی اقبال مندی کو جیسے تسلیم کیا تب وہ بھی مسکرا دیا۔

”چاچا کرم دین کئی معاملے ہوتے ہیں جو ذہن کے تاریک گوشوں میں چکراتے پھرتے ہیں، ایسے معاملات کچے دھاگوں کی ڈور جیسے ہوتے ہیں کمزور اور الجھے ہوئے۔ جس قدر الجھتے ہیں سوچوں کو بھی اسی قدر الجھا دیتے ہیں دانشمندی دھری رہ جاتی ہے اور خردمندی کام نہیں آتی۔“ رجت سنگھ نے کہا تو کرم دین چاچا نے سر ہلایا۔

”اب ایسی پڑھی لکھی باتیں تو تم ہی جانو بیٹا ہم تو معمولی سوچ کے بندے ہیں علم ایک حد سے بڑھ نہیں سکا سو ایسی الجھی چیزوں کی اتنی سمجھ تو نہیں مگر بڑے ہونے کے ناطے ایک مشورہ ضرور دے سکتا ہوں۔“ کرم دین چاچا نے کہا تو رجت سنگھ مسکرا دیا۔

”آپ عقل و خرد میں یقیناً مجھ سے کہیں زیادہ بڑے ہیں چاچا جان...... میں ان درسگاہوں کی سندوں کو اہم نہیں جانتا...... دماغ، ان چار دیواریوں میں بھی نہیں کھلتا کئی بھید ان سندوں کے بنا حل ہوتے ہیں، بس دماغ کے اس تاریک گوشے میں روشنی کا داخل ہونا ضروری ہوتا ہے۔“ رجت سنگھ نے کہا تو کرم دین نے سر ہلایا۔

”بات تو درست کہی، خیر ایسی کیا الجھن ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے؟“

”روشنی کا سفر......“ رجت سنگھ آہستگی سے گویا ہوا۔

”روشنی کا سفر...... کیا مطلب؟“ کرم دین چاچا حیران ہوا۔

”میں تاریکی میں کھڑا ہوں، چاچا کرم دین...... اجالے میں آکر دیکھنے کا متلاشی ہوں کہ روشنی کیسے ہوتی ہے اور میں روشنی کے اس وجود کو چھونا چاہتا ہوں جو دل و دماغ کے تاریک گوشوں سے اندھیرے کو فنا کرتی ہے۔“ رجت سنگھ نے کہا تو کرم دین چاچا نے اسے حیرت سے دیکھا۔



”ہم سہگل کے نظریہ جمالیات کو ایک مختلف علم قرار دیتے ہیں کیونکہ جمالیات کے قدیم معنی جو متعین کیے گئے تھے اس کی رو سے علم جمالیات وہ علم ہے جو حسن و جمال و رفعت کی ہیئت سے متعلق مجرد تصورات پر بحث کرتا تھا مگر جدید فلسفہ کے نزدیک جمالیات وہ سائنس ہے جو تخلیق تجربہ، تجربہ حسن اور نقد و نظر کی قدروں اور معیاروں سے بحث کرتا ہے اور نوعیت اور عمل کے اعتبار سے منطق اور نفسیات سے مختلف ہے، یہ اصطلاح سہگل کی متعین کی ہوئی ہے۔“ چھوٹے نواب کی آواز ابھری تو پردے کے دوسری طرف فاطمہ نے الجھے ہوئے ذہن سے ان لفظوں کو سمجھنا چاہا۔

”آپ کے نزدیک سہگل نے ایک جدید اصطلاح پیش کی مگر ارسطو کی منطق ایک قدم سائنسی علم ہے جس میں کسی بھی لفظ کی تعریف اور استدلال یا استدراج کے طریقہ کار اور اصولوں پر بحث کی جاسکتی ہے ان علوم میں آپ شاید وجہ

تسمیہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ منطق کو جاننے والا اشیاء کے حقائق یعنی ان کی اجناس اور حصول سے واقفیت رکھتا ہے۔" فاطمہ بی بی نے کہا تو چھوٹے نواب وقار خاموش ہو گئے۔

"ہم اس معاملے میں فی الحال کوئی روشنی نہیں ڈال سکیں گے فاطمہ، ہمارا ذہن اس لمحے کسی قدر الجھا ہوا ہے، بہر حال آج ہم فلسفہ کو یہیں روک دیتے ہیں کل ہم علم سیاسیات کے ابواب پر روشنی ڈالیں گے۔" وقار کسی قدر الجھے دکھائی دیے تھے فاطمہ نے مزید کچھ نہیں کہا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں فاطمہ بی بی؟" نوابزادہ وقار الحق نے دریافت کیا۔

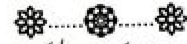
"ہمارے پاس مزید کہنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔" فاطمہ بی بی نے مدھم لہجے میں کہا۔ چھوٹے نواب نے لمحہ بھر کو خاموشی اختیار کیے رکھی پھر مدھم لہجے میں گویا ہوئے۔

"فاطمہ بی بی، ہم شرمندہ ہیں اور واقعی تہہ دل سے شرمسار ہیں، ہم تاج بیگم سے بات کرنا چاہتے ہیں مگر شاید ایسا ممکن نہیں ہے۔" چھوٹے نواب نے کہا، فاطمہ نے تب فوراً لب کھولے۔

"آپ تاج بیگم سے کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"مگر کیوں؟" وقار الجھے۔

"کیونکہ ہم نہیں چاہتے اور غالباً دادی جان بھی ایسا نہیں چاہیں گی، چھوٹے نواب وضاحتیں اور دلیلیں بے معنی ہو جاتی ہیں، جب وقت آپ کے خلاف چلتا ہے، ہم وقت کی حمایت نہیں چاہتے نا آپ کی حمایت کی توقع رکھتے ہیں، ہم جس سفر میں ہیں اس میں کسی اور پر کچھ واجب نہیں سمجھتے۔" فاطمہ بی بی نے کہا تو نوابزادہ خاموش ہو گئے اور خاموشی سے حویلی کے اس احاطے سے باہر نکل گئے، فاطمہ نے ان کے جوتوں کی آواز دہلیز کی سمت بڑھتی سنی اور خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئیں۔



حویلی کا دروازہ کھلا اور توقیر میاں نے بمعہ بیگم اندر قدم رکھا، حویلی کی شان و شوکت دیکھ کر بیگم توقیر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"آپ کی اماں بیگم تو بہت ٹھاٹھ باٹھ سے رہ رہی ہیں، آپ نے تو کبھی حویلی کا رخ بھی نہ کرنے دیا، ہمیں خبر ہوتی کہ ایسا ماحول ہے تو ہم کیا وہاں لکھنو میں پڑے رہتے؟" بہو بیگم نے ساس کی آرام و عشرت کی زندگی پر رشک کیا۔ نوکروں کی ایک فوج گھر کے اندر متحرک تھی، ایک ملازمہ بہت احترام کے ساتھ انہیں حویلی کے اندر لے گئی اور انہیں ان کی عارضی قیام گاہ میں چھوڑ دیا۔ بہو بیگم نے ایک ایک شے کو حسرت سے چھو کر دیکھا تھا۔

"ایسے تیکھے مزاج کیوں نہ ہوں گے جب ایسا آرام و سکون ملے گا۔" بیگم توقیر مسکرائیں۔

"اماں جان کو کیا کسی چغد کو بھی سیاست کرنا آ جائے گی جب ایسا اختیار ہاتھ لگے گا۔ ہم تو اماں جان کے گرویدہ ہو گئے اب آ گئے ہیں تو کئی گر تو سیکھ کر ہی جائیں گے، دیر آید درست آید......" وہ بولتے ہوئے پلٹیں جب سخاوت بیگم کو سامنے دیکھ کر چونکیں، پھر دکھاوے کی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر آگے بڑھیں اور سخاوت بیگم کو گلے لگایا۔ "آداب بھابی جان۔"

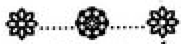
"تسلیمات...... کہیے کیسے مزاج ہیں آپ کے، سفر تو آرام سے طے ہوا ناں؟ توقیر بھائی صاحب دکھائی نہیں دے رہے؟" سخاوت بیگم نے نرمی سے مسکراتے ہوئے احوال پوچھا تو جواباً توقیر بیگم مسکرا دیں۔

"آپ کے دیور صاحب کو سفر کی تھکان زیادہ ہو گئی تھی۔ آتے ہی نہانے چلے گئے اور سفر کا کیا پوچھتی ہیں موئے

ڈرائیور نے موٹر کار نکالتے ہوئے ایک بار نہ سوچا اور رستے بھر میں لگ بھگ تین بار موٹر کار خراب ہو کر رکی تو توقیر میاں سے کئی بار کہا کہ موٹر کار بدل دیں مگر ان کی جوانی کی کئی یادیں وابستہ ہیں سو جال ہے جو کان پر جوں رینگے...... وہی موٹر کار سنبھال کر رکھنا ہے انہیں خیر...... جیسے تیسے دلی پہنچ ہی گئے۔ آپ کے لیے لکھنو کی کئی سوغاتیں لائے ہیں۔ سامان موا ابھی بھی موٹر کار میں پڑا ہے، اماں جان دکھائی نہیں دے رہیں؟" بیگم توقیر نے ساس کی بابت پوچھا۔

"اماں جان، کسی قدر مصروف ہیں۔ فارغ ہوتی ہیں تو آپ کی آمد کے متعلق اطلاع دیتی ہوں، تب تک آپ تر و تازہ ہو جائیں میں ملازم سے کہہ کر ناشتے کا بندوبست کروا دیتی ہوں۔" سخاوت بیگم کہہ کر واپس پلٹ گئیں۔ بیگم توقیر نے ان کی سمت دیکھا۔

"بھاوج بیگم بھی خاصی گھاگ ہیں۔ ساس کے ہمراہ رہتی ہیں ساس کا اثر ہونا تو لازم ہے کچھ پٹی تو پڑھاتی ہوں گی اور وہ مثل تو سن ہی رکھی ہے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔ اب اماں جان کا رنگ بھاوج بیگم کو زیادہ چڑھا ہے اور بھاوج بیگم کا رنگ اماں جان پر...... اس کی خبر بھی اب ہو جائے گی۔" بیگم توقیر نے مسکراتے ہوئے حالات کا بھرپور جائزہ لیا اور بھرپور حظ اٹھایا۔



ملازمہ عجلت سے فاطمہ کے کمرے میں داخل ہوئی اور اطلاع دی۔

"منجھلی بہو اور آپ کے چچا صاحب آ گئے ہیں سنا ہے رشتے کی غرض سے معاملات کو عملی جامہ پہنانے آئے ہیں۔ سوچا آپ کو اطلاع دے دوں۔" وہ پہلے ہی اماں جان کے عتاب کا شکار تھیں۔ ساکت سی رہ گئیں۔ ان کا حال ایسا ہوا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ سخاوت بیگم جو کسی کام سے وہاں آئیں فاطمہ کو بت بنا دیکھ کر قریب آ گئی اور فاطمہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا، فاطمہ فوری طور پر کوئی رد عمل نہ دے سکیں۔

"آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا فاطمہ بچے اٹھو منہ ہاتھ دھو لو میں ناشتہ بنا دیتی ہوں آپ کی چچی اور چچا بھی آئے ہیں لکھنو سے، ناشتے کے بعد ان سے بھی مل لینا۔" سخاوت بیگم نے نرمی سے کہا۔ فاطمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے ایک سمت دیکھتی رہی، سخاوت نے ماتھا چوما، فاطمہ بی بی کی پتھرائی آنکھوں سے نمی ٹوٹ کر قطروں کی صورت آنکھوں کے کناروں سے بہنے لگی۔ سخاوت بیگم ماں تھیں، بیٹی کے دکھ کو جانتی تھیں تب ہی مدھم لہجے میں بولیں۔

"بیٹا، وقت کی لگام ہاتھ میں لینا ممکن نہیں ہوتا سو اس متعلق سوچنا بے سود ہے کیا ہوا ہے، کیا ہوگا...... کیا ہونے والا ہے بندے کو اس فکر و سوچ سے ہٹ کر جینا چاہیے۔ زندگی کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔" سخاوت بیگم نے سمجھایا۔

"امی جان، ہم نے ایسی کوئی خواہش کبھی نہیں کی، جس کا ہونا ممکن نہ ہو، ہم جانتے ہیں زندگی میں سب ممکن نہیں ہوتا اور سب پا لینا آسان نہیں، ہم نے خواہشوں کا تعاقب کبھی نہیں کیا مگر ہم اس سیاہ رات کے ختم ہونے کے منتظر ہیں جو ہماری زندگی اور قسمت پر محیط ہو گئی ہے۔" فاطمہ مدھم لہجے میں بولیں۔ سخاوت بیگم نے بیٹی کی آنکھوں کی نمی کو پونچھا۔

"رات کی تاریکی طویل ہو سکتی ہے مگر اس کی سیاہی ایسی طاقتور نہیں کہ میری فاطمہ کے نصیب کو گہنا سکے، میری بچی تیری قسمت اجلے آسمان کا وہ چاند ہے، جس پر بادلوں کی سیاہی اثر انداز نہیں ہو سکتی۔" سخاوت بیگم کا لہجہ مدھم مگر اعتماد لیے ہوئے تھا۔ فاطمہ ان کی سمت دیکھتی ہوئی تھکے سے انداز میں مسکرائیں۔

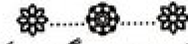
"چاند کو بادلوں کی سیاہی نہیں گہناتی امی جان...... نہ یہ سیاہی رات کی تاریکی سے آتی ہے، یہ وہ سیاہی ہے جو چاند کے نصیب میں درج ہوتی ہے اپنے حصے کی اس سیاہی کو چاند کو گہنا کر بسر کرنا ہی پڑتا ہے۔" فاطمہ نے کہا۔

"مگر وہ سیاہی چاند کے چہرے پر براہ راست نہیں آتی فاطمہ...... وہ محض نظر کا دھوکا ہوتا ہے۔" سخاوت بیگم نے

جتایا۔

”کون جانے...... نظر کا دھوکہ ہے کہ نہیں دکھائی دینے والوں کو چاند گہنایا دکھائی دیتا ہے' دیکھنے والی نگاہ چاند کے چہرے پر لگی سیاہی صاف دیکھتی ہے۔“ فاطمہ کا لہجہ یاسیت لیے ہوئے تھا۔ سخاوت بیگم نے اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو پونچھا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔

”دنیا کے دیکھنے کا زاویہ غلط ہے اور محض زاویہ کسی سچائی کو نہیں بدل سکتا' میری فاطمہ کے بخت روشن ہیں اور یہ روشنی ہر سیاہی کو اجالے میں بدل دینے کی صلاحیت رکھتی ہے' مایوسی کفر ہے بچی' میں اپنی فاطمہ کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتی۔ ان درختوں پر غور کرو جو طوفانوں کے دہانے پر ہوتے ہیں' وہ لمحہ بھر کو جھکتے ضرور ہیں مگر طوفان کے تھمتے ہی پھر سر اٹھا کر اسی مضبوطی سے کھڑے ہو جاتے ہیں' میں اپنی بچی کو ایسے ہی مضبوط تناور درخت کی مانند دیکھنے کی خواہاں ہوں۔“ انہوں نے فاطمہ کا حوصلہ بڑھانے کی بھرپور کوشش کی اور فاطمہ خاموش رہی۔



”ملازموں کے ہاتھ کام دینا بھی ایک جان جوکھوں کا کام ہے مگر اپنوں کی بھی کیا بات کریں...... باڑ ہی جب کھیت کو کھائے تو رکھوالی کون کرے؟“ اماں نے مسکراتے ہوئے حقے کا بھرپور کش لیا۔ توقیر صاحب مسکرائے۔

”بھیا کے ہوتے ہوئے آپ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے اماں جان؟ بھیا جان سب کام اچھے سے سنبھال تو رہے ہیں۔“ توقیر صاحب نے کہا تو بیگم توقیر مسکرائیں۔

”اماں جان' اگر کوئی کچھ کھا بھی لیتا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے؟ کھیت ایسا بھرا ہو تو منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔“ ازراہ مذاق کہا گیا جملہ خاصا بھاری پڑا تھا ان کو۔ اماں جان نے انہیں کڑے تیوروں سے دیکھا۔

”بہو بیگم' بات ناظم کی نہیں ہو رہی' ناظم الدین کا اپنا کمایا بہت ہے' اس کی نظر کسی کے مال پر نہیں' میرا بچہ خوددار ہے اس نے کبھی مجھ سے کسی شے کی امید رکھی نہ ہاتھ پھیلایا' اگرچہ میرا جو سب ہے انہی کا ہے مگر ناظم الدین کی بابت میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں اسے میرے مال میں کوئی دلچسپی نہیں۔“ اماں جان نے بہت واضح الفاظ میں کہا تو توقیر میاں نے بیگم کا منہ کڑوا ہوتے دیکھ کر بات سنبھالی۔

”جانے دیجیے اماں جان کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئیں' ہم یہاں جس کام سے آئے تھے کچھ روشنی اس پر بھی ڈال لیں' ہماری اماں جان کا دل تو سونے کا ہے کوئی بہتی گنگا میں چونچ بھر بھی لے تو کیا فرق پڑتا ہے' بہرحال ناظم بھیا کی مثالی شخصیت ہمارے سامنے ہیں ان کی ایمان داری پر شک کرنا ممکن نہیں۔“ اماں جان کے مزاج کو دیکھتے ہوئے توقیر صاحب نے انہیں کسی قدر مکھن لگانا ضروری سمجھا۔ تب اماں جان نے انہیں خاموشی سے دیکھا پھر ملازمہ کو اشارہ کر کے حقہ لے جانے کا حکم دیا۔

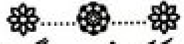
”جاؤ اور نئی چلم تیار کر کے لاؤ۔“ انہوں نے حکم دے کر دوبارہ بیٹے اور بہو کی طرف رخ کیا۔ ”میاں' ہم نے تو اپنی زندگی میں بچوں کو ان کا حصہ دے دیا مگر باڑ ہی جب کھیت کو کھائے تو رکھوالی کون کرے؟ اولاد کو اب بھی ایسے شکوے کرنا ہے تو کرتی رہے۔ ابتر کے گھر تیتر والی مثال تو سن رکھی ہوگی ناں تم نے' خیر اگر تم لوگوں کے دل میں پھر بھی کوئی ملال ہے تو ہمارے مرنے کے بعد اس کا بھی ازالہ ہو جائے گا' وصیت میں سارے ازالے کر دوں گی' بچے کچھے ارمان بھی نکل جائیں گے تم لوگوں کے' اماں جان کا کبھی احوال پوچھنا تو یاد آیا نہیں اور حصے مانگنے آ جاتے ہو' تم لوگوں کا تو وہی حساب ہے آپ کھائے بل کو بتائے' خود کی فکر سوچتے سوچتے' دوسرے کا بھی سوچنے بیٹھ جاتے ہو' بھائیوں میں ویسے سلوک نام کو نہیں مگر جائیداد اور بٹوارے کا معاملہ آئے تو زبان دو گز لمبی ہو جاتی ہے۔ اس دور میں اولاد کے ہاتھ سب تھما دینے کا

ثروت عزیز نوشی

السلام علیکم! ہمارا نام ثروت عزیز نوشی ہے پیار سے سبھی نوشی کہتے ہیں لیکن میرے بھائی مجھے ودیا دیدی کہتے ہیں' یکم جنوری کو اس دنیا میں ہم نے اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ قدم رکھا۔ لکھن پور کے نواحی گاؤں کوٹھا کلاں میں میرا میکہ ہے مجھے اپنے تعارف کے ساتھ اپنے میکے کے گاؤں کا نام لگانا اچھا لگا ویسے سسرال لدھا سنگھ موکل میں ہے جب سے ہوش سنبھالا ہے آنچل کو اپنے قریب پایا' آنچل سے ایک دلی وابستگی ہے۔ ماشاءاللہ سے میرے دو بچے ہیں بیٹا احمد حسن اور بیٹی ملکشف ہے' ہم دس بہن بھائی تھے' بڑی آپی عابدہ فردوس اب اس دنیا میں نہیں ہیں' ان کی کمی بہت محسوس ہوتی ہے۔ موسموں میں سردیاں اچھی لگتی ہیں' کلرز میں بلیو بلیک اینڈ میرون پسند ہے۔ کھانے میں بریانی' کھیر اور کسٹرڈ پسند ہے' ویجی ٹیبل میں اروی اور بھنڈی پسند ہے' زیادہ فیشن اس لیے نہیں کرتی کہ ہمارے گھر میں بچوں کو قرآن پاک پڑھایا جاتا ہے۔ رائٹرز میں سبھی پسند ہیں۔ ڈائجسٹوں میں آنچل' ڈر اور شعاع پسند ہے' تعلیم صرف مڈل تک ہی ہے' فیورٹ سنگرز جواد احمد' فاخر' حدیقہ کیانی' حمیرا ارشد' فریحہ پرویز اور نور جہاں پسند ہیں۔ ناولز میں ”یہ چاہتیں یہ شدتیں' ٹوٹا ہوا تارا“ پسند ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ کبھی کسی سے نفرت نہیں کرتی' پیٹ پیچھے کسی کی برائی نہیں کرتی اور نہ ہی کبھی جھوٹ بولتی ہوں خاصی اُف ”خامیاں تو بہت ہیں مجھ میں بقول اپنی باجی کے بہت زیادہ منہ پھٹ ہوں' زبان قینچی کی طرح چلتی ہے ویسے اچنبھے کی بات بتاؤں۔ ہم اپنی ماں کو باجی کہتے ہیں' سہیلیاں تو بہت ہیں' فرزانہ اینڈ شہناز' نسرین اینڈ نعیم مصباح مجید میری کزن' آپی ماشتہ آف گیلن پٹھار' حافظہ چندا میری بڑی سسٹر' ماریہ سلیم بھٹی اینڈ نورین مشتاق بھٹی۔ فیورٹ کتاب قرآن مجید اور پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ آنچل ہمیشہ ترقی کرتا رہے' رب راکھا۔

مطلب جانتے ہو جس کے ہاتھ ڈوئی اس کا سب کوئی' اگر میں ابھی لکھ کر دے دوں تو تم میں سے کوئی مرتے وقت منہ میں دو بوند پانی بھی نہ ڈالے گا' اپنی اولاد کو بہت اچھے سے جانتی ہوں' میرے بچے۔“ اماں جان نے خوب لتے لیے۔ توقیر صاحب شرمندہ سے ہو کر سر جھکا گئے تھے۔

”ہماری اولاد کتنے پانی میں ہے' خوب جانتے ہیں ہم' گدھا پٹنے سے گھوڑا نہیں ہوتا' اسی کوکھ سے جنم دیا ہے جانتے ہیں کون کیا کر سکتا ہے' سو بٹوارے کی بات دوبارہ مت اٹھانا جس کام سے آئے ہو چکے سے اس کا ذکر کرو اور چلتے بنو میاں۔“ اماں جان نے لگے ہاتھوں ساری بات واضح کر دی۔ توقیر میاں اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور بیگم کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ اب انہیں خبر ہوئی۔ اماں جان سے دوری اختیار کیے رکھی تو اصل مدعا کیا تھا۔ اماں جان کو جھیلنا آسان نہ تھا۔ جیسا رعب اور دبدبہ ان کے پاس تھا وہ اس کی عادی نہیں تھیں۔ اماں جان کی حاکمانہ طبیعت یقیناً کئی سرگوں دیکھنا چاہتیں تھیں۔ انہوں نے صد شکر کیا کہ وہ لکھنؤ میں تھیں۔



”ناظم صاحب اپنے چھوٹے بھائی صاحب کو دیکھ کر خوش ہوئے مگر جس مدعا کی غرض سے وہ تشریف لائے تھے وہ اس پر فی الحال کوئی بات نہیں کر سکے تھے۔

”آپ کا گھرانہ کیا کسی زمانے میں جلادوں کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا؟“ بیگم توقیر نے تنہائی نصیب آتے ہی دریافت کیا۔ توقیر صاحب جو کسی سوچ میں گم تھے چونکے اور بیگم کی طرف نگاہ کی۔

”خیر اماں جان تو صد فیصد جلاد لگتی ہیں۔ جانے بڑی بہو بیگم کیسے ان کے ساتھ گزارا کرتی ہوں گی' ہم تو ایک دن نہ





گزار سکیں۔'' بیگم توقیر نے کہا۔ان کے کانوں سے ابھی تک جیسے دھواں نکل رہا تھا۔توقیر صاحب مسکرا دیئے۔

''آپ کو نکاح کے بعد اماں کے ساتھ آ کر رہنا چاہیے تھا' مگر ملازمت کے باعث آپ کو لکھنؤ رکنا پڑا۔خیر اچھا ہی ہوا ورنہ ایک میان میں دو تلواریں کیسے رہتیں؟ رہی بڑی بھابی بیگم کی بات تو وہ بہت سلجھے مزاج کی خاتون ہیں۔سخاوت بھائی کے مزاج کی تعریف ہر کوئی کرتا ہے۔وہ پڑھی لکھی خاتون ہیں۔'' توقیر صاحب کو بڑی بھابی کی تعریف کرتے دیکھ کر بیگم نے انہیں گھورا۔

''اپنی بڑی بھابی بیگم کی تعریفوں کے لیے کیسے شیرنی ٹپک رہی ہے آپ کے لہجے سے' ہمارے لیے تو کبھی آپ کو ایسے لفظ نہ ملے؟'' بیگم توقیر نے گھورا تو توقیر صاحب مسکرائے۔

''آپ کا مقابلہ کوئی کہاں کرسکتا ہے بیگم' آپ تو بہترین ہیں' ویسے موقع اچھا ہے لگے ہاتھوں آپ بھی بڑی بھابی بیگم سے کچھ سبق لے لیجئے' ان کے صبر اور استقامت کا گرویدہ ہر کوئی ہے۔'' توقیر صاحب نے چھیڑا تو بیگم انہیں گھورنے لگیں۔



ناظم الدین صاحب خاموشی سے بیٹی کے کمرے میں آئے۔وہ بے خبر سو رہی تھیں۔وہ خاموشی سے کھڑے فاطمہ کا معصوم چہرہ دیکھتے رہے مگر جانے کیوں ہمت ناپید تھی انہوں نے آگے بڑھ کر سر پر ہاتھ رکھنے کی ہمت خود میں نہیں پائی مگر خاموشی میں آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطروں کی صورت بہہ نکلے تھے۔سخاوت بیگم نے خاوند کو چپ چاپ دیکھا۔ناظم الدین صاحب کو کچھ فاصلے پر کھڑی بیگم کی موجودگی کا احساس ہوا تو آنکھوں کی نمی چھپا کر پلٹ کر کھڑے ہوگئے اور مدھم لہجے میں بولے۔

''ہماری ایک کتاب نہیں مل رہی تھی ہم نے سوچا فاطمہ اٹھا کر مطالعے کی غرض سے اپنے کمرے میں لے آئیں ہوں گی سو ہم یہاں چلے آئے۔'' انہوں نے بنا نظر ملائے فاطمہ کے کمرے میں اپنی موجودگی کا جواز دیا۔سخاوت بیگم نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ناظم صاحب کمرے سے نکل گئے۔سخاوت نے تب سوئی ہوئی فاطمہ کو دیکھا اور آگے بڑھ گئیں۔ان پر چادر درست کرکے جھک کر ان کی پیشانی پر لب رکھے اور وہاں سے نکل گئیں۔فاطمہ نے آہستگی سے آنکھیں کھولیں۔ابا جان کی خوشبو ان کی شفقت جیسے ابھی بھی اس کمرے میں تھی وہ بے قراری سے اٹھ بیٹھیں۔

''ابا جان...... کیا اب ہم اتنے پرائے ہوگئے ہیں' کہ آپ کتابوں کے سہارے ہم سے ملنے آتے ہیں؟ آپ اتنا کچھ تو چھپا گئے' مگر اپنی اس شفقت کو کیسے چھپا سکیں گے جو آپ کی آنکھوں سے بہتی ہے؟'' فاطمہ نے افسردگی سے سوچا۔



چھوٹے نواب خاصے الجھے دکھائی دے رہے تھے۔نواب زمان الحق نے غور کیا مگر براہ راست ان سے پوچھا نہیں مگر شاید وہ جو فیصلہ کرچکے تھے' اس کا بدلنا ممکن نہیں تھا۔اگرچہ نواب صاحب نے واضح طور پر ابھی کوئی جواب انوار صاحب کو نہیں دیا تھا مگر ان کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اپنے ذہن میں کیا فیصلہ لے چکے ہیں۔چھوٹے نواب جیسے دانستہ اس متعلق کوئی بات کرنا نہیں چاہ رہے تھے۔

''آپ کے ابا حضور سے بات ہوئی تھی ابا جان کی۔'' جنت بی بی نے تو دانستہ ذکر چھیڑا۔چھوٹے نواب خاموشی سادھے ہوئے دھیان پھیر گئے۔جنت بی بی نے ان کا چہرہ بغور دیکھا۔

''آپ دانستہ انجان بن رہے ہیں یا یہ عمل کوئی خاص معنی پنہاں رکھتا ہے؟'' جنت بی بی نے جیسے جانچنے کی کوشش کی۔چھوٹے نواب نے سرنفی میں ہلایا۔

"ہم اس متعلق کچھ نہیں جانتے' ابا حضور سے بات نہیں ہوئی' بات کس بابت ہوئی ہمارے علم میں یہ بھی نہیں۔"
چھوٹے نواب نے دانستہ لاعلمی ظاہر کی' جنت ان کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔
"چچا جان ان دنوں کچھ زیادہ الجھے دکھائی دیتے ہیں کہیں یہ تمام معاملات ایک دوسرے سے منسلک ہو کر انہیں زیادہ تو نہیں الجھا رہے؟" وہ چچا جان کا خیال کرتی ہوئی بولی۔ چھوٹے نواب وقار الحق نے سر نفی میں ہلا دیا۔
"ہم اس متعلق کچھ نہیں جانتے بی بی۔" ان کی لاعلمی کئی سوال اٹھا رہی تھی۔ جنت بی بی نے انہیں بغور دیکھا۔
"اگر جانتے ہوتے تو کیا کوئی سدباب ڈھونڈ لیتے؟" جانے کیوں جنت بی بی نے پوچھا۔ جواباً وقار الحق چپ سادھ گئے۔ جنت کو ان کی خاموشی سے الجھن ہونے لگی تھی تب ہی گویا ہوئیں۔
"تعلقات جب سوالیہ نشان چھوڑنے لگیں تو یہ لمحہ فکریہ ہوتا ہے کہ جلد یہ تعلقات سرد خانوں میں بٹ جائیں گے۔" جنت نے جیسے کوئی نتیجہ اخذ کیا۔ وقار نے خاموشی سے دیکھا۔
"آپ کی خاموشی بہت سے سوالوں کے جواب دیتی محسوس ہو رہی ہے مگر یہ جواب بہت غیر واضح اور الجھے ہوئے ہیں۔" جنت جیسے اس صورت حال کے باعث بہت الجھ رہی تھی۔
"آپ کچھ زیادہ سوچ رہی ہیں' جنت بی بی۔" وقار الحق نے کہا۔
"رشتے سوالیہ نشان بنانے لگیں تو الجھنیں بڑھ جاتی ہیں چھوٹے نواب۔" وقار الحق کو سمجھ نہیں آیا کہ کیسے انہیں وضاحت دیں مگر وہ واقعی اس معاملے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔
"بخدا ہم واقعی کچھ نہیں جانتے جنت بی بی اور اگر جانتے ہوتے تو اس طور لاعلمی ظاہر نہ کرتے' آپ کچھ زیادہ سوچ رہی ہیں اس قدر رتناؤ اور الجھاؤ ٹھیک نہیں' ہم ابا حضور سے اس بابت بات کریں گے تب تک آپ اپنے دماغ کو آزاد چھوڑ دیں۔" وقار الحق نے مشورہ دیا مگر جنت بی بی کے چہرے کی فکریں دور نہیں ہوئی تھیں۔
"محبت کی ایک خصوصیت ڈر بھی ہے' یہ ڈر جان کے گرد ہالہ بنا کر وجود کو جکڑے تو ہر شے بے معنی ہو جاتی ہے۔" جنت جانے کسی خیال کے تحت بولی۔ وقار الحق الجھ کر رہ گئے۔
"محبت کی خصوصیت میں ڈر کا شمار کرنا درست نہیں' جہاں محبت ہو وہاں یقین ہوتا ہے اور ڈر کی گنجائش باقی نہیں رہتی' ڈر اس یقین کی واضح نفی کرتا ہے۔" وقار الحق نے جتایا۔ جنت خاموشی سے سر جھکا گئی۔
"ہم آپ کو کھونا نہیں چاہتے چھوٹے نواب۔" مدھم لہجے میں محبت کی بھرپور شدت تھی۔ وقار الحق بے چین ہو اٹھے۔
"ہماری زندگی آپ کے سامنے ہے جنت بی بی...... اس میں کچھ پوشیدہ نہیں' جب ہر شے اس قدر واضح ہے تو یہ ڈر باقی نہیں رہنا چاہیے۔" وقار الحق نے سمجھایا۔ جنت بی بی نے ہولے سے سر نفی میں ہلا دیا۔
"ہم نہیں جانتے چھوٹے نواب مگر ہم اس ڈر سے دامن چھڑا نہیں پا رہے جانے کیوں بہت خوف ہے ہمارے اندر...... ہم واقعی بہت خوف زدہ ہیں' اگرچہ بہت سی چیزیں بہت واضح نہیں مگر پھر بھی یہ خوف دامن سے لپٹ جاتا ہے اور جان کھائے جاتا ہے کہ اگر......" وہ کہتے ہوئے رک گئیں۔ ان کا جھکا سر وقار الحق نے بغور دیکھا' وہ یک دم سر نفی میں ہلاتے ہوئے گویا ہوئیں۔
"ہم نہیں جانتے کیوں مگر ایک ڈر دامن گیر ہے کہ ہم آپ کو کھو دیں گے اور ایسا شاید اس لیے بھی ہے کہ ہم آپ کو کھونا نہیں چاہتے۔" وہ مدھم لہجے میں بولیں۔ چھوٹے نواب نے ایک گہری سانس خارج کی۔
"آپ ہم پر یقین نہیں رکھتیں جنت بی بی۔" چھوٹے نواب کے پوچھنے پر جنت نے خاموشی سے دیکھا' پھر اسی طرح خاموشی سے اٹھیں اور کمرے سے نکل گئیں۔ چھوٹے نواب انہیں دیکھتے رہ گئے۔

غزل

میری ہر گھڑی کے ہمسفر میری الفتوں کا جواب دے
میرے پیار کا، میرے عشق کا سبھی چاہتوں کا حساب دے
میں نے زندگی کی ہر گھڑی تیری جستجو میں گزار دی
مجھے اب تو اپنا شمار کر، مجھے بے وجہ نہ عذاب دے
میں بکھر رہی ہوں ٹوٹ کر، تیری الفتوں کی تلاش میں
میرے آنسوؤں کو سمیٹ لے میری آنکھ کا کوئی خواب دے
مجھے بے خودی کی ہے آرزو، مجھے قربتوں کا خمار دے
میرے انگ انگ میں یوں اتر کہ مجھ میں خود کو اتار دے
تُو جو رگ رگ میں بس گیا، تُو دوریوں کا جواب کیا؟
میری زندگی میرے پاس آ، میری بے خودی کو قرار دے
ہے نظر نظر تیری جستجو تُو میری وفا کی ہے آبرو
کبھی یوں بھی ہو میرے روبرو، مجھے جان سے ہی گزار دے
مجھے اس طرح سے تُو یاد آ، تیری یاد کا بھی گمان نہ ہو
تُو میرے خیال میں یوں سما، میرا حرف حرف نکھار دے

کرن بشیر...... کراچی



اماں جان نواب زمان الحق کو خاموشی سے دیکھتے نرمی سے مسکرائیں۔
"نواب صاحب' زبان تو آپ کو دے دی تھی مگر ہم مشکل میں گھر گئے ہیں اب......" نواب صاحب چونکے۔
"کیا فیصلے میں ترمیم کر رہی ہیں آپ؟" نواب صاحب کو جو شک تھا گویا وہی ہونے جا رہا تھا۔ وہ عجب بے چین ہو کر اماں جان کی طرف دیکھنے لگے۔ اماں جان مسکرائیں۔
"خیر ابھی ایسا کچھ نہیں سوچ رہے' ہم نواب صاحب مگر منجھلا بیٹا بیگم کو لے کر حویلی میں آن بیٹھا ہے اپنے بیٹے کے لیے فاطمہ کا ہاتھ مانگ رہا ہے' اب ہم تو کشمکش و پیچ میں پڑ گئے ہیں آپ کو بھی انکار ممکن نہیں اور دوسری طرف بیٹے کو بھی خالی ہاتھ لوٹانا مناسب نہ ہوگا۔" اماں جان کے دماغ میں کیا چل رہا تھا وہ نہیں جانتے تھے مگر اتنا وہ جانتے تھے کہ کوئی ایسا ہی فیصلہ وہ کر گزریں گی۔ وہ فاطمہ کے ساتھ کچھ برا ہونے دینا نہیں چاہتے تھے' تب ہی بنا کوئی تمہید باندھے گویا ہوئے۔
"چلیے کھل کر بات کر لیتے ہیں اماں جان...... ہم فاطمہ کے لیے آگ کے دریا کو بھی پاٹنے کو تیار ہیں' آپ کے دماغ میں کچھ ہے تو کھل کر بتا دیں' ہم ساری جائیداد فاطمہ کے نام کرنے کو تیار ہیں' اس کے علاوہ آپ جو مناسب سمجھیں حکم کریں۔" نواب صاحب کے فیصلہ کن انداز پر اماں جان دنگ سی انہیں دیکھنے لگیں۔
"نواب صاحب' ایسا کوئی معمہ نہیں ہے ہم نے ایسی کوئی شرائط آپ کے سامنے نہیں رکھیں۔" اماں جان کھسیانی سی

ہو کر مسکرائیں' نواب صاحب نے پُرسکون انداز میں مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

''اماں جان...... آپ ہماری والدہ کی طرح ہیں' ہم آپ کا بھرپور احترام کرتے ہیں' ہم جانتے ہیں آپ شرائط لاگو نہیں کریں گی مگر ہم اپنی خوشی سے ایسا کرنا چاہتے ہیں' ہم اپنی خوشی سے جو کرنا چاہیں براہ کرم آپ اس سے منع مت کیجیے ہم لکھنؤ والی حویلی آپ کو تحفتاً سونپنا چاہتے ہیں اور نہر والی زمین بھی آپ اس پر کوئی سوال اٹھائیں گی نا انکار کریں گی ہم میں اور ناظم الدین میں آپ کوئی فرق نہیں رکھتیں تو خاموشی سے ان تحائف کو قبول کیجیے۔'' نواب صاحب جیسے جواز اور حیلے بہانے کا ہر راستہ بند کرنا چاہتے تھے۔ اماں جان نے مسکراتے ہوئے نواب صاحب کو دیکھا۔

''ضدی بہت ہو میاں مگر کبھی کبھی فیصلوں کے نتائج سے پہلے کا ڈر انسان کو خوف میں مبتلا کرنے کی بجائے خوف سے نکلنے میں بھی مددگار ہوتا ہے' ہم آپ کو خوف میں مبتلا کرنا نہیں چاہتے۔'' اماں جان ان کے اندر کے خوف کو محسوس کرتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''ہم خوف زدہ نہیں اماں جان' لیکن ہم فاطمہ بی بی کے معاملے میں قدم واپس موڑنا نہیں چاہتے۔'' نواب صاحب نے حقیقت کو واضح کیا۔ اماں جان خاموشی سے انہیں دیکھنے لگیں' نواب صاحب کے انداز میں جو ہوس تھی وہ ڈھکی چھپی نہ تھی۔ گویا نواب صاحب فاطمہ کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کا قطعی انداز اماں جان کو چونکا گیا تھا مگر وہ جتائے بنا مسکرائیں۔

''نواب صاحب' اچھے کی امید رکھیے فیصلہ آپ کے حق میں ہوگا' اس کا یقین تو ہم نہیں دلا سکتے مگر ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو مایوس نہ ہونا پڑے۔'' اماں جان نے فیصلے کو ظاہر کیے بنا جتایا۔ نواب صاحب انہیں دیکھتے رہ گئے۔ انہیں ڈر تھا فاطمہ کی زندگی کسی ایسے ہاتھ نہ چل جائے جو فاطمہ کے لیے مزید آزاری کا سبب بنے مگر وہ اماں جان کے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہو پا رہے تھے۔ ان کی حاکمانہ طبیعت اس لمحے مصلحت کی پابند تھی اور وہ انتہائی عاجزی سے جھکے ہوئے تھے۔



''فاطمہ کے لیے گھر میں پڑھائی کا بندوبست کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' ایک طرف اماں جان ایسی دقیانوس ہیں اور دوسری طرف ایسی آزاد خیالی کا مظاہرہ کر رہی ہیں بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔'' منجھلی بہو بیگم نے فاطمہ کے گھر میں رہ کر پڑھائی کو جاری رکھنے کے اقدام پر تنقید کی' توقیر صاحب نے نگاہ کتاب سے نہیں ہٹائی۔

''ویسے آپ کے بھیا صاحب سے آپ کی بات نہیں ہوئی کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے ان کے کان میں بات ڈال تو دینا تھی کہ ہم یہاں کس مقصد سے آئے ہیں۔'' بیگم توقیر نے شوہر کو اکسایا۔

''ارے بیگم ہماری آمد کس باعث ہوئی ہے اس سے سب واقف ہیں یہاں اور رہی بات ناظم الدین بھائی سے بات کرنے کی تو اماں جان سے بڑھ کر کوئی نہیں جو فیصلہ اماں جان نے کیا ہے وہ ناظم بھائی نہیں لے سکتے۔'' توقیر صاحب اماں جان کی اہمیت سے واقف تھے۔ سو گویا ہوئے بیگم توقیر نے خاموشی سے انہیں دیکھا۔

''یہ نواب صاحب کا کیا چکر ہے؟ بہت چکر لگاتے ہیں اماں جان کے پاس' کہیں اماں جان خاموشی میں کوئی اور ہی کھیل تو نہیں کھیل رہیں' یہاں' ہمیں بلا کر بٹھا لیا اور یہ نہ ہو بالا ہی بالا کوئی اور معاملات طے بھی کر ڈالے ہوں۔'' بیگم توقیر ہر شے پر مکمل نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔ توقیر صاحب نے کتاب بند کی اور بیگم کی طرف متوجہ ہوئے۔

''بیگم آپ کا دماغ یقیناً بہت چلتا ہے مگر فی الحال ہمیں خاموشی سے اماں جان کے فیصلے کا انتظار کرنا ہوگا' ہم اس معاملے میں نہ دھاوا بول سکتے ہیں نا عجلت پسندی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ اماں جان کے مزاج سے واقف ہیں آپ وہ

غزل

بہت تھک چکی ہوں سفر کرتے کرتے
خفا زندگی کو بسر کرتے کرتے
ابھی بچ رہی ہے میری زندگانی
بہت کر چکی مختصر کرتے کرتے
حوالے محبت کے تم کو ملیں گے
کسی دل میں شام و سحر کرتے کرتے
محبت میں تم کو بھلا کیا ملا ہے
تمہاری طرف یہ نظر کرتے کرتے
میری قسمتوں میں تو تاریکیاں ہیں
اسے کیا ملا دربدر کرتے کرتے

فریدہ جاوید فری...... لاہور

ہمارا سامان اٹھا کر باہر پھینکنے میں بھی کوئی عار نہ جانیں گی۔'' توقیر صاحب نے کہا تو بیگم غصے سے انہیں گھورنے لگیں۔



اماں جان نے جانے کیا فیصلہ لینا تھا مگر ناظم الدین صاحب نے اپنے طور پر ریحان میاں کے متعلق چھان بین کر لی تھی اور ریحان میاں کا کردار ان پر واضح ہو گیا تھا تو انہوں نے مدعا اماں جان کے سامنے رکھ دیا۔

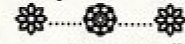
''ہم فاطمہ کا نکاح ایسے کسی نوجوان سے نہیں کر سکتے اماں جان...... مانتے ہیں ہم ایک مشکل وقت سے گزر رہے ہیں مگر ہم ایسا کوئی فیصلہ لے کر فاطمہ کو کنویں میں نہیں دھکیل سکتے' ریحان میاں فاطمہ کے قابل نہیں...... ہم نے اپنے طور پر چھان بین کر لی ہے۔'' اماں جان حیران سی صاحبزادے کو دیکھتی رہیں۔ جو بات وہ جان بوجھ کر بیٹے سے مخفی رکھنا چاہتی تھیں وہ کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ سو اب معاملے کو سنبھالنا ضروری تھا تب وہ حیرت سے پوچھتے ہوئے بولیں۔

''ریحان میاں کے متعلق حقائق اگر ایسے ہیں تو پھر واقعی ہم فاطمہ کا نکاح ان سے نہیں کر سکتے' ہم حیران ہیں توقیر میاں نے یہ سچائی ہم پر واضح کیوں نہ کی؟ اور ہم نے بھی یقین کر لیا کہ ریحان میاں ایک نیک نوجوان ہیں' کیا خبر تھی توقیر میاں جس سپوت کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں وہ درحقیقت ایسے بگڑے ہوئے ہیں۔'' اماں جان نے اپنے طور پر لاعلمی کا مظاہرہ کر کے گویا خود کو اس معاملے سے بری الذمہ قرار دے دیا تھا۔ ناظم الدین نے گہری سانس خارج کی۔

''اماں جان اب جب کہ حقیقت واضح ہو گئی ہے تو ہم اس رشتے کے لیے قطعی آمادگی نہیں دیں گے۔ فاطمہ ہم پر ایسی بوجھ نہیں' ہم کوئی بہتر رشتہ تلاش کر سکتے ہیں۔'' ناظم الدین نے بیٹی کے حق میں آواز اٹھائی۔ اماں جان نے کھسیانی سی ہو کر سر ہلایا۔

''بالکل بچے ایسا ہی کریں گے' پہلے ہم ذرا توقیر میاں کے لتے لے کر انہیں چلتا کر دیں۔ اللہ کی پناہ ایسی غلط بیانی اپنے صاحبزادے کو ایسے پیش کیا گویا اس روئے زمین پر ان سے بہتر کوئی نوجوان نہیں' ہم ابھی بات کرتے ہیں توقیر میاں سے۔'' اماں جان اٹھنے لگی تھیں' جب ناظم الدین نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا اور نرمی سے گویا ہوئے۔

”اماں جان! ان پر یہ بات واضح کرنا ضروری نہیں کہ ہم حقائق جان گئے ہیں۔ آپ کسی طرح سہولت سے توقیر اور ان کی بیگم کو چلتا کردیں' ہم توقیر کی دل آزاری نہیں چاہتے' وہ عرصے دراز بعد یہاں آئے ہیں' ہمارے گھر مہمان ہیں اور مہمانوں کو عزت دی جاتی ہے۔ آپ مناسب الفاظ میں انہیں انکار کردیجیے۔ ریحان میاں کی حقیقت پوشیدہ ہی رہے تو بہتر ہے۔“ ناظم صاحب نے درخواست کی۔ اماں جان نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلا دیا۔



اماں جان نے کوئی واضح انکار کیا تھا نا اقرار' توقیر میاں اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ بڑے بھائی ناظم ان کے سپوت کی حقیقت جان چکے ہیں' دوسری طرف اماں نے ناظم صاحب کا دماغ نواب صاحب کے لیے بنانا شروع کردیا تھا۔

”اب آپ کیا چاہتے ہیں ناظم الدین؟ دیکھو ہر رشتہ ٹھکرانا ٹھیک نہیں' چاند پر دماغ ہو تو اس کی توقیر ویسی نہیں رہتی میں کوئی دل آزاری والی بات کرنا نہیں چاہتی مگر بیٹا تم خود سمجھدار ہو اب یہ مت کہنا کہ زمان تمہارا دوست ہے اور یہ رشتہ واجب دکھائی نہیں دیتا۔“ اماں جان نے بیٹے کو قائل کرنے کی راہ ڈھونڈی' ناظم الدین خاموشی سے انہیں دیکھنے لگے۔

”نواب صاحب تمہارے احباب کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں مگر سوچو اس وقت ہم یہ رشتہ ٹھکرا نہیں سکتے اور یہ جواز کوئی معنی نہیں رکھتا۔“

”اماں جان' ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی جب چھوٹے نواب وقارالحق موجود ہیں تو آپ نواب صاحب سے اس متعلق بات کیوں نہیں کرتیں؟ نواب صاحب کو اپنی عمر دیکھنا چاہیے اور اپنی جگہ اپنے صاحبزادے کا معاملہ رکھنا چاہیے۔“ ناظم صاحب نے مدعا اٹھایا۔ اس سے قبل کہ اس معاملے کی حقیقت بھی ناظم صاحب پر کھلتی اماں جان نے بات کو سنبھالنا ضروری لگا۔

”میاں اب اس کی حقیقت تو نواب صاحب ہی جانیں' ہوسکتا ہے چھوٹے نواب کا عقد کہیں طے پا گیا ہو۔ بہرحال اگر نواب صاحب نے اپنا معاملہ رکھا ہے تو ان کی نیت پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ یوں بھی عمروں کے فرق میں کیا رکھا ہے ناظم الدین۔ تمہارے والد بھی ہم سے پندرہ برس بڑے تھے۔ اب اس سے کوئی فرق پڑا۔ ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ وہ انتہائی محبت کرنے والے خاوند تھے۔ بہرحال ہم نواب صاحب کی عظمت کے قائل ہیں۔ ہمیں اس بات کو سراہنا چاہیے۔“ یہ اماں جان نے بیٹے کو سمجھا کر قائل کیا تھا۔ ناظم صاحب چپ سادھ گئے تھے۔



نواب صاحب نے فون اٹھایا اور انوار صاحب سے بات کی۔

”معذرت چاہتے ہیں انوار صاحب فی الحال اس معاملے پر بات نہیں ہوسکتی ہم کئی کاموں میں الجھے ہوئے ہیں ان سے فارغ ہوکر ہم آپ سے ضرور رجوع کریں گے۔“ دوسری طرف انوار صاحب نے جانے کیا کہا' چھوٹے نواب سن نہیں سکے مگر وہ ابا حضور کے اس انداز پر کچھ الجھ ضرور گئے تھے۔ نواب صاحب انوار صاحب سے معمول کی بات کرتے رہے۔ جب فون رکھ کر پلٹے تو وقارالحق کو دیکھ کر چونکے۔

”برخوردار آپ نے ہمیں کوئی بات کرنا تھی؟“ ابا حضور نے دریافت کیا۔ چھوٹے نواب نے سر ہلایا اور دو قدم آگے بڑھ گئے۔

”ہم جنت بی بی کے متعلق آپ سے بات کرنا چاہتے تھے ابا حضور......“ انہوں نے مدعا رکھا۔ نواب صاحب نے انہیں بغور جانچتی نظروں سے دیکھا۔ پھر سر کے اشارے سے انہیں مدعا بیان کرنے کی اجازت دی۔

نگہت نواز

تمام قارئین' رائٹرز اور اسٹاف کو میرا پرخلوص اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ جی تو ہم آپ لوگوں کو اپنے آپ سے ملواتے ہیں تو جناب قارئین مابدولت کا نام نگہت نواز ہے' ہم کاسٹ کے اعتبار سے راجے ہیں' 15 جون کو سرگودھا کے ایک خوب صورت گاؤں میں پیدا ہوئی' ہمارا گاؤں بہت خوب صورت اور تھوڑا ماڈرن بھی ہے۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں جن میں مجھے سب سے بڑی ہونے کا شرف حاصل ہے' میں ایم اے کی اسٹوڈنٹ ہوں لیکن پڑھتی بہت کم ہوں یہی میری سب سے بڑی خامی ہے۔ غصہ بہت زیادہ اور بہت جلد آتا ہے' پتا نہیں کیوں۔ میری امی کو مجھ میں بہت خامیاں نظر آتی ہیں' ویسے تو خوبیاں بھی مجھ میں بہت ہیں۔ حساس بہت ہوں' کسی کا برا نہیں سوچتی' مغرور لوگوں سے سخت نفرت ہے۔ بہت باتونی ہوں' جھوٹ اور جھوٹے لوگوں سے سخت نفرت ہے سمعیہ میری بہت اچھی دوست ہے جو کہ کامرہ میں رہتی ہے۔ باقی دوستیں بہت جلد بنا لیتی ہوں' ثمینہ' ارم سدرہ' عائشہ' آنسہ اور شہزادی بیسٹ فرینڈز ہیں۔ جیولری کا بہت شوق ہے' میک اپ میں لپ اسٹک بہت پسند ہے۔ پنک اور آف وائٹ کلر پسند ہے' کوکنگ کا بہت شوق ہے۔ بریانی اور چکن کریلے بہت پسند ہیں' آئس کریم اور چاکلیٹ کھانے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہوں' عاکف اسلم کے گانے بہت شوق سے سنتی ہوں۔ امی' ابو' چاچی' خالہ' دادا اور دادو سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں' اللہ ان سب کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے آمین ثم آمین۔ پسندیدہ شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز میں نزہت جبیں ضیاء' سمیرا شریف طور' نایاب جیلانی' ماہا ملک اور عمیرہ احمد پسند ہیں' آنچل سے وابستگی بہت پرانی ہے لیکن سمیرا شریف کے ناول ”ٹوٹا ہوا تارا“ کی وجہ سے باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا۔ ماہا ملک کا ناول ”جو چلے تو جاں سے گزر گئے“ بہت مرتبہ پڑھا اور ہاں دوغلے لوگوں سے سخت نفرت ہے' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

چھوٹے نواب لمحہ بھر کو جیسے سوچ میں غلطاں رہے یا سوچوں کو متحد کرنے میں لگے رہے تھے۔ تب ہی فون کی گھنٹی بجی اور نواب صاحب کی توجہ اس سمت چلی گئی۔ ملازم نے فون اٹھایا اور نواب صاحب کی طرف بڑھایا۔

”نواب صاحب اماں جان آپ سے بات کرنے کی خواہش مند ہیں۔“ نواب صاحب نے آگے بڑھ کر فون تھام لیا۔

”آداب اماں جان۔“

”تسلیمات...... جیتے رہیے' ہم مخل تو نہیں ہوئے؟“ اماں جان نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

”بالکل نہیں اماں جان...... مائیں کبھی مخل نہیں ہوتیں حکم کیجیے۔“ نواب صاحب نرمی سے مسکرائے۔

”مبارک ہو میاں آپ کا مقدمہ اپنے انجام کو پہنچا۔“ اماں جان نے خبر دی تو وہ چونکے۔

”کیا مطلب اماں جان......! ہم سمجھے نہیں؟“ دوسری طرف اماں جان مسکرا دیں۔

”محل کو سجادو اور مٹھائیاں بانٹنا شروع کردو۔ آپ کے لیے اچھی خبر ہے۔ ناظم الدین صاحب نے آپ کے مقدمے پر تصدیق کی مہر ثبت کردی ہے اور فیصلہ آپ کے حق میں ہوگیا ہے۔ اب نکاح کی تیاریاں کیجیے۔“ اماں جان نے مطلع کیا۔ نواب صاحب نے سکون کی سانس خارج کی۔

”مبارک ہو۔“ اماں جان کی آواز اطمینان بخش تھی۔

”آپ کو بھی مبارک اماں جان...... بہت اچھی خبر دی آپ نے ہم جلد ہی آپ سے ملنے آئیں گے اگر زحمت نہ ہو تو ہم کل کسی وقت زحمت دینے چلے آئیں؟“ نواب صاحب نے دریافت کیا۔ چھوٹے نواب فون پر ہونے والی گفتگو

سے مدعا کسی قدر جان گئے اور خاموشی سے کھڑے سنتے رہے۔ دوسری جانب غالباً اماں جان نے ملنے کی اجازت دے دی تھی اور ابا حضور نے مسکراتے ہوئے تعظیم سے شکریہ کرتے ہوئے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ پلٹ کر وہ سپوت کی طرف متوجہ ہوئے۔

''آپ کچھ کہنا چاہتے تھے چھوٹے نواب؟'' نواب صاحب نے دریافت کیا' وقار نے دانستہ سر انکار میں ہلایا۔

''بات معمولی نوعیت کی تھی ذہن سے خارج ہوگئی۔ ہمیں ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے ابا حضور ہم آپ کے حضور دوبارہ حاضری دیں گے فی الحال آپ اجازت دیں تو ہم چلتے ہیں۔'' وقار نے جانے کیوں بات کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ شاید وہ اس موقع کو اس اہم بات کے لیے ضروری نہیں سمجھتے۔ نواب صاحب نے سر ہلایا تو جانے کیوں وقار کا انداز کسی قدر سرد سا تھا۔

''ہمیں بھی آپ سے اہم بات کرنا تھی مگر فی الحال آپ عجلت میں دکھائی دیتے ہیں۔ سو آپ کو جانے کی اجازت دینا پڑے گی۔'' نواب صاحب نے نرمی سے کہا۔ نواب صاحب فاطمہ کے متعلق سوچنے لگے۔

''ہم کسی معاملے کو لے کر اس قدر متفکر نہیں ہوئے۔ یہ سچ ہے فاطمہ ناظم الدین نے جس قدر ہمارا ذہن الجھائے رکھا کسی اور معاملے میں ایسا نہیں ہوا ہم پُرسکون ہوئے ہیں اماں جان کا فیصلہ دیر سے آیا مگر ہمارے حق میں آیا فاطمہ نے ناظم الدین کی حمایت میں کھڑے رہنے کے لیے ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا مگر یہ سچ ہے کہ ہم خوف زدہ تھے فاطمہ ناظم الدین کے محاذ پر ہارنا ایک بڑی شکست ہوتی۔'' انہوں نے قبول کیا اور ایک گہری سانس خارج کی۔



ناظم الدین صاحب کے عندیہ دینے کے بعد اماں جان نے یہ خبر محترم نواب صاحب کے گوش گزار کر کے انہیں تیاریاں کرنے کا مشورہ تو دے دیا تھا مگر انہوں نے گھر میں یہ خبر عام نہیں کی تھی شاید ایسا توقیر اور ان کی بیگم کے گھر میں قیام کے باعث بھی تھا شاید اماں جان کسی مصلحت کے تحت اس خبر کو دبا رہی تھیں۔

''اماں جان' سات دن کا قیام مکمل ہوا اب مطلع کیجئے ارادے کیا ہیں؟'' توقیر میاں نے دریافت کیا تو اماں نے خاموشی سے انہیں دیکھا پھر حقے کو سامنے رکھتے ہوئے اطمینان سے گویا ہوئیں۔

''میاں ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہو ایسی بھی کیا جلدی' ہم کہیں بھاگے جا رہے ہیں یا تم؟ رشتہ بھی طے ہو جائے گا پہلے اپنے اس نالائق سپوت کی عقل تو ٹھکانے لگا لیں ایسے آوارہ مزاج نوجوان کو کون اپنی نیک صفت' نیک سیرت دختر کا ہاتھ دے گا؟'' اماں نے بڑے تیوروں سے دیکھا تو منجھلی بہو کڑوے گھونٹ پی کر رہ گئیں۔

''اماں جان...... ہمارے صاحبزادے کے متعلق آپ غلط قیاس آرائیاں کر رہی ہیں' ہمارے ریحان میاں سلجھے ہوئے نوجوان ہیں جانے کس کو آوارہ مزاج کہہ رہی ہیں آپ۔'' بہو بیگم نے صاحبزادے کا مکمل دفاع کیا تو اماں نے انہیں خاموشی سے دیکھا' بہو بیگم کھسیا کر نگاہ پھیر گئیں۔

''منجھلی بہو دلی دور نہیں کہ لکھنؤ کی خبریں یہاں نہ آ سکیں خیر سے آپ کے صاحبزادے کی شہرت یہاں بھی پہنچ چکی ہے اور نہ صرف بات ہمارے کانوں تک آئی ہے بلکہ ناظم الدین میاں بھی یہ بات جان گئے ہیں۔ اب آپ ہی کہیے کوئی انسان اپنی بیٹی کا ہاتھ ایسے نوجوان کے ہاتھ میں دے گا جس کی نیک نامی کے چرچے زد و عام ہوں' بہو بیگم بات کڑوی تو لگی ہے مگر سچ ہے تو یہی ہے ناں اور ایسا کون ہے جو آنکھوں دیکھی مکھی نگلے؟'' اماں جان نے پُرسکون انداز میں جتا دیا۔ منجھلی بہو بیگم جلے پاؤں کی بلی کی طرح بدک کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور خاوند کو گھورتے ہوئے بولیں۔

''کیا یہی سننے کو لکھنؤ سے دلی لائے تھے توقیر احمد صاحب۔ بہت ہوگیا اب اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے' ہم

لیلیٰ نواز

السلام علیکم! دوستوں کیسے ہیں آپ سب۔؟ میرا نام لیلیٰ نواز ہے' پہلی بار انٹری دی ہے۔ 25 اگست 1998ء کو شہر سرگدھا میں پیدا ہوئی۔ ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے' میرا چوتھا نمبر ہے۔ بڑی آپی کی شادی ہوگئی ہے اور ان کے کیوٹ سے دو بچے ہیں۔ آنچل سے پانچ سال کا رشتہ ہے' رائٹرز میں نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں۔ فیورٹ کلر میرون ہے اور کوکنگ بہت شوق سے کرتی ہوں۔ کھانے میں جو مل جائے کھا لیتی ہوں اور نماز پانچ وقت کی پڑھتی ہوں' گفٹ لینے اور دینے کا بہت شوق ہے' لباس میں شلوار قمیص اور فراک بہت پسند ہے۔ اب آتے ہیں موسم کی طرف سردی کا موسم بہت پسند ہے' گلاب کا پھول فیورٹ ہے اور زندگی میں ایک بار سمندر کے ساحل پر جانا چاہتی ہوں اور حج کرنا چاہتی ہوں۔ آخر میں ایک بات کہنا چاہوں گی ''جب تک آپ دوسروں کی عزت نہیں کریں گے۔ آپ کی عزت بھی کوئی نہیں کرے گا' اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

جا رہے ہیں آپ کا دل بھی آنے پر آمادہ ہو تو سامان اٹھا کر آ جائیے۔'' منجھلی بیگم فوراً سے بیشتر کمرے سے باہر تھیں۔ توقیر صاحب نے اماں جان کو بے بسی سے دیکھا۔

''اماں جان......'' انہوں نے کچھ کہنے کو لب کھولے مگر اماں جان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بولنے سے باز رکھا۔

''دیکھو میاں' بہتری اسی میں ہے کہ اٹھو اور گھر کو روانہ ہو جاؤ' سدھار کی بات تمہاری بیگم سننے کو تیار نہیں لیکن اگر رشتے کا ارادہ ہے تو اپنے صاحبزادے کے مزاج سنوار لیجیے گا کیونکہ کوئی بھی اپنی بیٹی ایسے آوارہ مزاج کو نہیں دے گا' سچی بات کڑوی ہوتی ہے مگر عقل کی گرہیں اس کڑواہٹ سے کھل جائیں تو اس سے بہتر کوئی علاج نہیں۔'' اماں جان نے ہاتھ کے اشارے سے صاحبزادے کو اٹھ کر جانے کا اشارہ کیا۔ توقیر صاحب تو جیسے منتظر تھے اٹھے اور خاموشی سے وہاں سے نکل گئے۔ اماں جان مکمل سکون کے ساتھ حقے کا لطف اٹھانے لگی تھیں۔



''کیا ہوا بیگم...... کیا سوچ رہی ہیں آپ؟'' ناظم الدین نے سخاوت بیگم کے قریب بیٹھتے ہوئے دریافت کیا۔ سخاوت بیگم نے ان کی جانب دیکھے بنا سر نفی میں ہلایا اور مدھم لہجے میں گویا ہوئیں۔

''ہمیں توقیر میاں کے اس طرح فوراً رخصت ہونے پر ملال ہے اگر یہ بات علم میں آ گئی تھی کہ ان کے سپوت اس قابل نہیں تو اماں جان کو دعوت دے کر توقیر میاں اور ان کی بیگم کو یہاں نہیں بلانا چاہیے تھا کسی کو گھر بلا کر اس قدر نصیحت کرنا مناسب نہیں' عزت نفس ہر انسان کی ہوتی ہے۔'' سخاوت بیگم کے نرم مزاج پر یہ بات گراں گزری تھی۔ مگر ناظم الدین صاحب نے ان کی نفی کی۔

''اماں جان' اس متعلق یقیناً کوئی معلومات نہیں رکھتی ہوں گی اگر وہ واقف ہوتیں تو فاطمہ بی بی کے لیے ایسے رشتے کی حامی نہ بھرتیں۔'' ناظم صاحب نے اماں جان کی طرف داری کی مگر سخاوت بیگم نے جتاتی نظروں سے انہیں دیکھا اور نرمی سے کہا۔

''ناظم صاحب' آپ کی اماں جان کو ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی خیر یہ بات اہم نہیں جب کہ اماں جان خود اس معاملے کو انجام تک پہنچا چکی ہیں۔ ہماری صاحبزادی کے لیے تو وہی معاملہ ہے' آگے کنواں پیچھے کھائی ایک خطرہ ٹلے بھی تو ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔'' سخاوت بیگم کا لہجہ افسردہ ہوا۔

”بیگم نواب صاحب نیک دل انسان ہیں، پڑھے لکھے ہیں، عمروں کے فرق کے علاوہ اور کوئی بات قابل اعتراض نہیں۔“ ناظم الدین صاحب نے مثبت سوچ دی مگر سخاوت بیگم کے چہرے کی مسکراہٹ و فکر معدوم نہیں ہوئی۔

”نواب صاحب نے اس عمر میں اپنے رشتے کی بات کیونکر کی؟ ہمیں ان سے ایسی امید نہیں تھی وہ پڑھے لکھے باشعور انسان ہیں اسی لیے ہم حیران ہیں کہ وہ فاطمہ کو اپنی بیٹی جیسے مانتے ہیں۔ وہ عمروں کے تضاد سے بھی واقف ہیں، پھر انہوں نے فاطمہ کے لیے اپنا رشتہ کیوں کر ڈالا؟ کہیں دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔“ سخاوت بیگم کو شک ہوا۔

”آپ نواب صاحب کی نیت پر شک کر رہی ہیں؟“ ناظم صاحب نے پوچھا اور سخاوت بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

”بے شک ہمیں نواب صاحب یا ان کی نیت پر شک نہیں...... وہ بہت سلجھے ہوئے مزاج کے انسان ہیں۔“

”اوہ تو آپ کا شک اماں جان پر ہے؟“ ناظم الدین صاحب نے حیرت سے بیگم کو دیکھا۔ سخاوت بیگم خاموش رہیں۔

”اماں جان فاطمہ کی دشمن نہیں ہیں سخاوت بیگم وہ بھی فاطمہ کو یقیناً عزیز رکھتی ہیں، اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود اماں جان نے فاطمہ کو تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے دیا۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اماں جان جو کر رہی ہیں وہ نیک نیتی سے کر رہی ہیں؟“ ناظم صاحب نے اماں کی وکالت کی۔ سخاوت بیگم نے کوئی وضاحت دینا ضروری نہیں جانا اور اٹھ کر کمرے سے نکل گئیں۔ ناظم الدین صاحب انہیں دیکھتے رہ گئے تھے۔



”میکاولی سیاسیات کو مذہب اور اخلاقیات سے جدا کر کے یہ مفروضہ قائم کرتا ہے کہ سیاسی مشورہ اور سیاسی پالیسی کو اخلاقیات سے مقید نہیں کرنا چاہیے اگر سیاسیات کو علم کا درجہ حاصل کرنا ہے تو اس کے اپنے اصول ہونے چاہییں۔ ارسطو نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان ایک سماجی حیوان ہے۔ اور سینٹ تھامس نے یہ نظریہ واضع کیا کہ انسان ایک اخلاقی حیوان ہے لیکن میکاولی کا اولین نظریہ اپنے پیش روؤں کے نظریہ سے آگے جا کر سماجی اور سیاسی تنظیم کی سطح پر بحث کرتا ہے۔ میکاولی کے مطابق سیاست کا تعلق منتظم سے ہے۔ سیاسی مقاصد اسی صورت میں حاصل کیے جاسکتے ہیں اور اس سلسلہ میں مناسب وسائل اسی صورت میں کام میں لائے جاسکتے ہیں جب لوگ اس غرض سے خود کو منظم کریں۔ منتظم کا بنیادی اصول تقسیم کار کا اصول ہے، جس طرح فوج کی ذمہ داریوں کو جنرلوں اور عام سپاہیوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے اس طرح سیاسی زندگی میں بھی کچھ لوگ حکومت کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ باقی لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی بہت بڑی اکثریت ہوتی ہے۔ جن پر حکومت کی جاسکتی ہے۔“ چھوٹے نواب نے سیاسیات سے متعلق میکاولی کے نظریہ کو واضع کیا۔ دوسری طرف فاطمہ جو غائب دماغی سے سن رہی تھی۔ مکمل خاموش رہیں۔

”فاطمہ بی بی آپ سن رہی ہیں ناں؟ اگر اس سے متعلق کوئی سوال ہو یا کوئی بات سوچ کو منتشر کر رہی ہو تو آپ پوچھ سکتی ہیں۔“ چھوٹے نواب نے کہا۔ اس نظریے سے ہٹ کر فاطمہ کی سوچ ایک ہی نقطے پر ٹکی ہوئی تھی۔

”سو وہ لوگ خاص وصف رکھتے ہیں جو حکومت کرنے کے اہل بنتے ہیں اور دوسرے صرف اس لیے ہوتے ہیں کہ ان پر حکومت کی جائے؟“ وہ جانے کیا سوچ کر بولی۔ وقار ان کی بات فوری طور پر نہیں سمجھیں مگر نرمی سے سمجھاتے ہوئے گویا ہوئے۔

”میکاولی نے سیاسیات کے علم کو ایک نیا رخ دیا ہے ان کے نظریات کے طرز و فکر میں بہت جدت اور ندرت ہے۔ ارسطو کے بعد وہ پہلا عالم ہے جس نے تجسس دماغ پایا تھا اور جس نے تاریخ اور تجربہ کی روشنی میں سیاست کے اصول و

مقاصد کی توضیح و تعین کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مملکت کی بقا اور استقلال کے مسئلے پر خالص ذہنی تحقیق کی۔“ وقار نے سمجھایا۔

”مگر کوئی ایک دماغ حکمرانی کا وصف رکھتا ہے یہ کہنا واجب نہیں گویا جس کی لاٹھی اس کی بھینس؟ جو ایک لاٹھی سے ہانکنے کا وصف رکھے وہی حکمران ٹھہرے گا اور باقی سب محکوم؟ ہم اس نظریے سے متفق نہیں۔“ فاطمہ نے اس نظریے کو رد کیا اور وقار اس قدر تناؤ کے باوجود اس لمحے مسکرائے۔ فاطمہ بی بی کا ذہن عقل کے گھوڑے ضرور دوڑا رہا تھا مگر ان کے انداز میں فطری معصومیت تھی۔

”فاطمہ بی بی آپ کی سوچیں جس سمت بہہ رہی ہیں وہ درست سمت نہیں لیکن یہ جمہوری نظریہ ہے۔“

”جمہوریت جس کی لاٹھی اس کی بھینس سے عبارت ہے تو یہ جمہوریت عقل کے منافی ہے۔“ وہ بحث پر آمادہ ہوئیں۔

”فاطمہ بی بی آپ کی سوچ قابل قدر ہے مگر حکمرانی کے لیے حکمران ایک ہی ہوتا ہے چاہے یہ کسی خاص اہلیت کے باعث ہو یا کسی اور خصوصیت کے باعث، بہت بڑی اکثریت وہ ہے جن پر حکمرانی کی جاسکتی ہے۔ گویا حکمران جانتا ہے کہ حکمرانی کا وصف کیا ہے۔“ وقار نے نرمی سے سمجھایا مگر فاطمہ بی بی دوسری طرف مخالفت کے باعث سر نفی میں ہلانے لگیں۔

”بہر حال ہم متفق نہیں لیکن میکاولی کی سوچ کا احترام کرتے ہیں اگر میکاولی کا نظریہ درست ہے تو ہماری دادی جان سے بہتر حکمرانی کے وصف سے واقفیت کوئی اور نہیں رکھ سکتا۔“ انہوں نے کہا اور وقار پر واضح ہو گیا کہ فاطمہ بی بی کے دماغ کی سوئیاں ایک جگہ کیوں اٹک گئی تھی۔ انہوں نے بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا اور آہستگی سے گویا ہوئے۔

”آپ آگے کے باب کو پڑھ لیجیے گا۔ ہم کل اس پر بات کریں گے اب ہم چلتے ہیں، اجازت دیجیے۔“ وقار نے اجازت چاہی۔

”چھوٹے نواب ہم آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔“ فاطمہ نے کہا اور نگرانی پر معمور ملازمہ کے کان کھڑے ہوئے اور چونکے تو محترم چھوٹے نواب بھی گئے تھے۔

”جی اجازت ہے، کیا دریافت کرنا ہے آپ کو؟“ چھوٹے نواب نے بادل ناخواستہ اجازت دی۔ فاطمہ کچھ لمحے خاموش رہیں۔ نگراں ملازمہ کے کان منتظر رہے مگر فاطمہ نے اس مختصر خاموشی کے بعد جیسے ارادہ ملتوی کر دیا۔

”کچھ نہیں آپ جاسکتے ہیں۔“ فاطمہ کہتے ہوئے اٹھ کر اندر کی جانب بڑھ گئیں۔ وقار نے ان کے قدموں کی آواز دور ہوتے سنی اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

جو سوال نہ پوچھے جائیں وہ زیادہ دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ شاید اس لیے وقار کا دماغ کسی قدر الجھنے لگا تھا تجسس انسانی فطرت ہے اور واقع نہ ہونے والی باتیں دلچسپی کو کان سے پکڑ کر خوامخواہ تجسس کے ساتھ باندھ آتی ہیں۔

”فاطمہ بی بی کیا پوچھنے کی خواہاں تھیں؟“ گھر پہنچ کر بھی وہ اس متعلق سوچتے اور اس سوچ کے ساتھ الجھتے رہے۔



ہم نے سنا ہے آپ کی دادی جان نے نواب زمان الحق کا رشتہ آپ کے لیے قبول کر لیا اور آپ کے چچا جان اور چچی جان کو چلتا کر دیا ہے؟“ دلشاد نے دریافت کیا مگر فاطمہ کو اس سوال میں بالکل بھی دلچسپی محسوس نہ ہوئی، پر وہ اس حقیقت پر چونکی ضرور۔ ان کی سوچیں جیسے پتھر کی ہو گئی تھیں، وہ کسی قدر بے حس دکھائی دے رہی تھیں، دلشاد کو اپنی دوست سے ہمدردی محسوس ہوئی۔ تب ہی ان کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے بولیں۔

”نواب صاحب آپ سے عمر میں بہت بڑے ہیں فاطمہ بی بی کیا آپ انہیں دلی اور دماغی طور پر بطور خاوند تسلیم کرپائیں گی؟“ ان کے لہجے میں ہمدردی تھی اور فاطمہ ان کی سمت خالی نظروں سے دیکھنے لگیں۔

”اگر آپ کی دادی جان آپ کو سزا دینا چاہتی ہیں تو یہ یقیناً کٹھن سزا ہے کہاں تو وہ آپ کے چچازاد کو آپ کے لیے منتخب کررہی تھیں اور کہاں اچانک نواب صاحب کو منتخب کرلیا آپ کی دادی جان نے دونوں صورتوں میں آپ کو سزا دینے کی ٹھانی ہوئی ہے۔ وہ تو آپ کے ابا جان محترم کو بھنک پڑ گئی کہ آپ کے چچازاد آوارہ مزاج نوجوان ہیں ورنہ آپ کا رشتہ تو پکا تھا۔“ دلشاد اپنی سہیلی کے غم میں غمزدہ دکھائی دیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے مگر فاطمہ خاموش تھیں۔

”فاطمہ خدارا کچھ تو بولیے آپ نے ایسی خاموشی کیوں سادھ لی ہے؟“ دلشاد نے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھا مگر فاطمہ نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔

”فاطمہ خدارا آپ سے رائے طلب کی جائے تو آپ انکار کردیجیے گا یہ ظلم ہے نواب صاحب آپ کے ابا جان کے رفیق ہیں اور آپ انہیں بچپن سے چچا جان کہہ کر بلاتی رہی ہیں آپ اس رشتے کو کیسے قبول کرپائیں گی؟ ہم سن کر اس قدر ششدر ہیں ہم آپ کی کیفیت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔“ دلشاد نے شانے سے تھام کر فاطمہ کو ساتھ لگایا اور کب کے رکے آنسو بہت آہستگی سے فاطمہ کی آنکھوں سے ٹوٹ کر قطرہ قطرہ بہنے لگے تھے۔



”نواب صاحب...... ہم رشتوں کو شرائط کا پابند کرنے کے عادی نہیں مگر بہت سے اقدام حفظ ماتقدم کے طور پر لینا ضروری ہوتا ہے آپ کی آدھی جائیداد فاطمہ کے نام لکھنے کی شرط دانستہ رکھی ہے اور یہ حق مہر کی رقم سے الگ معاملہ ہے ہم یہ واضح کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ حق مہر شرعی ہوگا اور اس میں کوئی شرط لاگو نہیں ہوگی۔“ اماں جان نے کہا اور نواب صاحب نے سر ہلایا۔

”آپ کا حکم کرنا کافی ہے اماں جان ہم اس معاملے میں کوئی انفرادی رائے نہیں رکھتے۔ آپ کو ماں کہہ دیا ہے سو حکم پر سر جھکانا فرض سمجھتے ہیں۔ آپ کو جو کہنا ہے آپ بلاتردد حکم صادر کیجیے۔ سر تسلیم خم پائیں گی۔“ نواب صاحب نرمی سے گویا ہوئے تو اماں جان نے سر ہلایا۔

”بہرحال ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں لیکن آپ ناظم الدین صاحب سے گفتگو کرسکتے ہیں۔ بہرحال وہ والد ہیں اور ان کی رائے بھی اہم ہے۔“ اماں جان نے مسکراتے ہوئے کہا نواب صاحب نے احتراماً سر جھکایا۔ اماں جان انہیں دیکھ کر مسکرائیں۔

”خیر سے رخ روشن پر خاصا روپ چڑھنے لگا ہے ابھی سے چہرے پر واضح رونق دکھائی دیتی ہے۔“ اماں جان نے ازراہ مذاق چھیڑا۔ نواب صاحب مسکرائے۔

”جانے دیجیے اماں جان مذاق کرنا کوئی آپ سے سیکھے۔ اب اس عمر میں کیا رونق آئے گی چہرے پر۔“ نواب صاحب کسی قدر الجھن کا شکار دکھائی دیے۔ اماں جان نے بغور ان کی طرف دیکھا۔

”کوئی بات ہے آپ کے دل میں کچھ چھپا رہے ہیں آپ؟“ اماں جان نے پوچھا۔

”آپ سے کچھ پوشیدہ رکھ سکتا ہوں اماں جان...... یہ آپ نے کیسے سوچ لیا؟“ وہ ان کے ذہین ہونے کے قائل تھے مگر وہ کسی قدر حیران ضرور ہوئے۔

”دراصل ہم فاطمہ بی بی سے ملنا چاہتے تھے ہم جانتے ہیں اس موقع پر آپ اس بات کے لیے رضامندی نہیں دیں گی لیکن......“ وہ بولتے ہوئے رکے۔ اماں جان نے انہیں بغور دیکھا۔

”ہم سے کہہ سکتے ہیں آپ...... ہم آپ کے دل کی بات ان تک پہنچادیں گے اگر ایسا ہی ضروری ہے تو......“ وہ بات کو مزاح کا رنگ دیتی ہوئی بولیں۔ نواب صاحب نے سر نفی میں ہلادیا۔

”رہنے دیجیے اماں جان...... دل کا بیان ہے کوئی اعلان نہیں کہ پیغام قاصد کے ہاتھ روانہ کردیں۔“ وہ ازراہ مذاق مسکرائے۔

”محض مزاح لاجواب ہے میاں...... دل کے بیاں کے لیے ہمیں زمانہ بنادیا خیر......“ اماں جان خاموش ہوئیں اور جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی ہوں۔

نواب صاحب ارادہ ملتوی کرتے ہوئے اجازت طلب نظروں سے اماں جان کی جانب متوجہ ہوئے جب اماں جان نے کہا۔

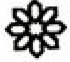
”آپ فاطمہ بی بی سے ملاقات کرسکتے ہیں، گرچہ یہ خاندانی روایت کے منافی ہے مگر چونکہ آپ برسوں کے تعلقات اس خاندان سے وابستہ رکھتے ہیں تو ان تعلقات کا احترام واجب ہوجاتا ہے۔“ اماں جان نے اجازت دی اور ساتھ ہی جانچتی نظروں سے نواب صاحب کو دیکھا۔

”ہم نہیں جانتے آپ کے دل و دماغ میں کیسی کشمکش ہے مگر ہم اس مقام پر آپ کو ان سوچوں کے دھاروں میں بہنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ آپ کو زبان کی اہمیت کا اندازہ واضح طور پر ہوجانا چاہیے۔ ایسے موقع پر دو سوچوں سے الجھنا اس رشتے کو بے معنی کرسکتا ہے۔ آپ کو جو بھی کہنا ہے اس سے قبل از سر نو سوچ لینا بہتر ہوگا۔“ اماں جان جیسے سوچوں تک رسائی رکھنے والی خاتون تھیں نواب صاحب نے خاموشی سے انہیں دیکھا اور سر نفی میں ہلاتے ہوئے جیسے ارادہ ملتوی کردیا۔

”اجازت دیجیے اماں جان...... چلتے ہیں۔“ نواب صاحب نے کہا اور جانے کو پلٹے جب اماں جان کی آواز نے قدم روک لیے۔

”نواب صاحب ملازم کی تقلید کیجیے۔ یہ آپ کو فاطمہ بی بی کے کمرے کا راستہ بتانے کو منتظر ہیں۔“ اماں جان نے کہا اور نواب صاحب نے مڑ کر حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔

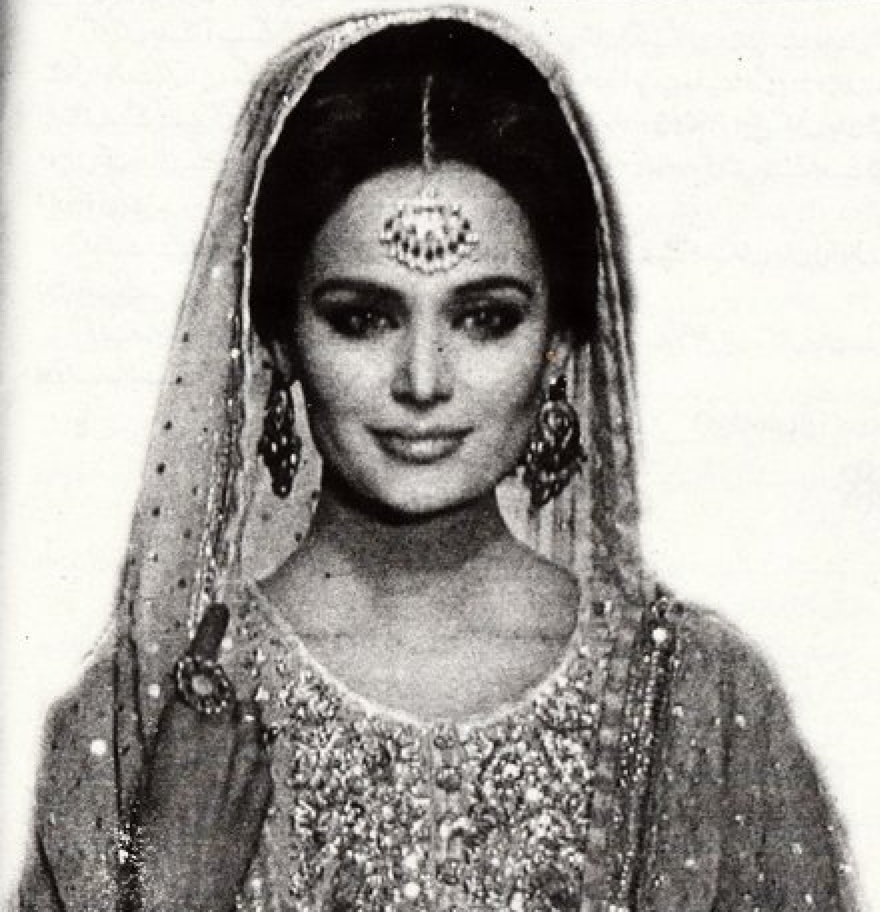
(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



غریب دل

ریحانہ آفتاب

ظلم	سے	نسل	پڑھے	جبر	سے	تن میل کر لیے
یہ عمل	ہم	میں	ہے،	بے	علم	پرندوں میں نہیں
ہم	جو	انسانوں	کی	سی	تہذیب	لیے پھرتے ہیں
ہم	سا	وحشی	کوئی	جنگل	کے	درندوں میں نہیں



''الحاج عبدالہادی صاحب' میں کہتی ہوں کل ہی دوسرے جنریٹر کا بندوبست کر لیجیے...... رمضان المبارک شروع ہوگیا ہے اور ساتھ ہی ان وقت کے نمرود وفرعون بنے لوگوں کو بھی اوقات دکھانے کا وقت مل گیا ہے۔ وقت بے وقت لائیٹ بند کردیتے ہیں۔ ذرا انسانیت کا درد ان کے دل میں نہیں' سحر وافطار اندھیرے میں کروا کر جانے ان کے اعمال میں کتنے نفلوں کا ثواب جمع ہو رہا ہے۔ پھل فروش ہیں تو وہ گردن کاٹنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ پھل اتنے مہنگے کردیے جیسے اس ایک ماہ میں نہیں کمایا تو سارا سال کچھ کما نا سکیں گے۔'' الحاج عبدالہادی' نماز عصر سے لوٹ کر آئے تو ان کی نصف بہتر اُم کلثوم نے دوپٹے سے پنکھا جھلتے لوڈ شیڈنگ کو کوستے' پھل فروشوں کی شان میں بھی قصیدے پڑھنا شروع کردیے۔

ساٹھ سالہ الحاج عبدالہادی سفید شلوار سوٹ میں ملبوس چاندی کے تاروں سے چمکتے سفید بالوں پر سفید ٹوپی درست کرتے سنت نبوی ﷺ کے مطابق رکھی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیر کے مسکرا دیے۔ انہوں نے کبھی بالوں اور داڑھی کو خضاب نہیں لگایا تھا کہ یہ شریعت کے اصولوں کے منافی تھا۔ سفید بالوں کی چمک' صحت مند جسم' گلابی لبوں کے بیچ چمکتے دودھیا دانت ان کی وجاہت میں اضافہ کرتے تھے۔

وہ جوانی سے ہی متقی پرہیزگار اور نمازی تھے۔ جس کا ثبوت ان کی پیشانی پر ثبت تھا۔ پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ چاشت' اشراق اور تہجد کے بھی عادی تھے۔ نفلی نماز' روزے کی پابندی کرتے' اولیاء اور پیغمبروں کی یاد میں نذر و نیاز کا اہتمام بھی خوب کرتے تھے۔ غرض کہ ہر اسلامی چاندان کے گھر سے نذر ونیاز سے خالی نا جاتا۔ ہر جمعرات کو خاص اہتمام ہوتا۔ مُردوں کو بخشوایا جاتا۔ مسواک کو پسند کرتے تھے کہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ نوجوانی میں کبھی جینز یا پتلون پہنی ہو مگر جب سے اسلامی معلومات میں اضافہ ہوا تھا ٹخنوں سے اونچی شلوار قمیص میں ہی ملبوس رہتے تھے۔ نصف بہتر بھی انہیں اللہ کی ودیعت سے صوم وصلوۃ کی پابند ملی تھیں۔ یوں زندگی ہم مزاج شریک سفر کے ساتھ بڑی سہل گزری تھی۔ ان کے تین بچے تھے۔ دو بیٹے ایک بیٹی' بچوں کو بھی ان دونوں نے اسلامی خطوط پر صلوم وصلوۃ کا پابند بنایا تھا۔ دونوں بیٹوں کی شادی کردی تھی۔ دونوں بہوئیں عالمہ تھیں۔ بیٹی کے لیے اچھے متقی' پرہیزگار نیک داماد کی تلاش جاری تھی۔ دونوں بیٹے مارکیٹ میں اپنی اپنی دکانیں چلا رہے تھے۔ جس سے بہت اچھی گزر بسر ہو رہی تھی۔

ایک سے زائد بار حج کی ادائیگی کرکے اس رمضان عمرے کی سعادت کے لیے روانگی کی تیاری کر رہے تھے۔ وہ مسجد سے لوٹے تو لائیٹ نہیں تھی۔ پرانا جنریٹر اب تنگ کرنے لگا تھا۔ تب ہی چلتے چلتے بند ہوگیا تھا۔ گرمی سے بے حال ان کی نصف بہتر اُم کلثوم نے انہیں دیکھتے ہی دہائی دی۔

''بے فکر رہو...... عبداللہ سے کہہ دیا ہے' آج کل میں نیا جنریٹر لے آئے گا اور ویسے بھی تمہیں کون سا سارا رمضان یہاں بیٹھ کر لوڈشیڈنگ کی مصیبت جھیلنی ہے۔ پرسوں تو ہم سب عمرے کی ادائیگی کے لیے جا رہے ہیں' اتنی خوب صورت جگہ۔'' اُم کلثوم کو بڑے بیٹے کے نام کا حوالہ دیتے تسلی دے کر آخر میں انہوں نے مسحور کن لہجے میں کہا تو اُم کلثوم بھی فرحت سے مسکرا دیں۔

"اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے' بار بار ہمیں اپنے گھر بلا کر وہ ہماری خوش قسمتی بڑھا رہا ہے لیکن ایک افسوس ہے۔" اُم کلثوم خوشی کا اظہار کرتے آخر میں دکھی ہوگئیں۔

"ایسی کیا بات ہوگئی کہ تم افسردہ ہو۔" وہ نصف بہتر کی اداسی پر ملول ہوئے۔

"میری دلی خواہش تھی کہ رمضان میں عمرہ کروں' سنا ہے حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔ رمضان میں عمرہ کرنے سے تب ہی تو رمضان کے لیے پیکیج مہنگا کر دیتے ہیں۔ آپ نے رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی خواہش تو پوری کر دی' بس افسوس ہے تو اتنا کہ پچیسویں روزے کو لوٹ آئیں گے...... کیا ہی اچھا ہوتا جو ہم عید بھی اللہ کے گھر کر کے آتے۔" اُم کلثوم سفید دوپٹے کے ہالے میں ملول بیٹھی تھیں۔ چہرے کی رنگت آج بھی قائم و دائم تھی۔

"نیک بخت جب اللہ نے رمضان میں عمرہ کرنے کی خواہش پوری کر دی تو ان شاء اللہ اگلے سال عید بھی خانہ کعبہ میں مناؤ گی...... اس بار تو عبداللہ اور عبدالصمد کی وجہ سے جلدی واپس آنا پڑ رہا ہے کیونکہ واپس آ کر انہیں کاروبار سنبھالنا ہے...... رمضان ان کے سیزن کا ٹائم ہوتا ہے۔ ابھی بھی لڑکوں پر دکان چھوڑ کر جائیں گے...... اگلے سال' میں اور تم چلیں گے تو عید بھی وہیں کر کے آئیں گے۔"

"ان شاء اللہ......" عبدالہادی نے کہا تو اُم کلثوم بھی سب کچھ سمجھتی اتفاق کر گئیں کہ روزی روٹی بھی ضروری تھی۔ یہ سعادت کیا کم تھی کہ اس بار پوری فیملی ایک ساتھ عمرے کی ادائیگی کے لیے جا رہی تھی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار گئے تھے۔ بیٹوں کو شادی کے بعد ہنی مون کے بجائے انہوں نے عمرے پر ہی بھیجا تھا۔ بہوئیں بھی ایسا سسرال پا کے خوش تھیں۔ دونوں غریب گھرانوں سے تھیں۔ جہاں بیٹیوں کو عمرہ کروانا افورڈ نہیں کرتا وہاں انہیں ایسا سسرال ملا تھا جو بہوؤں کو عمرہ کروا رہا تھا۔

"اُم کلثوم اب سے جب تک ہم ہیں' افطار میں اہتمام کروالو اور محلے میں بانٹ دو...... گلی کے آخر میں جو لال اینٹوں والا مکان ہے' وہاں بھی افطاری بھیج دینا۔ سنا ہے نئے لوگ ہیں۔ کچھ ماہ پہلے آئے ہیں۔ جانے کون ہیں' میرا سامنا نہیں ہوا ابھی...... لیکن سنا ہے غریب لوگ ہیں...... خیال رکھنا۔"

"جی بہتر میں دھیان رکھوں گی۔" شوہر کی یاد دہانی پر اُم کلثوم نے حامی بھر لی۔

"میں تھوڑی دیر آرام کرلوں' پھر افطاری کا وقت ہو جائے گا۔ عبدالصمد کو فون کرتا ہوں کہ کسی لڑکے کو بھیج کر دوبارہ جنریٹر چلوانے کی کوشش کرے۔" وہ کہتے ہوئے اپنے حجرے میں چلے گئے۔

☆......☆......☆

الحاج عبدالہادی کے حکم کے مطابق اگلے دو دن ڈھیروں ڈھیر افطاری بنی اور محلے بھر میں تقسیم ہوئی۔ گھر میں بھی ملنے جلنے والوں' دوستوں' رشتے داروں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ بیٹے بھی کاروباری حلقے میں مشہور تھے۔ ان کے ساتھی رفقاء بھی ملنے جلنے آنے لگے۔ دوستوں عزیزوں سے معافی تلافی کی درخواست ہوئی۔ احباب دعاؤں کی درخواست کرنے لگے۔ بیٹی بہوئیں اپنی ضروریات زندگی اور کپڑوں کی شاپنگ تیز تر کر کے پیکنگ بھی ساتھ کرتی جا رہی تھیں۔ غرض کہ گھر میں عجب رونق تھی۔ عید سے پہلے عید کا سماں تھا۔ وہ دن بھی آیا جب وہ سب عمرے کی ادائیگی کے لیے اللہ کے گھر پہنچ گئے۔ نماز اور روزوں کا لطف مزید دوبالا ہو گیا تھا۔ سب ہی سحور سے عبادات میں مصروف نامہ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں لکھوانے کے جتن

غزل

ان کی طرف ...... ملاقات ہوگئی
ہم جس سے ڈرتے تھے، وہی بات ہوگئی

رستے میں غیر مل گئے یارات ہوگئی
ان کے لیے کوئی نہ کوئی بات ہوگئی

آئینہ دیکھنے میں نئی بات ہوگئی
ان سے ہی آج ان کی ملاقات ہوگئی

آئے ہیں وہ مریض محبت کو دیکھ کر
آنسو بتا رہے ہیں کوئی بات ہوگئی

تھا اور کوئی پوچھنے والا مریض کا
تم آگئے تو پھر ...... حالات ہوگئی

کب تک بشیر ہو شام کے وعدے کا انتظار
سورج چھپا چراغ تلے رات ہوگئی

(حوالدار بشیر احمد گوندل وفا)
(آف گوجر شریف پنڈ دادنخان)

نمکین غزل

سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
یہ بات ہے تو ہم بھی کنٹیکٹ لینز لگا کر دیکھتے ہیں

سنا ہے دن بھر اس پر مکھیاں بھنبھناتی ہیں
اور رات کو مچھر کاٹ کر دیکھتے ہیں

سنا ہے اسے پسند ہے سرے محل
تو ہم بھی سیاست کا میدان مار کر دیکھتے ہیں

سنا ہے جب وہ نہائے بارش میں
تو دیس نرگ کے بھی جلوے کانپ کر دیکھتے ہیں

سنا ہے اسے گہرا شغف ہی مالداروں سے
تو ہم بھی معجزے اپنے ہنر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے وہ ہمیں وکیل جان کر کتراتا ہے
ہما یہ بات ہے تو اس پر کیس ڈال کر دیکھتے ہیں

(شاعرہ۔ سعدیہ ہما شیخ۔ سرگودھا)

کر رہے تھے۔ نفلی عبادات میں وقت گزار رہے تھے۔

مدینہ میں روضۂ رسول ﷺ کی سنہری جالیوں کو وہ سب پہلے بھی کئی بار دیکھ چکے تھے مگر ہر بار کا لطف نیا تھا۔

''ان شاء اللہ اگلی بار عید کے تین دن خانہ کعبہ اور روضۂ رسول ﷺ پر گزاریں کریں گے۔''

وقت رخصت وہ سب تجدید کررہے تھے۔ سب کو ہی قلق تھا کہ وہ عید ان مقدس مقامات پر نا کرسکے کچھ کاروباری مصلحت بھی درپیش تھی۔

''ان شاء اللہ! اگلے سال ہم سب پھر آئیں گے۔'' الحاج عبدالہادی نے یقین دلایا تو سب کے چہرے کھل گئے۔

''بالکل کاروبار تو سارا سال ہوتا رہتا ہے۔'' بیٹوں نے بھی کہا تو سب الوداعی نگاہ ان مقدس مقامات پر ڈال کر ہوٹل لوٹ آئے تاکہ سامان اٹھا کر ایئرپورٹ کے لیے وقت پر نکل سکیں۔

''دوران پرواز سب کے چہرے کھلے کھلے تھے کہ انہوں نے عمرے کی ادائیگی کرلی تھی۔

☆......☆......☆

اپنے ملک پہنچ کر عزیزوں کو اطلاع دے دی گئی کہ وہ سب خیریت سے پہنچ گئے ہیں...... سوشل میڈیا کے ذریعے وہ سب مختلف مقامات کی تصاویر پہلے ہی واٹس ایپ اور فیس بک اسٹیٹس کے ذریعے پھیلا چکے تھے۔ سب انہیں ریسیو کرنے ایئرپورٹ آنا چاہ رہے تھے مگر انہوں نے سب کو گھر پہنچنے کا کہا تاکہ ایئرپورٹ پر رش نہ ہو۔ ایئرپورٹ پر کیا ملنا ملانا ہوتا۔ گھر میں سکون سے مل بیٹھنے کا موقع ملتا۔

ایئرپورٹ سے گھر تک کے لیے بیٹوں نے ہائی روف بک کروالی تھی۔ یہ قافلہ اپنے گھر کی طرف سفر کرنے لگا۔ گلی میں کافی رش تھا۔ جس کی وجہ سے ہائی روف اندر نا جاسکی۔ کافی محلے دار کھڑے تھے۔

الحاج عبدالہادی کا چہرہ تمتمانے لگا۔ متقی و پرہیزگاری کے باعث ان کا گھرانہ محلے میں ہر دلعزیز تھا۔

''آگے ٹینٹ لگا ہوا گاڑی اندر نہیں جا پائے گی۔''

مجمع میں سے کسی نے آواز لگائی تو گاڑی کو بھی بریک لگ گئے۔ اُم کلثوم کی عالمہ بہوئیں اور بیٹی خود کو اچھی طرح چھپائے تیزی سے گھر کی طرف جانے لگیں۔ لوگوں نے احتراماً راستہ دے دیا تھا۔ سو وہ سب تیزی سے گزر گئیں۔

''عمرہ مبارک ہو الحاج عبدالہادی......'' بیٹے سامان نکالنے لگے تھے۔ جانے پہچانے لوگوں کا ہجوم ان کی طرف امڈ آیا تھا۔

''الحمدللہ! پانچواں عمرہ کرکے آیا ہوں۔'' وہ تمتماتے چہروں کے ساتھ پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے بتا رہے تھے۔ مبارک سلامت کا شور بھی اٹھ رہا تھا۔

''یہ ٹینٹ کیوں لگا ہے؟''

مجمع تھوڑا منتشر ہوا تو ان کی نظر ٹینٹ پر پڑی۔ وہ چند قدم آگے آئے تھے۔ جب ان کی نظر چار پائیوں پر پڑی۔ چھ چار پائیاں تھیں جن کے اوپر کپڑا پڑا ہوا تھا۔

''اینٹوں والے مکان میں رہنے والے نے اپنے چاروں بچوں اور بیوی کو زہر دے کر مار دیا اور خود بھی مرگیا۔ وہ گھر قدوس بھائی کا ہے اور یہ لوگ ان کے دور کے رشتے دار تھے۔ مرنے والا بہت مقروض تھا۔ کھانے کے لالے پڑے تھے نا چھت تھی، قدوس بھائی نے اپنے خالی گھر میں رہنے کا آسرا دے دیا مگر کمائی کا ذریعہ نہ ہونے کی وجہ سے آئے دن فاقہ ہوتا تھا...... محلے میں سے کبھی کسی کے گھر سے بچی کچھی افطاری آجاتی تھی تو کھا پی کر گزارا کرتے تھے۔ پچھلے تین دن سے کچھ کھانے کو نہیں ملا تو مرد نے بچوں، بیوی کو زہر دے کر خودکشی کرلی۔'' پڑوسی علی حسن افسوس کا اظہار کرتے انہیں بتا رہے تھے اور وہ دعا کرتے افسوس کررہے تھے۔

''او بھائی...... میرے پیسے دو تاکہ میں نکلوں۔'' ہائی روف میں بیٹھا ڈرائیور سر باہر نکال کر تیز آواز میں الحاج عبدالہادی کو آواز لگا رہا تھا۔ وہ چونک کر اس تک آئے۔ سارا راستہ ڈرائیور بڑی عقیدت سے ان کے سفر کی روداد سنتا آیا تھا۔

یہ جان کر کے وہ کئی بار حج اور عمرے کا شرف پاچکے ہیں۔ از حد متاثر ہوا تھا اب پیسے کے لیے آواز لگاتے اس کا لہجہ احترام سے عاری تھا۔ بیٹے سامان رکھنے اندر چلے گئے تھے۔ اپنا بٹوا نکالتے الحاج عبدالہادی اس تک آئے تھے۔

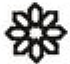
''وہ غریب تین دن سے بھوکا بچوں، بیوی کو قتل کرکے مرگیا اور یہ ہیں کہ میں پانچواں عمرہ کرکے آیا ہوں۔ جب اللہ ان سے پوچھے گا کہ خلق خدا بھوک سے زہر کھا رہی تھی تم کہاں تھے تب جانے کیا جواب دیں گے کہ حج اور عمرہ کی گنتی کرتے اگلے سال پھر سے اضافہ کرنے کی پلاننگ کررہے تھے...... ہونہہ بے حسوں کا محلہ۔'' ڈرائیور بھی ہونے والے سانحے کے متعلق سن کر دکھ سے بڑبڑا کے رہ گیا۔

الحاج عبدالہادی کے قدم اس کی بڑبڑاہٹ سے ڈگمگا سے گئے۔

''دنیا دکھاوے کو میلوں دور جا کے عمرہ کرکے ثواب کمانے کی بجائے چند قدم چل کر غریب کو دو وقت کی روٹی کا آسرا دیتے تو شاید آج وہ زندہ ہوتا...... لیکن تم جیسوں کو تو عمرہ اور حج کے نمبر گنوانے کا شوق ہے ناں......'' پیسے لیتے ڈرائیور نے ایک تلخ نگاہ ان پر ڈال کر گاڑی گھمائی اور الحاج عبدالہادی گنگ رہ گئے تھے۔ گلے میں پڑے پھولوں کے ہار انہیں آگ میں تپتی زنجیر لگنے لگے۔

کس قدر امیر تھے وہ کہ ہر سال ان کا خاندان عمرہ کرتا تھا۔ ہر سال کوئی نہ کوئی فرد حج کے لیے جاتا تھا لیکن غریب دل تھے جو کسی مجبور کی دو وقت کی روٹی کا آسرا نا کرسکے۔

الحاج عبدالہادی سوچ میں پڑ گئے تھے...... جب ان کے روزے، نماز، حج وعمرہ کی ادائیگی نفلی عبادات ان کے منہ پر مار کر ان اموات کا حساب لیا جائے گا تو روز محشر وہ کیا منہ دکھائیں گے، کیا جواب دیں گے......''



نیک بخت

صبا ایشل

یہ عجب صورتِ حال ہوئی جاتی ہے
رات کے بعد یہاں رات ہوئی جاتی ہے
وہ تو اب بھی مکمل ہے کسی پتھر کی طرح
ریزہ ریزہ میری ذات ہوئی جاتی ہے



”اماں...... یہ کیا کیا؟ آپ نے پھر سے اتنے روپے شبراتن خالہ کو پکڑا دیئے۔ اب پورا ماہ کیسے گزارا کریں گے۔ پچھلے ماہ بھی ایسے ہی کئی نوٹ ادھار کے نام پر خالہ نے لیے تھے وہ تو واپس نہیں کیے اور آپ نے اسے اور روپے دے دیئے؟“ وہ غصے سے کھول رہی تھی' لیکن مجال ہے جو اس کی اماں کے ماتھے پر کوئی ایک شکن بھی آئی ہو۔

”اسے ان پیسوں کی مجھ سے زیادہ ضرورت تھی۔ ہمارا کیا ہے' دو جی ہیں کھانے والے۔ اللہ بخشے تیرے ابا کی بھلے وقتوں میں سرکاری نوکری لگ گئی تھی۔ گزر بھی گئے تو اللہ پورا کیے جا رہا ہے۔ اس بیچاری کا تو کوئی آسرا ہی نہیں۔ شوہر کو بیماری کھا گئی۔ بیٹی ابھی کم عمر ہی تھی' جیسے تیسے کر کے اس کی شادی کی' اب کم سن بیٹے ریڑھی لگا کر کیا کما لیتے ہوں گے۔ صرف پیٹ ہی تو نہیں' ان بچوں کی پڑھائی' اس کے علاوہ اور ضروریات بھی ہیں۔ میں نے تو کہہ دیا ہے شبراتن سے کہ ہر ماہ مجھ سے کچھ پیسے لے لیا کرے۔ دینا دلانا بعد کی بات۔“ اماں رسان سے کہتے ہوئے پان پر چونا کتھا لگاتی رہیں اور نیک بخت غصے سے ماں کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

”کبھی کبھی تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے آپ میری سوتیلی ماں ہیں۔“ اس کے دل کی کڑواہٹ زبان کی نوک پر آ ہی گئی۔

”ایسے نہیں کہتے۔ پھر میں یہ سودا شبراتن کے لیے نہیں اپنے لیے کر رہی ہوں۔ تجھے سمجھنے میں بہت وقت لگے گا۔“

”عید آ رہی ہے اس بار میں نے تین سوٹ سلوانے ہیں۔ سوچا تھا اب کی بار پہلے ہی کہہ دوں گی کہ ہر بار کی طرح اس بار مجھے ایک آدھ سوٹ پر ٹرخا کر لوگوں کو عیدی دینے نہ چل دینا لیکن یہاں تو برسوں کا خاکہ مکمل ہو گیا ہے۔ کہنے سننے کو میں اکلوتی اولاد ہوں۔ لیکن اللہ گواہ ہے اکلوتی اولاد کی محبت پانے کے لیے میں ترس کر رہ گئی ہوں۔ چند ہزار کی پنشن میں سے بھی اب ایک حصہ شبراتن خالہ کو جائے گا۔ یعنی پورا ماہ گن گن کر خرچ کرنا ہوگا۔ پکوڑے' پاپڑ کا خرچہ تو اب برداشت ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک گھس کر انگوٹھے کی کھال نہ چھل جائے' نئی جوتی کا خواب نہیں دیکھ سکتی۔“ نیک بخت کی سوچ خود اس کے لیے بہت تکلیف دہ ثابت ہو رہی تھی۔

”اللہ کا شکر ادا کیا کر نیک بخت کہ اس نے ہمیں دینے والوں میں رکھا' لینے والوں میں سے نہیں اور اتنی سی پنشن نہیں ہے یہ پورے پانچ ہزار ہیں۔ اللہ بخشے میرے ابا کی تنخواہ صرف چار سو روپے ہوا کرتی تھی اور اس میں سے بھی وہ دوسروں کا حق نکالا کرتے تھے۔ کسی کی مدد کرنے سے کمی نہیں ہوتی بلکہ اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اللہ بخشے میری بہشتی اماں بی جب بھی کسی کی مدد کرتیں' آسمان کی جانب نظر اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کرتیں اور ہمیشہ کہتیں کہ یہ سب میں کسی کے لیے نہیں' اپنی ذات کے لیے کر رہی ہوں۔ اپنی قبر اور ایمان روشن کر رہی ہوں۔ میرا اللہ اسے قبول فرمائے۔ اللہ جانتا ہے جب تک اماں بی زندہ رہیں' کبھی گھر میں فاقہ یا پریشانی نہ دیکھی' اگر اچانک کبھی کوئی پریشانی آ بھی جاتی تو جیسے غیب سے ہی سارے مسائل حل ہو جاتے۔ اماں بی کہا کرتی تھی کہ یہ سب دوسروں کی مدد کرنے اور توکل کا پھل ہے کہ اللہ ہمیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا' مایوس نہیں ہونے دیتا اور تو دیکھتی آ رہی ہے کہ آج تک مجھے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑا' تیرے ابا چلے گئے لیکن اس پاک ذات نے ایسا سبب بنا دیا کہ ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں۔ بے شک یہ اس کا احسان اور کرم ہی تو ہے ورنہ ہم کیا' ہماری اوقات کیا۔“

”دیکھیں اماں آپ کی یہ صبر و شکر کے اسباق میری سمجھ میں تو نہیں آتے۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ ابا کی اس پنشن سے ہم کوئی محل تو کھڑا نہیں کر سکتے' لیکن سکون سے اچھی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ میری بھی کچھ خواہشات ہیں لیکن آپ ہر ماہ میری خواہشات پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ آپ وہی کرتی ہیں جو آپ چاہتی ہے پھر چاہے اس سے آپ کی اکلوتی بیٹی کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔“ وہ پیر پٹختی اٹھ کر چل دی۔

”میرے اللہ...... بچی ابھی

غلطیوں پر درگزر کرنا۔“ گہری سانس لے کر اماں نے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر آسمان کی طرف نظر کرکے زیر لب بڑبڑائیں۔



”بس بھی کر جاؤ اماں...... کب تک آنسو بہاتی رہوگی۔“ اس نے مرونڈا پانی کا گلاس بھر کر اماں کے سامنے پٹخا۔ لبالب بھرے ہونے کی وجہ سے گلاس سے کچھ پانی چھلک گیا تھا۔

”مانتی ہوں کہ شبراتن خالہ آپ کے بہت قریب تھیں لیکن جب انہوں نے آپ کی پروا نہیں کی تو آپ کیوں رو رہی ہیں۔ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا کہ ہماری ان سے جان چھوٹی۔“ چھاج سے چاول اڑاتے ہوئے اس نے آخری جملہ ایسے بڑبڑاتے ہوئے ادا کیا کہ اماں کی نظر اگر اس کی طرف ہوتی، تو بھی وہ اس کے ہونٹوں کی جنبش ہی محسوس کر جاتیں۔

”بات پروا کی نہیں ہے نیک بخت، بات تو رزق کی ہے۔ ہمارا دانا پانی ہمیں کھینچ لے جاتا ہے۔ شبراتن کا دانا پانی اس شہر سے اٹھالیا گیا تھا۔ اسی لیے تو اسے وہاں جانا پڑا۔“ واجبی سی تعلیم یافتہ اماں کی ایسی باتیں نیک بخت کو بھلا کب سمجھ میں آتی تھیں۔

”شکر ہے اس کا دانا پانی اٹھالیا گیا ورنہ وہ آرام سے ہماری جان چھوڑنے والی نہیں تھیں۔“ نیک بخت نے اب کے ہونٹوں کو حرکت دیئے بنا دل ہی دل میں سوچ کو الفاظ کا پیرہن دیا۔

”پتا نہیں پرائے شہر میں بے چاری کہاں کہاں رل رہی ہوگی۔ معلوم نہیں، صحیح جگہ پہنچ بھی گئی کہ نہیں۔ اسے کہا تو تھا کہ پہنچتے ہی خیریت سے آگاہ کرے۔ ایسا کرتی ہوں منشی صاحب کی دکان سے پتا کرآتی ہوں شبراتن کا فون آیا کہ نہیں۔“ اماں بے حد پریشان ہوکر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”اماں...... شبراتن خالہ دوسرے محلے نہیں، دوسرے شہر گئی ہیں۔ ابھی تو دوسرے شہر کی بس کے مسافر بھی پورے نہیں ہوئے ہوں گے پہنچنا تو دور کی بات ہے۔ تین چار گھنٹے سے پہلے وہ نہیں پہنچیں گی اور منشی صاحب کو فون آیا تو وہ بچے کو دوڑا دیں گے۔ خوامخواہ پریشانی میں کچھ بھی سوچ رہی ہیں۔“ پھونک سے چھاج سے چھلکے اڑا کر اس نے ماں کی طرف دیکھ کر بات پوری کی۔

”ایک تو یہ شبراتن خالہ، اچھا ہی ہوا جو چلی گئیں۔ اماں کی دوست کم مجھے میری سوتن زیادہ لگنے لگی تھیں۔“ اس کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے۔

”اللہ جانے کس گناہ کی سزا ملی، جو اللہ نے نیکی کرنے کا موقع چھین لیا۔ نیک بخت، تیری نظر میں کوئی غریب نادار گھرانہ ہو تو مجھے بتانا۔ جب رقم کا ایک حصہ مختص کر ہی دیا گیا تو کسی نہ کسی کا بھلا کرتے ہی رہنا چاہیے۔ یہ تو بہت چھوٹی بات ہوجائے گی کہ ہم سودا کرکے پیچھے ہٹ کر آسانی قبول کرلیں۔“ اماں ذہن میں مثبت سوچ آتے ہی خود کو ہلکا محسوس کرنے لگیں، ادھر نیک بخت کے سینے میں جیسے الاؤ دہک اٹھا۔ چھاج زور سے پٹخ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اسے کیا ہوا؟“ اماں حیرانی سے اس کی پشت دیکھتی رہ گئیں۔



”ایک نہ دو اوپر تلے تین تین مصیبتیں آگئیں۔ دن رات سب کے ناز نخرے اٹھاتی رہوں، پھر بھی ریں ریں لگائے رکھتے ہیں۔ ایک میری اماں تھیں، ایک بیٹی پیدا کرکے سب کچھ دنیا کو لٹاتی رہیں ہمیشہ کہتی رہیں، سودا کررہی ہوں، واپس ملے گا ہونہہ سب لوٹ کر کھاگئے۔ کسی نے پیٹ بھر کر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ اگر میری جگہ میری اماں ہوتیں ناں تو بھوکا ماردیتیں تم سب کو ارے فاقے ہو رہے ہوتے فاقے۔ یہ لوٹوٹ پڑو اب سب۔ سارا دن روزہ رکھ کر بھوکی مرتی ہوں اور ان نمونوں کو پکا پکا کر کھلاتی ہوں۔ زندگی تو جیسے عذاب ہے۔“ نیک بخت نے عجیب سی شکل والا ملغوبہ بڑی پلیٹ میں ڈال کر بچوں کے سامنے پٹخا۔ غور سے دیکھنے پر کھیر سے ملتی جلتی کوئی چاول کی نمکین ڈش معلوم ہورہی تھی۔ معصوم بچے حیرت سے ماں کو تک رہے تھے۔ جس کی کبھی کوئی ایک بات ان کے پلے نہیں پڑی تھی۔

ماہ و سال گزرتے رہے تھے شبراتن بوا کو ایک دور کے رشتے دار نے اپنے شہر میں کسی سرکاری اسکول میں صفائی ستھرائی کے کام کے لیے رکھوا دیا تھا۔ نیک بخت کا بھلا رشتہ آیا، لڑکا اکلوتا تھا ماں باپ جہان فانی سے رخصت ہوگئے تھے۔ تنک مزاج نیک بخت کے لیے ایسا رشتہ ہی بہتر تھا، اماں نے دیر کرنا مناسب نہ جانا۔ بیٹی کے ہاتھ پیلے کرکے جیسے اماں نے سانس لینے سمیت اپنے حصے میں آئے دنیا کے سب ہی کام ختم کرلیے۔ خاموشی سے ایک رات آخری ہچکی لی اور دنیا فانی کو الوداع کہہ گئیں۔ جب تک اماں زندہ رہیں، ان سے شبراتن خالہ کی خیر خبر ملتی رہتی۔ اماں کے انتقال کے تیسرے روز بھی شبراتن خالہ آئیں اور ایسا روئیں کہ انہیں سنبھالنا مشکل ہوگیا تھا۔ نیک بخت اماں کی بیٹی تھی لیکن ایسا دکھ تو اسے بھی نہ ہوا تھا کہ بے سدھ ہی ہوجاتی۔ شبراتن خالہ کے بار بار بے ہوش ہوجانے کو ڈھکوسلا سمجھ کر طنزیہ نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتی رہی۔ دل میں تو کئی بار آیا کہ آج ان سے پچھلے سارے حساب بے باق کرلے لیکن مجبوری تھی کہ اس موقع پر یہ مناسب نہ تھا۔ خالہ جہاندیدہ تھیں، انہوں نے بھی شاید نیک بخت کی آنکھیں اور ماتھے پر لکھی ناگوار سطریں پڑھ لی تھیں، جب ہی تو ایسا گئیں کہ پھر واپس لوٹ کر نہ خود آئیں اور نہ کبھی حال پوچھا۔

ادھر نیک بخت کے تین سالوں میں اوپر تلے تین بچے ہوئے۔ پہلے بیٹی اور اس کے بعد دو بیٹے۔ بیٹی اب سات برس کی تھی اور بیٹے بالترتیب چھ اور پانچ سال کی عمروں کو پہنچ گئے تھے۔ کچھ لوگ اتنے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ انہیں وقت اور حالات دونوں مل کر بھی نہیں بدل پاتے۔ نیک بخت بھی ان میں سے ایک تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مزاج کی تلخی، بدمزاجی میں ڈھل گئی۔ شوہر شریف آدمی تھا، سارا دن حساب کتاب کے چکروں میں لگا رہتا اور شام کو جو روکھی سوکھی ملتی، نیک بخت کی جلی کٹی کے ساتھ اپنے اندر انڈیلتا جاتا۔ مجال ہے جو کبھی اس کے ماتھے پر شکن بھی آئی ہو۔ نیک بخت شام سے رات تک جانے کتنی مرتبہ

آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل

ماہنامہ
حجاب
کراچی

محبت نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں

میرے خواب زندہ ہیں
محبت و بے وفائی مرد کا شیوا ہے، وہ اس میں کسی مقام تک جاسکتا ہے، نادیہ فاطمہ رضوی کی خوب صورت تحریر

شب آرزو تیری چاہ میں
محبت و جذبات اور خودسری کا اثر لیے ایک پراثر دلکش تحریر نائلہ طارق کے قلم کا ایک نیا انداز، ایک نئی کہانی

عشق دی بازی
خاندانی رسم و رواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر

اس کے علاوہ دنیا ادب کے نئے ستارے ہر ماہ اس میں شامل ہیں

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

Infoohijab@gmail.com
021-35620771/2
0300-8264242

اماں کی نادانیوں کے قصے سناتی۔

"پرانے محلے کے مقصود چچا کی بیٹی کے بیاہ میں دو سوٹ دے سکتی تھیں، لیکن نہ جی اماں آپ بہت سخی تھیں اسی لیے ہاتھ سے کنگن اتار کر بیچ دیا اور شیشم کی لکڑی کے دو پلنگ سمیت چار کرسیاں، سنگھار میز اور کھانے کا خرچ بھی اٹھالیا۔ اس زمانے میں پورے تین بڑے پتیلے بھر بھر کے پکے تھے۔ خلقت مہینوں کھانا یاد کرتی رہی تھی۔ اماں چاہتی تو تبھی سب ان کے خرچ کیے آدھے پیسوں میں ہو جاتا مگر نہیں بھئی ان میں اتنی عقل ہوتی تو آج ان کی اولادیں رل رہی ہوتیں۔ جتنا کچھ لوگوں کو لٹایا اتنا میرے لیے جمع کیا ہوتا تو ہمارا یہ دومنزلہ گھر، سفید سنگ مرمر کا مرمریں محل ہوتا ہک ہا کیا عیش ہوتے۔"

"سب سے زیادہ ناانصافی تو اماں نے میرے ساتھ شبراتن خالہ کے معاملے میں کی۔ کئی سال چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے لیے تل تل مارا کیا دالیں، کیا چاول، اجناس، غلے اور کپڑا غرض یہ کہ ہر چیز میں شبراتن خالہ کا حصہ بھیجنا فرض سمجھتی۔ برسوں کھاتی رہیں اور جب ادائیگی کا وقت آیا تب گمشدہ ہوگئیں۔ کاش میرے پاس شبراتن خالہ کی کوئی فوٹو ہوتی، ملک کے سب سے بڑے اخبار میں اعلان گمشدگی کا اشتہار لگوا دیتی اور ایک ایک چیز کا حساب لیتی۔" اس کی بات کا اختتام ہمیشہ شبراتن خالہ پر ہی ہوتا تھا۔ عید، شب برات ہو کوئی اور تہوار ہو، بچوں کی فیس دینی ہو یا بجلی پانی کا بل مہینے کے شروع میں راشن منگوانا ہو، پانی کا نل ٹھیک کروانا ہو۔ یہاں تک کہ کچے گھر سے دومنزلہ پکے گھر کی تعمیر کی ایک ایک اینٹ لگوانے کے ساتھ اسے شبراتن خالہ کا حساب کتاب ہی یاد آتا۔ بات کسی کی بھی ہوتی وہ گھما پھرا کر اپنے دل پسند نقطے پر کھینچ لایا کرتی۔ اس کی سنائی کتھائیں بے چارے میاں کو لفظ بالفظ ازبر ہوگئی تھیں لیکن اس کی ہمت کو داد کہ برداشت کا پیمانہ لبریز ہونے کا نام نہ لیتا تھا بالکل ایسے ہی جیسے نیک بخت ایک جیسی داستانیں روز سناتے ہوئے ذرا بھی نہ اکتاتی تھی۔

اماں آپ چلی گئیں لیکن شاید جاتے ہوئے نیک بخت کی مسکراہٹ اور دل کا سکون دونوں ہی لے گئی تھیں۔

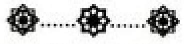
اپنے اندر کی کڑواہٹ کا زہر وہ اب غیر محسوس طریقے سے بچوں کے اندر اتار رہی تھی اور اس کا اسے احساس بھی نہیں تھا۔ اندر کی میل جب باہر کی خوب صورتی پر حاوی ہو جائے تو صرف چہرہ نہیں پوری شخصیت ہی بدصورت نظر آنے لگتی ہے۔ نیک بخت کا بھی صرف نام ہی نیک بخت رہ گیا تھا۔ نام کے برعکس اس کی شخصیت کی ساری اچھائیاں مسخ ہو کر رہ گئی تھی۔ اگر کچھ نظر آتا تو اس کی بدمزاج، جھگڑالو اور بخیل فطرت اور فطرت بھلا کب بدلتی ہے۔

"امی...... امی...... نانو اماں بہت گندی تھیں، اسی لیے آپ کو اچھی نہیں لگتی تھیں ناں؟" وہ اپنی بھڑاس نکال کر جانے کہاں کھوئی ہوئی تھی کہ اس کی بیٹی نے اس کے پاس آ کر اپنی سمجھ کے مطابق بات کی۔

"میری ماں گندی......!" وہ غصے میں پڑ گئی۔

"چل بھاگ یہاں سے۔ فضول باتیں کرنے کے علاوہ تجھے کوئی کام نہیں۔" اس نے ایک زوردار دھمو کا بیٹی کی کمر پر جڑ دیا۔ ماں کو ایک بار پھر غصے میں دیکھ کر سہمی ہوئی بیٹی کے حلق سے رونے کی آواز تک نہ نکلی ہاں شفاف آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو بھر آئے جنہیں ہاتھ کی پشت سے پونچھتے ہوئے وہ ننھی معصوم کلی کمرے سے باہر نکل آئی۔

نیک بخت نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ تو بیٹی کی بات سن کر الجھ کر رہ گئی تھی۔ اس نے اتنی بڑی بات کیسے کہہ دی تھی۔ اپنی چیز کو لاکھ برا بھلا کہو محسوس نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی دوسرا آ کر ایک انگلی ہی اٹھا دے تو بہت دکھ ہوتا ہے، زمین آسمان ایک کر دینے کا دل چاہتا ہے۔ یہی نیک بخت کے ساتھ ہوا۔ عمر بھر ماں کو غلط کہتی رہی اور احساس تک نہ تھا کہ کیا کر رہی ہے۔ آج اس کی اپنی بیٹی اس کی ماں کی حیثیت پر سوال اٹھا گئی تو شدید غصہ آیا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس کی ماں کو غلط کیسے کہا جا سکتا ہے وہ تو ساری عمر اچھے کام کرتی رہی تھیں۔ برے بھلے کے فرق میں الجھتی وہ نیند کی وادی میں کھو گئی۔



اس دن صبح سے ہی ماحول میں عجیب سی یاسیت تھی۔ نیک بخت کا سر جانے کیوں بار بار چکرا رہا تھا۔ بے کلی بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک عرصے بعد خلاف معمول اس گھر کی فضا پر سکون محسوس ہو رہی تھی نہ کوئی اخ پخ نہ نیک بخت کو سنائی دے رہے تھے۔

"نیک بخت...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟ آج گھر میں بڑی خاموشی ہے؟" سحری کرتے وقت اس کا میاں بھی حیران تھا۔

"اتنے سال شور مچاتی رہی، تب تو کچھ نہ پوچھا۔ آج خاموش ہوں تو میری پروا ہو رہی ہے۔" وہ بھی نیک بخت تھی بھلا تیور دکھائے بنا کیسے بات کر سکتی تھی۔

"یہ لو پانچ ہزار ہیں۔ کل دکان پر کام زیادہ تھا ناں اسی لیے دیر سے گھر آیا، تم سو رہی تھیں اسی لیے کل کی کمائی تمہیں نہ پکڑا سکا۔" اس نے پانچ نوٹ نیک بخت کی طرف بڑھائے۔ جسے اس نے خاموشی سے تھام لیا۔ جانے کیسا انسان تھا یہ جتنا کماتا تھا سب لا کر اس کے سامنے دھر دیتا تھا اور کیسی عورت تھی نیک بخت کہ ایسا بھلا خاوند پا کر بھی کڑھتی تھی۔

"تم مجھے کمائی لا تو دیتے ہو، کبھی یہ کیوں نہ پوچھا کہ میں اسے کہاں کیسے خرچ کرتی ہوں؟" آج جانے نیک بخت کے خیالات کیسے بدلے ہوئے تھے۔

"میں تمہارا ہوں اور میری کمائی بھی تمہاری ہے۔ اپنوں سے ان کی چیز کے بارے میں کیا پوچھنا۔ جہاں ضرورت ہوگی وہیں خرچ ہوتا ہوگا ناں۔" بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تھا۔ نیک بخت کی بے کلی اور بڑھ گئی۔

رات خواب میں اس نے اماں کو دیکھا تھا۔ اماں کسی خوب صورت جگہ پر، بہت باوقار انداز میں سفید لباس پہنے سرخ گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھیں۔ اس جگہ کی فضا میں عجیب سی دل لبھانے والی خوشبو تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کی ہواؤں میں گلاب گھلے ہیں۔ اماں کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ بہت سکون میں ہیں۔ ان کے آس پاس لوگوں کا ہجوم تھا جو ان سے ملنے کی طلب رکھتے تھے۔ وہ سب سے بہت تپاک سے بات کر رہی تھیں۔ نیک بخت کا بھی ان

غزل

زندگی تلخ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں
روح اک سوزِ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں
کارواں کے ہجر سے گم ہوگیا نقش سفر
جستجو گم گشتہ منزل کے سوا کچھ بھی نہیں
تیری امیدیں بر آئیں نکلے یہ دل سے سدا
پاس لیکن سوزشِ دل کے سوا کچھ بھی نہیں
اک بھنورے کے ملن پہ ناز تھا گل کو بہت
آج لیکن ماتم گل کے سوا کچھ بھی نہیں
زیست کی رنگینیاں، رعنائیاں ہیں سب ہی بھید
چار سو میدانِ چٹیل کے سوا کچھ بھی نہیں

(سائرہ حمید تشنہ...... فیصل آباد)

راکھ کے جزیروں سے

یہ کیسی خبر لائے ہو
اس شہر کو تو میں نے
اپنے ہاتھوں سے جلایا تھا
یاد کی فصیلوں کو
ساتویں سمندر میں
راکھ کے جزیروں کی
کہانی میں پرویا تھا
اس شہر کے پرندو
یہ کیسی خبر لائے ہو
میں نے تو سارے زخموں کو
سینے میں سمویا ہے
ذرا جا کر یہ پوچھو تو
کہ وہ جو میرا قاتل تھا
آج وہ کیوں رویا ہے؟

(نامعلوم...... سمندری فیصل آباد)

سے بات کرنے کا دل ہوا تو وہ بھی ہجوم میں شامل ہوگئی۔ اماں کے سامنے آئی تو چاہتی تھی کہ ان کے سینے سے لگ جائے لیکن حیرت کہ اماں نے رخ موڑ لیا۔

”یہ ناشکری عورت اس پاک جگہ کیسے آگئی' باہر نکالو اسے۔“ اس کے کانوں میں گونجنے والی آواز بلاشبہ اماں کی تھی کچھ لوگ اسے باہر دھکیلنے لگے وہ کوشش کر رہی تھی کہ اماں تک دوبارہ پہنچ جائے اور انہیں بتائے کہ وہ ان کی ہی بیٹی ہے لیکن اس سے پہلے ہی کسی نے اسے زور کا دھکا دیا اور وہ جیسے کسی اونچے مقام سے نیچے گرنے لگی۔ آنکھ کھلی تو اس کی سانسیں بے ترتیب تھیں۔ حواس بیدار ہوئے تو سوچیں بھی منتشر ہوتی ہوئی ایک نقطے پر منجمد ہوگئیں ناشکری عورت پھر بستر سے اٹھ کر کام کرنے کے دوران ان کا ذہن انہیں دو الفاظ میں اٹکا رہا۔

بچے اسکول سے آئے تو اس نے ان کے کپڑے بدلوا کر انہیں کھانا گرم کرکے دیا۔ اس سے پہلے وہ چیختی چلاتی اور شور مچاتی رہتی تھی۔ بیٹی کی تو شامت آئی رہتی تھی' الماری کی طرف بھاگتی کہ بھائیوں کے کپڑے نکال لائے کہ ماں کے چلانے کی آواز سنائی دیتی ”یہ بستے اٹھا کر اندر لے جاؤ۔“ بستہ ابھی ہاتھ میں ہوتا کہ بھائیوں کو کھانا نکال کر دینے کا حکم نامہ جاری ہوجاتا۔ بے چاری سات سالہ فیروزہ ہر طرف سہمی سہمی دوڑتی۔ کہیں کسی بات پر ماں کا پارہ نہ چڑھ جائے لیکن وہ بھی نیک بخت تھی اسے بھلا بولنے کے لیے بہانے کی کیا ضرورت تھی اس کا جب دل کرتا شور مچا کر شوق پورا کرلی رہتی۔

آج بچے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے سوال پوچھ رہے تھے۔ نیک بخت سب سمجھ کر بھی انجان بنی خاموش رہی۔ جانے کیوں اس کے دل کو چین ہی نہ آرہا تھا۔ دروازہ پیٹنے کی آواز آئی تو وہ حیران ہوئی۔ اس کے ہاں پڑوسیوں کی بھی شاذ و نادر ہی تشریف آوری ہوتی تھی تو یہ بھری دوپہر میں کون چلا آیا تھا۔ حیرت میں گھری وہ دروازے تک پہنچی۔ دروازے کے پٹ وا کیے باہر لمبی چمچماتی سیاہ گاڑی کھڑی تھی۔ دروازہ سفید وردی والے ڈرائیور نے کھٹکایا تھا۔ جواب اس کے دروازہ کھولنے پر واپس مڑ کر گاڑی کے پچھلا دروازہ کھول رہا تھا۔ سیاہ جوتے والے پیر باہر آئے۔ اس کے سامنے دو خوب صورت اور دیکھنے میں بہت امیر نوجوان کھڑے تھے۔ وہ مرعوب تو ہوئی لیکن یہ ہیں کون یہ سوچ کر کچھ پریشان بھی تھی۔

❁.......❁.......❁

یہ وہ ڈائری ہے' جس میں امی نے ایک ایک پائی درج کی ہے' آپ کی والدہ نے دی' آپ دیکھ سکتی ہیں۔“ ایک نوجوان نے مٹیالی جلد والی ڈائری کے ورق کھول کر اس کی طرف بڑھائی۔

کچھ دیر قبل جب اس نے انجان چہروں کو دیکھا تو وہ شدید حیران ہوئی تھی لیکن جب انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ وہ شبراتن خالہ کے بیٹے ہیں تو نیک بخت کی حیرانی حد سے سوا تھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ خود کو ہوش میں رکھتے ہوئے اس نے انہیں اندر بٹھایا' رسمی حال احوال پوچھا۔

”آج ہم جو کچھ بھی ہیں اس میں امی حضور اور فراز چچا (دور کے چچا) کے بعد آپ کی اماں کا ہاتھ ہے۔ وہ نہ ہوتیں تو غالباً آج ہم اس قابل نہ ہوتے۔ آج سے پندرہ بیس برس قبل جب ابا کا انتقال ہوا ہماری جو حالت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہ تھی۔ ہمدردی تو سب کرتے تھے' لیکن ساتھ چند ایک نے دیا۔ آج ہم تینوں بھائی پڑھ لکھ کر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ امی حضور جب تک زندہ رہیں' ہمیں تاکید کرتی رہیں کہ پیروں پر کھڑا ہوتے ہی سب قرضے ادا کردیں۔ میں پڑھائی کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا۔ ایک سال قبل آیا' تو علم ہوا کہ خالہ کا گھر نیک بخت باجی نے بیچ دیا۔ ایک ضروری کام کے سلسلے میں جلدی واپس جانا پڑا۔ اس بار ہم دونوں اسی ارادے سے واپس آئے کہ آپ کو ڈھونڈ نکالیں گے۔ اللہ کی کرنی کہ پرانے محلے میں ابھی کچھ بزرگ لوگ موجود ہیں' ان کی مدد سے ہی یہاں تک آئے ہیں۔ آپ کی امانت آپ کو سونپ کر نا صرف ہم پُرسکون ہوں گے بلکہ اماں کی روح کو بھی خوشی ہوگی۔ اتنی

دیر کرنے کے لیے ہم آپ سے دلی معذرت چاہتے ہیں۔“ شبراتن خالہ کے بڑے بیٹے نے انتہائی مودبانہ انداز میں اپنی بات مکمل کی اور ایک لفافہ نیک بخت کی طرف بڑھایا۔

نیک بخت کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں۔ رات والا خواب اور اماں کے الفاظ دونوں ہی آنکھوں اور سماعتوں سے ٹکرا رہے تھے۔ ایک آواز گونج رہی تھی۔

”ناشکری عورت۔“

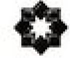
نیک بخت کی خاموشی کو جھجک سمجھ کر اس نے آگے بڑھ کر لفافہ اس کی گود میں رکھ دیا۔ نیک بخت ڈر کر ایسے اٹھی جیسے کسی نے دہکتے انگارے جھولی میں ڈال دیئے ہوں۔ دونوں نفوس حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ اسے ایسا لگ رہا تھا' جیسے اماں کی' کی ہوئی نیکیاں اس کے منہ پر ماردی گئی ہوں۔ وہی نیکیاں جن کا رونا روتے وہ ایک پل نہ تھکتی تھی۔ اچھا شوہر' صحیح سلامت بچے' گزر بسر کے لیے بہترین روزگار' گھر' صحت مند زندگی' سینکڑوں ہزاروں نعمتیں میسر تھیں' پھر بھی وہ ناشکری کرتے نہیں تھکتی تھی۔ اتنے سال اماں کے نیک کاموں کو گنتی رہی۔ شبراتن خالہ کو یاد کرکے اماں کی نیکیوں کا بدل چاہتی تھی۔ جانے کس لمحے اسے اس کی اوقات یاد کروادی گئی۔

”میں یہ نہیں لے سکتی۔ اماں نے یہ سودا اپنے لیے کیا تھا۔ مجھے یہ نہیں چاہیے۔ اسے ہاتھ لگانا بھی میرے لیے حرام ہے۔ آپ اماں کی طرف سے یہ پیسے ضرورت مندوں کو دے کر ان کی حاجتیں پوری کردیں۔ اس کا حق ادا ہوجائے گا۔“ آگہی کا پل روشن ہوا تھا۔ کئی لمحوں کے بعد وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی' ذہن میں مثبت سوچ آئی تو بے قابو دل ذرا سنبھلا۔ لفافہ اٹھا کر واپس کیا۔

”کسی نے صحیح کہا تھا بیٹیاں ماں کا پرتو ہوتی ہیں۔“ شبراتن خالہ کے بیٹے اس کی عظمت کے دل سے معترف ہوئے۔

”آپ کی اماں جیسا دل آپ میں ہی ہوسکتا ہے۔ ہم آج ہی یہ پیسے خالہ کے نام سے ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں گے۔“ آنے والے جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ افطار کے وقت بس ہوا چاہتا تھا اس کے شوہر کے آنے کا وقت ہو چلا تھا۔ اللہ نے شوہر کے سامنے دامن اوپر ہونے سے بچالیا تھا۔ دروازہ بند کرکے وہ الماری کے سامنے کھڑی ہوئی۔ صبح کے پانچ ہزار میں سے ایک نوٹ اٹھا کر الگ دراز میں رکھا۔ اماں کی بیٹی تھی' بہک گئی تھی لیکن بھٹکی نہ تھی۔ اماں جیسی تو نہیں بن سکتی تھی لیکن ان کا خون تھی' ان کے جیسا بننے کی کوشش ضرور کرسکتی تھی۔ پکوڑے اور دوسرے لوازمات پکانے کا اب وقت نہ تھا اس نے جلدی جلدی ٹرے میں پھل کاٹے' ایک پلیٹ میں پھل سلیقے سے سجا کر بیٹی کو آواز دی۔ یہ پھل اسے آج دائیں ہاتھ والے پڑوسی کو بھیجنے تھے۔ بدلنے کا آغاز ہوا تھا تو وہ سرتاپا بدل رہی تھی۔

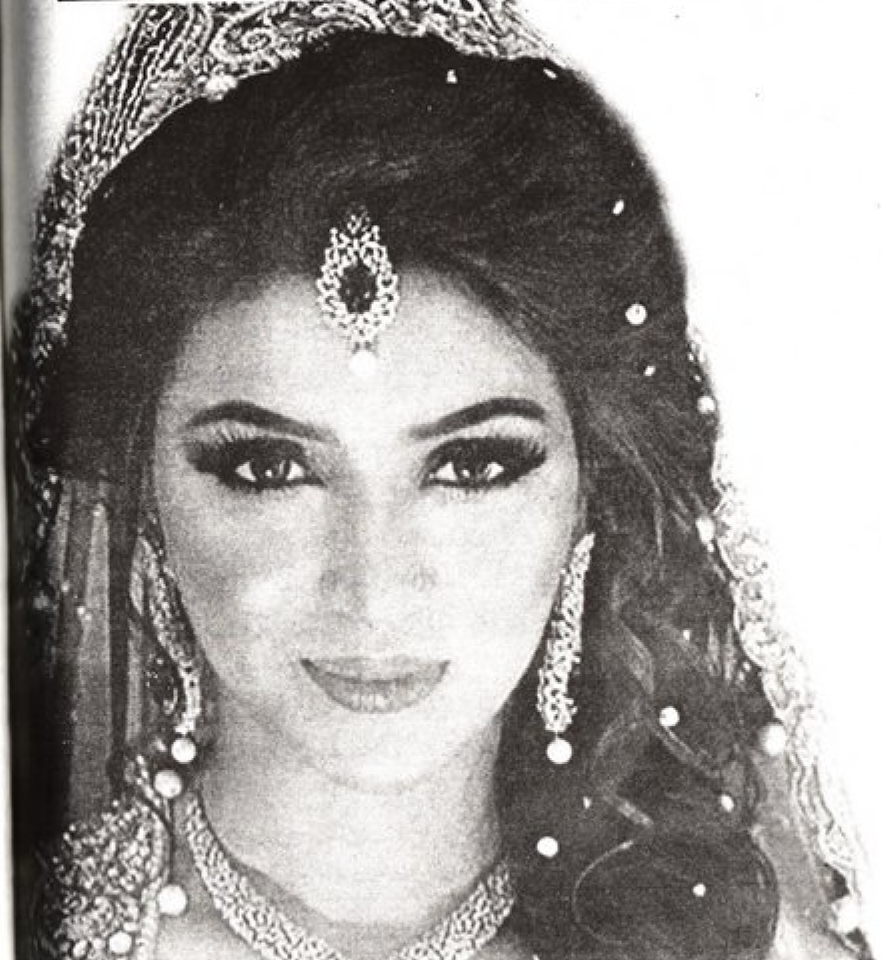
اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے سفید روشنی اس کے دل سے نکل کر پورے وجود میں پھیل رہی ہے۔ عید آنے والی ہے کس کس ضرورت مند کو عید کے تحفے بھیج کر ان کی ضرورت پوری کرسکتی ہے اور اپنے لیے بہترین سودا طے کرسکتی ہے وہ مسلسل یہی سوچ رہی تھی۔ عید کی اصل خوشی اور روح وہ پہلی بار محسوس کرنے والی تھی اور ان شاءاللہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا کنبہ بھی پہلی بار ایسی ہنستی مسکراتی عید منائے گا' جہاں کسی کے دل میں نیک بخت کے لیے کوئی رنجش' گلہ اور کوئی ڈر نہ ہوگا۔ نیک بخت واقعی قسمت کی دھنی تھی کہ اس کی دل کی آنکھ روشن کردی گئی تھی۔



جنوں سے عشق تک

سمیرا شریف طور حصہ 11

کبھی موسموں سے سراب میں کبھی بام و در کے عذاب میں
وہاں عمر ہم نے گزاردی جہاں سانس لینا محال تھا
کہیں خون دل سے لکھا تو تھا تیرے سارے ہجر کا سانحہ
وہ ادھوری ڈائری کھوگئی وہ نجانے کون سا سال تھا



گزشتہ قسط کا خلاصہ

فائقہ کا ماضی ان کی ساری خوشیاں نگل گیا تھا اور یہ بات اب افگن بھی جان گیا ہوتا ہے کہ شہرینہ فائقہ کی بیٹی نہیں۔ فائقہ اور فائزہ دو بہنیں ہوتی ہیں جب کہ ماں باپ کا بچپن میں ہی انتقال ہوگیا ہوتا ہے۔ اماں بی وسیع جائیداد کی مالک ان دونوں کی صرف خالہ ہی نہیں رشتے میں تائی بھی لگتی ہیں۔ اس لیے دونوں کی پرورش کی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نبھاتی آرہی ہوتی ہیں۔ فائزہ نے ابھی گریجویشن ہی کیا تھا کہ اماں بی نے ان کی شادی اپنے بڑے بیٹے سے کروادی تھی، جب کہ فائقہ کی تعلیم میں کوئی رکاوٹ آنے نہیں دی تھی۔ فائقہ لاہور میں تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتی تھی، اس لیے اس کی خواہش کے مطابق اسلام آباد داخلہ کروانے کے ساتھ ہاسٹل کا انتظام کردیا تھا۔ ان دنوں عثمان بھی اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا۔ اماں بی نے واضح الفاظ میں سارے خاندان میں کہہ دیا تھا کہ عثمان کی شادی صرف اور صرف فائقہ سے کریں گی۔ ماہ آراء ہاسٹل میں فائقہ کی روم میٹ ہوتی ہے۔ وہ اپنے حوالے سے بہت کم بات کرتی ہے۔ فائقہ کی کوشش سے وہ کچھ عرصے میں اس سے گھل مل جاتی ہے۔ لیکن اپنے حوالے سے زیادہ بات نہیں کرتی ہے ہاسٹل میں ایگزیمز کے بعد تمام لڑکیاں ہی اپنے، اپنے گھر جارہی ہوتی ہیں۔ لیکن ماہ آراء کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہوتا ہے جس پر فائقہ اسے اپنے ساتھ چلنے کی آفر کرتی ہے۔ ماہ آرا کشمکش و پیچ میں مبتلا ہوکر پہلے اپنی ماں سے فائقہ کے گھر جانے کی اجازت طلب کرتی ہے جس پر ماہ آرا کی ماں اسے اپنی طبیعت خراب ہونے کی بابت بتانے کے ساتھ حسن آراء کی طرف سے بھی خبردار کرتی ہے۔ ماہ آراء فائقہ کے ساتھ اس کی بہن فائزہ کے گھر آجاتی ہے۔ فائزہ فائقہ سے ماہ آرا کے حوالے سے بات کرتی ہے۔ فائزہ ماہ آراء کے خاندان کے حوالے سے جاننا چاہتی ہے جس پر فائقہ لا علمی کا اظہار کرتی ہے۔ فائزہ اسے محتاط رہنے کا کہتی ہے۔ فائقہ کچھ دن بہن کے پاس رہنے کے بعد ماہ آراء کے ساتھ گاؤں آجاتی ہے۔ اماں بی بھی ماہ آرا کے حوالے سے فائقہ سے بات کرتی ہیں۔ جس پر وہ کچھ جھوٹ اور سچ کا سہارا لے کر انہیں مطمئن کردیتی ہے۔ اماں بی فائقہ کو عثمان کی آمد کا بھی بتاتی ہیں جس پر وہ خوش ہوجاتی ہے۔ ماہ آرا اسے خوش دیکھ کر عثمان کے حوالے سے بات کرتی ہے۔ فائقہ اس کے سامنے عثمان سے محبت کا اعتراف کرلیتی ہے۔ بابا صاحب اور اماں بی عثمان کے وطن واپس آجانے پر بے حد خوش ہوتے ہیں۔ عثمان اپنی تعلیم مکمل کرکے وطن واپس لوٹ آتا ہے۔ دوسری طرف ماہ آرا عثمان کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ ماہ آرا عثمان سے براہ راست ملاقات نہیں کرسکی تھی۔ دوسرے دن ماہ آرا نیند سے جلدی بیدار ہوجاتی ہے۔ جب کہ فائقہ ابھی سو رہی ہوتی ہے تب ماہ آرا لان میں آجاتی ہے اور وہاں اس کی ملاقات عثمان فاروق سے ہوجاتی ہے۔ عثمان فاروق اس کے حسن سے مرعوب ہوکر اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

باجوہ صاحب نے کال کرکے شہرینہ کو دارالطفال بلوایا تھا۔ ماہ آرا کی طبیعت بہتر نہ تھی۔ اسے سخت بخار نے آلیا تھا۔ شہرینہ ماں کو دارالاطفال میں چھوڑنے کے بعد دوبارہ ماں سے ملنے نہیں آئی تھی۔ عثمان صاحب نے اسے فی الحال کچھ دن گھر سے نکلنے سے منع کررکھا تھا۔ حسن آرا مسلسل پولیس کی تحویل میں تھی۔ فائقہ بھی چند دن سے مسلسل گھر پر ہی تھیں ان کی تمام تر سوشل سرگرمیاں بھی بند تھیں۔

شہرینہ نے ماہ آرا کو دیکھا تو پریشان ہوئی۔ ماہ آرا نے اس سارے حادثے کا کافی اثر لیا تھا۔ اس نے باجوہ صاحب کو ماہ آرا کو ہاسپٹل شفٹ کرنے کا کہا تو انہوں نے فوراً ایمبولینس کو کال کی۔

وہ ماں کے ساتھ ہی ہاسپٹل آئی۔ ساری ذمہ داریاں وہ خود ہی دیکھتی رہی تھی۔ جس وقت باجوہ صاحب کی کال آئی تھی صبح کا وقت تھا۔ فائقہ اپنے کمرے میں سو رہی تھی وہ کال سنتے ہی نکل آئی تھی۔

اس نے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے۔ کچھ دیر مزید گزری تو فائقہ کی کال آ گئی۔

"شہری بیٹا کہاں ہو آپ؟" وہ ماہ آرا کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی' ایک نظر ماہ آرا کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا۔

"میں دارالاطفال آئی ہوئی تھی۔"

"خیریت تھی ناں؟"

"جی......"

"ماہ آرا ٹھیک ہے؟"

"جی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' انہیں لے کر ہاسپٹل آئی ہوں۔"

"اوہ...... کیا ہوا؟" دوسری طرف فائقہ پریشان ہوئیں۔

"کافی شدید بخار ہے۔"

"اپنا دھیان رکھنا اور ساتھ کون ہے؟"

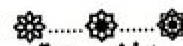
"دارالاطفال کے ہی دو تین لوگ ہیں۔"

"بی کیئر فل اور کس ہاسپٹل میں ہو؟" اس نے ہاسپٹل کا نام بتا دیا۔

"او کے اپنا خیال رکھنا میں لیٹ اٹھی تھی تمہیں گھر میں نہ دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی۔ بس اس حادثے نے ڈرا کر رکھ دیا ہے۔ دھڑکا سا ہی لگا رہتا ہے۔" فائقہ کی آواز میں واقعی فکرمندی تھی۔

"تھینک یو...... آپ پریشان نہ ہوں' میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔" اس نے تسلی دی۔

ایک دو اور باتیں ہوئیں اور پھر اس کے بعد ان کی کال بند ہو گئی۔ ماہ آرا کو ڈرپ لگی ہوئی تھی وہ گہری نیند میں تھیں۔ وہ ماں کے سرہانے بیٹھ کر انہیں دیکھتی رہی تھی۔



ابھی ماہ رخ چند ماہ کی ننھی سی بچی تھی جب ایک دن باہر شاپنگ پر نکلی ماہ آرا کو "احسان ڈار" ملا تھا' احسان ڈار حسن آرا کا خالہ زاد تھا۔ حسن آرا کی ہی طرح کا بیوپاری اور اس کا سب سے بڑا تعارف یہ تھا کہ وہ ماہ آرا کے حسن سے گھائل ہو جانے والوں کی لسٹ میں شامل تھا۔ وہ ماہ آرا کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"ماہ آرا' تم' یہاں؟" وہ اکیلی شاپنگ پر نکلی تھی' احسان ڈار کو دیکھ کر فوراً بھاگنے لگی تھی۔

"ارے بھاگ کہاں رہی ہو رکو تو سہی......" وہ فوراً اس کی راہ میں آیا تھا۔

"حسن آرا سے پتا چلا تھا کہ تم نے کوئی بہت بڑی آسامی پھنسا کر شادی رچالی ہے۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔

"بکومت...... میرا راستہ چھوڑو......" وہ غصے سے پھنکاری تو وہ ہنس دیا۔

"بڑا ڈھونڈا ہے تجھے حسن آرا نے بھی اور میں نے بھی...... مزے کی بات بتاؤں جس موٹے سیٹھ سے اس نے تیرا سودا کیا ہوا تھا اس نے حسن آرا کا برا حال کر دیا تھا' پورا ایک ہفتہ وہ تھانے کی ہوا کھا کر آئی تھی اور پھر حسن آرا کے کسی مہربان نے اسے وہاں سے نکلوایا تھا۔ وہ زخمی شیرنی کی طرح بلبلائی تھی۔ وہ تو تجھے اب بھی ڈھونڈ رہی ہے لیکن تو امریکہ میں چھپی ہوئی ہے...... لگتا ہے بڑا اونچا ہاتھ مارا ہے تو نے...... بنتی تو بڑی شریف زادی تھی لیکن چھن تو سارے ماں والے ہیں تجھ میں۔"

"بکواس بند کرو...... میرا رستہ چھوڑو' ورنہ میں یہاں کی پولیس کو کال کر دوں گی۔" وہ غصے سے بولی تو احسان کھل کر ہنسا تھا۔

"شاواباش...... بڑا رعب دکھانے لگ گئی ہو۔" وہ غصے سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"ویسے رہتی کہاں ہو؟" وہ پوچھ رہا تھا' ماہ آرا خاموش رہی تھی۔

نزہت حسنین کے قلم سے نکلی

دل کے تاروں کو چھیڑتی محبت کی ایک اچھوتی داستان

خوابوں کی سرزمین اسپین میں ہوا دو روحوں کا ملن جن کے دل زخموں سے چاک تھے تو بدن برسوں کی تھکن سے چور آپ بہت جلد حجاب کی نگری میں ملیں گے

عشق نگر کے مسافر

عشق نگر کے مسافر

عشق کے ہر انگ میں رنگ ہے تو وفاؤں کا بھی اک انوکھا ڈھنگ ہے

عشق نگر کے مسافر

حسن کی ادا کو رد احاصل ہے تو عشق میں کھیلے گئے داؤ کا بھی اک بھاؤ ہے

ہوس کے نشے میں چور مجرم اپنے ہی گھر کو نشانہ بنا کر گناہ گار ٹھہرتا ہے

محبت اور انا کی جنگ لڑتے کرداروں سے متعارف کراتی خوب صورت تحریر

ماہنامہ حجاب کراچی

کے صفحات پر بہت جلد ملاحظہ کرنا نہ بھولیں

"ویسے تجھے مجھ سے گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے' میرا حسن آراٗ سے اب کوئی تعلق نہیں...... اس نے اپنا سارا کاروبار دھندا الگ کرلیا ہے اور آج کل کسی گمنام جگہ روپوش ہوچکی ہے۔ کوئی رابطہ ہی نہیں...... میں نے ایک فلم میکنگ کمپنی جوائن کی ہے' ان کے ساتھ شوٹنگ کے لیے آیا ہوں۔" ماہ آراٗ نے اسے بغور دیکھا۔

واقعی احسان ڈار کے رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے تھے۔ خوب صورت قد و قامت رکھنے کے باوجود ماہ آراٗ کو اس سے ہمیشہ نفرت محسوس ہوئی تھی لیکن اب تو اس کی کایا ہی پلٹی ہوئی تھی وہ واقعی کوئی فلمی ہیرو لگ رہا تھا۔ بڑا اسٹائلش اور سجا سنورا سا۔

"فلم میں ہیرو ہو؟" اس نے پوچھا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"ارے نہیں...... ابھی تو ڈائریکٹر ہوں...... جتنا پیسہ کمایا تھا سب اس پر لگادیا' دیکھنا یہ فلم بڑا بزنس کرے گی۔" وہ بتارہا تھا ماہ آراٗ خاموشی سے سنتی رہی تھی۔

"شادی کی تم نے یا ویسے ہی کسی کے ساتھ یہاں گھومنے پھرنے آئی ہو؟" وہ جتنا بھی اسٹائلش ہوجاتا لیکن اس کا لب و لہجہ وہی تھا' وہی آوارہ و بدتہذیب ماہ آراٗ نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"میری ذات سے تجھے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔"

"ہماری بلی ہمیں کو میاؤں...... بڑے نخرے ہیں بھئی۔"

"رنگ ڈھنگ سے تو لگتا ہے کافی موٹی آسامی ہے۔" احسان نے اسے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا تھا۔

اسٹائلش سے لباس میں وہ کافی نکھری نکھری سی لگ تھی بلکہ اب تو اس کا حسن دوچند ہوچکا تھا۔ انتہائی جاذب نظر اور دلکش۔ احسان ڈار کا دل مچلنے لگا تھا۔ اس لڑکی کا حصول ہمیشہ سے اس کی خواہش رہا تھا لیکن یہ لڑکی تھی کہ اس کے ہاتھ میں آ ہی نہیں رہی تھی۔ اب بھی احسان ڈار کی آنکھوں کی چمک بڑھنے لگی تھی۔

"چلو جو ہوگیا سو ہوگیا...... حسن آراٗ جب سے تھانے کے چکروں میں الجھی ہے بالکل ہی ناکارہ ہوگئی ہے۔ سارا کام ٹھپ...... اس کے ساتھ ساتھ ہم سب بھی خوار ہورہے تھے' ویسے بھی آئے دن پولیس تنگ کرنے لگی تھی۔ یہ فلم انڈسٹری بڑے سکون کی جگہ ہے۔ پرانے سب کام چھوڑ دیے ہیں میں نے۔ بس اب اپنی ایک انڈسٹری بنائی ہے۔" وہ بتارہا تھا اور ماہ آراٗ ناگواری سے اسے سن رہی تھی۔

"تم سے مل کر اچھا لگا' ملتی رہا کرو...... غیر ملک میں اپنے پن کا احساس مل جانا اچھا لگتا ہے۔" اس نے کہا تھا۔

"فی الحال تو تم میرا راستہ چھوڑو...... مجھے جانے دو۔" وہ ہنس دیا اور اس کا رستہ چھوڑ دیا تھا۔

ماہ آراٗ نے اتنی جلدی جان چھوٹ جانے پر تشکر کا سانس لیا اور فوراً جانے لگی تھی۔

"سنو......" اس نے پیچھے سے پکارا تو وہ رکی۔

"ابھی ایک ماہ تک میں یہیں ہوں یہ کارڈ رکھ لو اجنبی دیس میں کبھی میری ضرورت پڑے تو یاد کرلینا۔"

ماہ آراٗ نے ناگواری سے اسے دیکھا اور پھر جان چھڑانے کے لیے کارڈ پکڑ کر تیزی سے نکل گئی تھی۔ احسان ڈار نے مسکرا کر اسے جاتے دیکھا تھا اور تیزی سے اس کے پیچھے ہولیا تھا۔

۞......۞......۞

رات تک ماہ آراٗ کی طبیعت کافی بگڑ چکی تھی۔ اس نے کال کرکے فائقہ کو کہہ دیا تھا کہ وہ رات ماہ آراٗ کے ساتھ ہاسپٹل میں گزارے گی۔ فائقہ فکرمند تھیں۔ عثمان نے رات بھی گھر نہیں آنا تھا۔ فائقہ نے کچھ سوچا اور پھر ملازم کو گاڑی نکالنے کو کہا۔ سیکیورٹی گارڈ آج کل ہر وقت ساتھ ہوتا تھا' وہ ہاسپٹل آگئیں۔ انہوں نے شہرینہ سے پہلے ہی کال پر ہاسپٹل اور کمرہ نمبر پوچھ رکھا تھا۔ گارڈ ساتھ تھا وہ سیدھی روم میں آگئیں۔

"آپ......؟" شہرینہ فائقہ کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

"کیسی ہو اور ماہ آراٗ کیسی ہے؟" وہ سو رہی تھیں' چادر سر تک ماہ آراٗ کو ڈھانپے ہوئے تھی۔

شہرینہ نے سر ہلا دیا تھا۔ فائقہ نے ماہ آراٗ کی طرف دیکھا۔

"بہتر ہیں لیکن بخار ابھی بھی ہے۔" فائقہ نے سر ہلایا۔ ایک عرصے بعد وہ ماہ آراٗ کے سامنے تھیں۔ ان کے اندر عجیب سی کیفیت برپا تھی۔ نہ انتقام' نہ غصہ اور نہ ہی دکھ بس رحم تھا اور تکلیف۔

"سو رہی ہیں کیا؟" فائقہ نے پوچھا۔

"جی...... میڈیسن کا اثر ہے۔"

"آپ بیٹھیں پلیز......" شہرینہ نے کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ ایک طرف بیٹھ گئیں۔

"تمہارے پاپا کی کال آئی تھی وہ تمہارا پوچھ رہے تھے۔" شہرینہ خاموش رہی۔ "وہ خفا ہورہے تھے کہ تمہیں اکیلے ہاسپٹل نہیں آنا چاہیے تھا۔"

"تو آپ کو بابا نے میرے پاس بھیجا ہے؟"

"نہیں...... میں خود آئی ہوں۔" شہرینہ بستر کے ایک طرف بیٹھ گئی۔

"ڈاکٹر کیا کہتے ہیں کب تک طبیعت بہتر ہوجائے گی؟" دونوں طرف کچھ دیر خاموشی حائل رہی تو فائقہ نے پوچھا۔

"کہہ رہے تھے کل تک طبیعت کافی بہتر ہوجائے گی۔"

"تم ایسا کیوں نہیں کرتی ماہ آراٗ کو اپنے گھر لے آؤ...... وہاں اس کی دیکھ بھال اچھے طریقے سے ہوگی تو جلدی ری کور کرے گی۔" فائقہ کی بات ہی ایسی تھی کہ شہرینہ نے حیران ہوکر دیکھا۔

"اپنے گھر......!" فائقہ نے سر ہلایا۔

"بھلا کس رشتے سے......" اس کا لہجہ ایک دم طنزیہ ہوا۔

"تمہاری مدر کی حیثیت سے۔" شہرینہ نے لب بھینچ لیے کچھ دیر بعد اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ بہت اچھی ہیں......" کافی دیر تک دونوں کے درمیان طویل خاموشی قائم رہی اور پھر شہرینہ نے ہی کہا۔

"آپ نے میری حقیقی ماں سے بڑھ کر مجھے توجہ و پیار دیا ہے۔ میں سب کو جتنا بھی الزام دوں' برا بھلا کہہ لوں لیکن یہ سچ ہے آپ نے آفاق اور ٹیپو سے بڑھ کر مجھے چاہا ہے' بابا کی سرگرمیوں کی وجہ سے بے شک آپ مجھے فل ٹائم نہیں دے سکیں لیکن میں سچ کہوں تو آپ نے مجھے ہر ممکن توجہ و وقت دینے کی کوشش کی ہے۔" وہ بول رہی تھی اور فائقہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

وہ سمجھ رہی تھیں کہ شہرینہ کو ان سے لاکھ شکوے و شکایات ہوں گے' اب حقیقی ماں کی موجودگی میں وہ ان سے بدظن بھی ہوسکتی تھی لیکن شہرینہ نے ان کی توقع سے بالکل الٹ ثابت کیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں ایک دم نمی سی آگئی تھی۔ وہ بے اختیار اٹھ کر شہرینہ کی طرف بڑھیں اور بے اختیار اسے اپنی بانہوں میں لے لیا تھا۔

"لو یو سوئٹ...... تم مجھے اپنی حقیقی بیٹی سے بڑھ کر عزیز ہو...... آئی سویئر میں نے تمہیں ہر احساس سے بالاتر ہوکر چاہا ہے۔" شہرینہ کی آنکھوں میں بھی پانی در آیا لیکن اس نے کمال ضبط سے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"میں کوئی کم فہم' بے حس وجود نہیں ہوں جو آپ کی محبت کا خالص پن سمجھ نہ پاتی' آپ میرے لیے ہمیشہ میری مام ہیں اور رہیں گی۔" اس نے فائقہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا تو فائقہ بے اختیار رو دیں' تب ہی ماہ آراٗ کے وجود میں جنبش سی ہوئی۔ شہرینہ جو فائقہ کو چپ کروا رہی تھی وہ فوراً ماہ آراٗ کی طرف بڑھی۔ ماہ آراٗ بخار میں کراہ رہی تھی۔ آنکھیں اس کی بند تھیں اور چادر چہرے سے سرک گئی تھی۔ فائقہ ماہ آراٗ

کو دیکھ کر شدید سکتے میں تھی۔ اس نے اپنی چیخ روکنے کے لیے بے اختیار اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

❁......❁......❁

فائقہ اپنے انسٹی ٹیوٹ گئی ہوئی تھی' ماہ رخ سوئی ہوئی تھی' عثمان کسی کام سے باہر نکلے تھے' ماہ آرا گھر پر اکیلی تھی جب اپارٹمنٹ کی بیل بجی تھی۔ ماہ آرا نہا کر نکلی تھی۔ لمبے بال پشت پر تھے' خوب صورت لباس میں وہ بڑی نکھری نکھری نظر آ رہی تھی۔ وہ ڈور تک آئی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا لیکن اپنے سامنے موجود انسان کو دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔

''تم......؟''

''ہیلو......'' وہ شخص مسکرا کر دروازہ میں آ کھڑا ہوا تھا۔

''کیوں آئے ہو تم یہاں؟''

''تم سے ملنے......''

''شٹ اپ...... گیٹ لاسٹ۔'' وہ فوراً دروازہ بند کرنے لگی تھی لیکن احسان ڈار نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اس کی کوشش ناکام بنا دی تھی۔

''اندر تو آنے دو......'' وہ زبردستی گھر میں گھس آیا تھا۔ ماہ آرا خوف زدہ سی پیچھے آئی تھی۔

''پلیز تم یہاں سے چلے جاؤ...... پلیز۔'' وہ اس کے پاس آ کر کہنے لگی تو اس نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا اور پھر گھر کو۔

''گھر تو بڑا خوب صورت ہے۔'' وہ توصیفی انداز میں وہیں ٹی وی لاؤنج میں ٹک گیا تھا۔

''پلیز احسان تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''ایسے کیسے چلا جاؤں؟ ایک عرصے بعد تو تمہارا پتا چلا ہے۔ رشتہ دار ہوں تمہارا' غیر ملک میں اپنوں کی خبر تو رکھنا پڑتی ہے ناں۔''

''بکواس بند کرو...... میں اپنی شادی شدہ زندگی برباد نہیں کرنا چاہتی ورنہ تمہارے جیسے لوگوں کو سبق سکھانا میرے شوہر کے لیے قطعی مشکل نہیں ہے۔'' اس کی بات پر وہ ہنس دیا تھا۔

''چلو یہ تو پتا چلا کہ تم نے شادی کر لی ہے...... ویسے وہ خوش قسمت ہے کون؟''

''جو بھی ہو تم سے مطلب......؟''

''ایسے مت کرو...... یوں تیور دکھاؤ گی تو نقصان اٹھاؤ گی' تم جانتی ہو کہ میں اس طرح جان چھوڑنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' وہ صوفے سے اٹھ کر اس کی طرف آیا تھا۔ ماہ آرا خوف زدہ ہو چکی تھی۔

''بہت حسین ہو چکی ہو۔'' اس نے اسے بغور دیکھا تو ماہ آرا کو اس کی نگاہیں بہت بری لگی تھیں۔

''تو کیسے جان چھوڑو گے؟''

''اتنی جلدی تو نہیں بتاؤں گا۔'' وہ ہنس دیا۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر اندرونی کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

''اگر تم ابھی نہ نکلے تو میں پولیس کو کال کر دوں گی۔'' وہ پیچھے لپکی تھی وہ ہنس دیا۔

''غلطی سے بھی ایسا مت کرنا ورنہ میں تمہارے شوہر کو کہہ دوں گا کہ تم نے خود بلوایا تھا۔''

''تم انتہائی گھٹیا انسان ہو۔'' وہ غصے سے بولی۔

''اس دن تمہارا پیچھا کیا تو تمہارے گھر کا پتہ چل گیا تھا۔ مجھے ساری معلومات ہیں کہ تمہارا شوہر کیا کرتا ہے' کب جاتا ہے کب آتا ہے' گھر میں کتنے افراد ہیں؟ اور بھی بہت کچھ...... تمہارا شوہر کس کمپنی میں جاب کرتا ہے' وغیرہ وغیرہ۔'' ماہ آرا کے چہرے کا رنگ زرد پڑنے لگا تھا۔

وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے کی طرف جا رہا تھا' یہ فائقہ کا کمرہ تھا' ماہ رخ مکمل طور پر فائقہ کی ذمہ داری بن چکی تھی۔ وہ تمام وقت اسے دیکھتی تھی لیکن جب وہ انسٹی ٹیوٹ چلی جاتی تھی تو وہ چند گھنٹے ماہ رخ کو ماہ آرا سنبھالتی تھی۔

ننھی بچی کاٹ میں سو رہی تھی۔ خوب صورت نرم و ملائم روئی کے گالوں جیسی بچی...... احسان ڈار اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ اتنی خوب صورت بچی' یہ تو ماہ آرا کا بچپن تھی۔

''تمہاری بیٹی بھی ہے؟'' وہ بچی کی طرف جھکا تھا ماہ آرا نے چیل کی طرح اسے اٹھا لیا تھا۔

''خبردار میری بچی کو ہاتھ بھی لگایا تو......'' اس نے بچی کو سینے سے لگایا تو وہ ہنس دیا تھا۔

''دفع ہو جاؤ یہاں سے...... اب اگر تم مجھے دوبارہ نظر آئے تو میں یہاں کی پولیس کو انفارم کر دوں گی۔'' وہ مسکرا کر دیکھتا رہا تھا۔

''پھر آؤں گا' اب چلتا ہوں' ویسے ایک بات بتاتا چلوں عثمان فاروق کی کمپنی میں میں کئی بار جا چکا ہوں اور عثمان فاروق سے مل بھی چکا ہوں۔ بس اسے یہ نہیں بتایا کہ میرا تم سے کیا رشتہ ہے؟'' وہ کہہ رہا تھا اور ماہ آرا کا رنگ زرد پڑنے لگا تھا۔

''گھبراؤ نہیں اگر تم تعاون کرو گی تو میں اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔'' وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی ماہ آرا نے تیزی سے دروازہ بند کر لیا تھا۔ وہ کافی حد تک خوف زدہ ہو چکی تھی۔ وہ گم صم سی بچی کو کاٹ میں لٹا کر بستر پر بیٹھ گئی تھی۔

اسے یاد آنے لگا تھا۔

اس کی ماں جب زمانے کی ٹھوکریں کھانے کے بعد حسن آرا کی ماں کے پاس پہنچی تھی تو اس کی ماں نے کھلے دل سے اسے قبول کیا تھا اور پھر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس کی ماں کا نکاح پڑھوا دیا تھا۔ بظاہر اس کی ماں کا شوہر اور اس کا بیٹا ان دونوں ماں بیٹی کا آسرا بن چکے تھے لیکن بوٹیاں نوچنے والے لٹیرے تھے۔

اس کی ماں سائے کی طرح اپنی بیٹی کو اپنے شوہر اور اس کے بیٹے سے بچاتی پھرتی تھی اور شوہر کی مار کھا کر بھی اس بات پر متفق نہ ہوئی تھی' اس کی ماں نے ہمیشہ اسے ہاسٹل میں رکھا تھا اور چھٹیوں کے چند دن جو وہ گھر جاتی تھی ماہ آرا کے لیے عذاب بن جاتے تھے۔

اس کی ماں کیسے کیسے ماہ آرا کو وحشی شوہر اور پھر اس کے بدکردار بیٹے کا شکار ہونے سے بچاتی رہی تھی۔

جب تک فائقہ گھر نہیں آ گئی تھی ماہ آرا روتی رہی تھی۔ فائقہ گھر آئی تو ماہ آرا کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

''کیا بات ہے رو رہی ہو کیا؟'' فائقہ نے پوچھا تھا۔

ماہ آرا کے پھر آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس نے آہستگی سے سب فائقہ کو بتا دیا تھا۔ فائقہ سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

''اب کیا چاہتی ہو تم؟''

''عثمان کو اس شخص کے بارے میں علم نہیں ہونا چاہیے۔''

''احسان بہت برا انسان ہے ہماری سوچ سے بڑھ کر...... وہ عثمان سے مل چکا ہے اور یقیناً اس کے ارادے بہت خطرناک ہیں۔''

''تو تم عثمان کو سب کچھ بتا دو...... بتا دو کہ وہ تمہیں بلیک میل کر رہا ہے۔'' ماہ آرا نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

''وہ شخص اگر یہاں تک آ گیا ہے اور عثمان سے بھی مل چکا ہے تو سب کچھ سوچ سمجھ کر کر رہا ہوگا...... عثمان کو بتانا نقصان دہ ہے۔''

''میں سمجھتی ہوں کہ عثمان کو نہ بتانا زیادہ نقصان دہ ہے بہر حال میری یہی رائے ہے کہ عثمان سے کچھ بھی مت چھپاؤ...... آگے تمہاری مرضی۔'' وہ نیک نیتی سے اسے مشورہ دے کر بچی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی اور ماہ آرا سنجیدگی سے اسے کام کرتے دیکھ رہی تھی۔

❁......❁......❁

ماہ آرا کو وقتی طور پر ہوش آیا تھا اور پھر وہ غنودگی میں چلی گئی تھی۔ اس نے فائقہ کو نہیں دیکھا تھا' فائقہ گم صم اور پریشان سی تھی۔ کہاں حسن و خوب صورتی کا شاہکار نہایت حسین و جمیل ماہ آرا اور کہاں نہایت نحیف و نزار بدصورت عورت...... وہ بے یقین تھی۔

''جب ان کی بابا سے ڈائیوارس ہوئی تھی تو انہوں نے احسان ڈار سے شادی کر لی تھی اور احسان ڈار انہیں

حسن آرا کے پاس لے آیا تھا اور حسن آرا کے پاس چھوڑ دیا تھا...... حسن آرا ان پر اپنے کام میں شامل ہونے پر زور دیتی تھی تب انہوں نے اپنے اوپر تیزاب گرالیا تھا۔"

''مائی گاڈ......'' شہرینہ بتارہی تھی اور فائقہ نے از حد تکلیف سے ماہ آرا کی طرف دیکھا جس کا چہرہ شہرینہ دوبارہ چادر سے ڈھانپ چکی تھی۔

''یہ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں...... انہوں نے مجھے سب کچھ بتادیا' اپنی تمام غلطیاں' اپنی تمام تر نادانیاں اور اپنے تمام گناہ۔'' فائقہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ شہرینہ ان کے پاس آرکی تھی۔

''آپ پلیز انہیں معاف کردیں۔'' اس کے لہجے میں دکھ' تکلیف کیا کچھ نہ تھا۔ فائقہ نے محبت سے شہرینہ کا ہاتھ تھاما۔

''ایسے مت کہو......''

''میں جانتی ہوں آپ کی زندگی کی بہت سی محرومیاں ان کی وجہ سے ہیں...... پاپا کا ہی ہیویئر' آپ سے ان کا سرد مزاج کوئی بھی چیز مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔'' فائقہ حیران ہوئیں۔ کس قدر باریک بینی سے وہ ان کا جائزہ لیا کرتی تھی۔

''آپ کا صبر اور آپ کے خاموش آنسو انہیں اس مقام پر لائے ہیں...... آپ انہیں پلیز معاف کردیں۔'' اب کے شہرینہ کی آواز میں گہرے دکھ واذیت کی آمیزش تھی۔

''میں نے کسی کو بددعا نہیں دی کبھی بھی۔''

''لیکن آپ کا صبر تو رنگ لایا ناں۔'' میں پاپا سے اس معاملے میں سخت خفا ہوں...... وہ مجبوراً ہی سہی مگر آپ کو اپنے نکاح میں لائے تھے لیکن انہوں نے نہ کبھی آپ پر اعتماد کیا اور نہ ہی آپ سے انصاف...... انہوں نے ہمیشہ آپ سے قربانیاں ہی مانگیں اور آپ نے ہمیشہ قربانیاں دیں۔'' فائقہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''کیا کرتی پھر؟ اماں بی نے مجھے عثمان فاروق کے ساتھ رخصت کردیا تھا' فائزہ آپی اپنی زندگی میں مگن تھیں اور کوئی رشتہ تھا نہیں جس کے پاس عثمان فاروق کو چھوڑ کر چلی جاتی...... میں کسی کو بھی اپنی ذات سے تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی' میں نے اپنے دل کو سمجھالیا تھا کہ عثمان فاروق کی زندگی میں سب کچھ ماہ آرا ہے اور میں محض ایک نام کا رشتہ ہوں اور بس......'' شہرینہ نے بہت دکھ سے انہیں دیکھا۔

''جو ہوا ایک وقت تھا جو گزر گیا۔''

''لیکن سب کی زندگی کو ڈسٹرب کرگیا۔'' فائقہ ایک تلخ سی ہنسی ہنس دیں۔

''جب عثمان فاروق کے دل میں ہی میرے لیے جگہ نہ تھی تو کوئی کیا کرلیتا...... میرا سب سے زیادہ عثمان فاروق سے رشتہ تھا لیکن اس نے ہی قدر نہ کی تو کسی اور کو کیا کہوں......'' شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔

''لیکن مجھے اب کسی سے کوئی شکوہ نہیں...... میرے تین بچے ہیں' تم تینوں میری طاقت ہو...... میں نے صرف اور صرف تمہاری محبت کے لیے عثمان کے سب رویوں کو برداشت کیا ہے کہ کبھی کہیں تمہیں کوئی بتا نہ دے کہ میں تمہاری حقیقی ماں نہیں ہوں لیکن جس طرح تم نے مجھے اہمیت دی ہے اس کے بعد میرے دل سے سب خوف مٹ گئے ہیں۔'' وہ ابھی کہہ رہی تھی کہ فائقہ کے موبائل پر کال آئی۔ انہوں نے اسکرین دیکھی۔ شیر افگن تھا۔

''ہیلو......''

''السلام علیکم! کہاں ہیں خالہ جان آپ؟'' انہوں نے شہرینہ کو دیکھا۔

''تم کہاں ہو؟''

''میں آپ کے گھر پر ہوں۔''

''ماہ آرا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی شہرینہ کے ساتھ ہاسپٹل میں ہوں۔''

''اوہ...... کیا ضرورت تھی آپ کو اس عورت کے

خاندانی عظمت و وقار کی آڑ میں جذبات کو مجروح کرتی داستان

خاص موضوع' اور خاص وقت میں جنم لینے والی ناقابل فراموش داستان



عشق دی ماری میں جھلی

صائمہ قریشی قلم سے لکھی دلکش و دل موہ لینے والی تحریر

بہت جلد آنچل کے صفحات پر جلوہ افروز ہونے والا ناول

0300-8264242

لیے وہاں جانے کی؟'' دوسری طرف شیر افگن نہایت ناگواری سے بولا۔
''بعض کام کسی ضرورت کے تحت نہیں بلکہ کسی کی محبت کے لیے کیے جاتے ہیں۔'' ان کے لہجے میں زمانے بھر کی محبت تھی۔
''چچا کے لیے کر رہی ہیں؟'' اس کا انداز طنزیہ ہوا۔
''نہیں...... اپنی بیٹی کی محبت میں۔'' دوسری طرف وہ چند لمحے کے لیے خاموش ہوگیا۔
''لیکن وہ بھی ایک ناقدری لڑکی ہے' آپ کی محبت کی اس کے سامنے کوئی ویلیو نہیں۔'' انہوں نے شہرینہ کو دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ مسکرادیں۔
''میں شہرینہ کے پاس ہی رکوں گی' گارڈ کو میں ساتھ لے آئی ہوں' تم ملازمہ کو کہنا وہ کھانا گرم کردے گی تم کھانا کھا کر آرام کرنا۔''
''میں گاؤں سے اماں بی اور بابا صاحب کو ساتھ لایا ہوں' وہ دونوں اس وقت میرے ساتھ آپ کے گھر میں ہیں لیکن یہاں آکر دیکھا تو کوئی بھی گھر میں نہ تھا۔''
''اوہ...... کب آئے تم لوگ......'' وہ فوراً متفکر ہوئیں۔
''کچھ دیر پہلے ہی۔''
''اماں بی اور بابا صاحب ٹھیک ٹھاک ہیں ناں؟''
''جی الحمدللہ۔''
''او کے میں کوشش کرتی ہوں آجاؤں۔''
''ایک منٹ...... شہرینہ کے پاس اور کون کون ہے؟'' اس نے پوچھا۔
''صرف میں ہی ہوں۔''
''اوہ...... یعنی جب آپ آجائیں گی تو وہ اکیلی ہی ہوگی...... دماغ ٹھیک ہے ناں اس کا......؟'' اس نے پوچھا تو فائقہ ایک دم ہنس دیں۔
''کیا مطلب؟''
''مطلب وطلب کچھ نہیں...... میں کچھ دیر میں پہنچ رہا ہوں' میں وہاں آتا ہوں تو پھر آپ واپس آجایئے گا...... میں شہرینہ کے پاس رک جاؤں گا۔'' اس نے کہا تو فائقہ کو اس کا شہرینہ کا اس طرح خیال کرنا اچھا لگا۔
''او کے میں انتظار کرتی ہوں۔'' افگن نے اللہ حافظ کہہ کر کال بند کردی۔ فائقہ نے شہرینہ کو دیکھا۔
''کیا ہوا...... کون تھا؟'' دو دن سے افگن گاؤں گیا ہوا تھا' لیکن اب افگن کا سن کر وہ پوچھ بیٹھی۔
''افگن کی کال تھی...... اماں بی اور بابا صاحب گاؤں سے آئے ہوئے ہیں۔'' وہ حیران ہوئی۔
''خیریت سے آئے ہیں؟''
''کوئی کام ہوگا اب یہ تو ان سے مل کر ہی پتا چلے گا۔'' شہرینہ نے ایک گہرا سانس لیا۔
''آپ گھر جارہی ہیں؟''
''ہاں افگن کچھ دیر میں پہنچ جائے گا تو چلی جاؤں گی۔'' شہرینہ کے دل میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی۔ یعنی ان کے چلے جانے کے بعد وہ پھر تنہا ہوگی۔ وہ گہرا سانس لیتی کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

احسان ڈار اس دن کے بعد بھی کئی بار آیا تھا' عثمان فاروق اور فائقہ کی غیر موجودگی میں اور جب بھی آتا ماہ آرا کے لیے ایک قیمتی تحفہ لے کر آتا تھا۔ ماہ آرا جو اسے دیکھ کر پہلے پہل خوف زدہ ہوگئی تھی اور فائقہ سے سب کچھ کہہ بیٹھی تھی اس کے بعد محتاط ہوگئی تھی۔ وہ فائقہ سے کچھ نہیں کہتی تھی اب۔ احسان ڈار جب بھی آتا تھا اسے قائل کرنے کی کوشش کرتا کہ عثمان فاروق کو چھوڑ کر وہ اس کے ساتھ چلے لیکن ہر بار وہ اسے ٹال دیتی تھی۔
ایک دن وہ اپارٹمنٹ میں بالکل اکیلی تھی جب بیل بجی وہ ڈر گئی تھی اس کا خیال تھا کہ احسان ڈار ہوگا لیکن دروازہ کھولنے پر اس کے سامنے جو شخصیت کھڑی تھی اسے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔
''حسن آرا......'' اس کا خون منجمد ہونے لگا تھا۔ حسن آرا خود ہی اندر آگئی تھی۔
''کیسی ہو؟''
''احسان نے بتایا کہ تم یہاں ہو تو رہا نہیں گیا پہلی فلائٹ سے چلی آئی۔'' وہ حیرت زدہ ہوئی تھی۔
''احسان بتا رہا تھا کہ بڑی پُرسکون اور خوشگوار زندگی گزار رہی ہو' سوچا خود چل کر دیکھ آؤں۔''
''کیوں آئی ہو تم یہاں......؟''
''تم تو یوں غائب ہوئی تھی گویا گدھے کے سر سے سینگ...... تمہاری ماں ہمارے ٹکڑوں پر جیتی رہی ساری زندگی اور تم نیک پروین بننے چلی ہو...... خیر جو ہوا سو ہوا لیکن میں اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی معاف نہیں کرتی۔'' اسے دیکھ کر ماہ آرا کا خون تو ویسے ہی خشک ہوچکا تھا لیکن نجانے وہ خود کو کیسے قابو میں رکھے ہوئے تھی۔ وہ خاموشی سے حسن آرا کو دیکھ رہی تھی۔ حسن آرا اس سے کافی باتیں کر رہی تھیں وہ بس ہوں ہاں میں ہی جواب دے رہی تھی۔
حسن آرا نے اسے بہت کچھ بتایا تھا جو اس کی وجہ سے اسے جھیلنا پڑا تھا جس کی وجہ سے وہ روپوش ہونے پر مجبور ہوئی تھی۔
احسان ڈار نے اس کی کچھ لڑکیوں کو شوبز انڈسٹری میں متعارف کروایا تھا' جس کی وجہ سے وہ ایک بار پھر منظر عام پر آنا شروع ہوچکی تھی۔ وہ کافی دیر تک اس کے پاس رہی تھی اور پھر دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے چلی گئی تھی۔
ان دنوں ماہ آرا بہت پریشان رہنے لگی تھی۔ عثمان فاروق پر اس کی توجہ بھی کم ہوگئی تھی' وہ عثمان فاروق سے کھنچی کھنچی اور الجھی الجھی سی رہنے لگی تھی۔ ایک طرف احسان ڈار اور حسن آرا اور دوسری طرف عثمان فاروق اور فائقہ...... انہی دنوں اچانک اشفاق فاروق چلے آئے تھے۔
وہ تو یہاں کی زندگی دیکھ کر ہی ششدر رہ گئے تھے۔ فائقہ کی اجاڑ اور خاموش زندگی اور دوسری طرف عثمان فاروق کی بے حسی...... دونوں بھائیوں میں شدید لڑائی ہوئی تھی۔ اشفاق فائقہ پر بھی خوب برسے تھے جو خاموشی سے یہ سب برداشت کر رہی تھی اور کسی سے ذکر تک نہ کیا تھا۔ انہوں نے پاکستان فون کرکے اماں بی اور بابا صاحب کو سب بتادیا تھا۔ اماں بی کا تو مارے صدمے کے برا حال تھا اور بابا صاحب انہوں نے فائقہ سے بات کی تھی۔
''ہم وہی فیصلہ کریں گے جس میں تمہاری رضا ہوگی...... تم بتاؤ کیا چاہتی ہو؟''
''میں عثمان فاروق کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کا رشتہ خراب ہو۔'' وہ ان چاہی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی' بابا صاحب نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔
''عثمان اس عورت کو چھوڑ دے گا کیا......؟''
''عثمان اس عورت کے لیے مجھے چھوڑ دے گا بابا صاحب۔''
''ٹھیک ہے ہم جو کریں گے سب کی بہتری کے لیے کریں گے تم کوئی سوال نہیں اٹھاؤ گی بلکہ کچھ دنوں کے لیے تم اشفاق کے ساتھ واپس آجاؤ۔''
''لیکن میں ماہ رخ کے بغیر واپس نہیں آسکتی......''
''اس عورت کی اولاد سے ہمارا کوئی تعلق نہیں......'' ان کے انداز میں قطعیت تھی۔
''لیکن وہ عثمان فاروق کی اولاد بھی تو ہے' بابا صاحب آپ کا اپنا خون...... خدانخواستہ وہ غلط ہاتھوں میں پہنچ گئی تو...... میں برداشت نہیں کرسکتی' مجھے اس بچی سے بہت محبت ہے اور میں اس کی زندگی تباہ نہیں کرسکتی۔''
''ٹھیک ہے...... میں اشفاق کو کہتا ہوں وہ جو بھی کرے گا تم ان دونوں بھائیوں کے درمیان نہیں آؤ گی...... عثمان فاروق کی اولاد ہماری نسل ہی سہی لیکن تمہاری وجہ سے ہم اسے قبول کرنے کو تیار ہیں۔''

’’شکریہ بابا صاحب۔‘‘ انہوں نے اسے کچھ ہدایات دی تھیں۔

عثمان فاروق سے اشفاق کی بات ہوئی تھی اور پھر اشفاق فائقہ کو لے کر ایک علیحدہ فلیٹ میں شفٹ ہوگئے تھے۔ بابا صاحب نے عثمان فاروق کو کال کرکے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ اس عورت کو اپنی زندگی میں رکھنا چاہتا ہے تو پھر ان سے ہر طرح کا تعلق ختم کرنا ہوگا...... وہ ان کی دولت‘ جائیداد ہر چیز سے عاق کردیا جائے گا۔ عثمان بہت غصے میں تھا۔ اس نے بھی کہہ دیا تھا کہ اسے ان کی دولت جائیداد سے کوئی سروکار نہیں۔

ماہ آرا کے سامنے یہ ساری صورت حال تھی۔ وہ عثمان فاروق سے کئی بار بحث کرچکی تھی لیکن عثمان کی انا اور ضد آڑے آ رہی تھی۔

اشفاق صاحب عثمان کی کمپنی میں بھی گئے تھے‘ کچھ دنوں بعد عثمان فاروق کو اس کی کمپنی سے چند ایشوز کی بنا پر فارغ کردیا گیا تھا۔

پاکستان سے پیسوں کی آمدورفت بالکل بند ہوچکی تھی۔ جاب سے فارغ ہونے اور پیسوں کی ترسیل بند ہونے کے بعد عثمان فاروق کو ایک دم شدید جھٹکا لگا تھا۔ بہترین ایریا میں ایک لگژری اپارٹمنٹ کے اخراجات افورڈ کرنا عثمان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ ماہ آرا کو لے کر ایک عام سے فلیٹ میں شفٹ ہوگیا تھا۔

بچی کی تمام تر ذمہ داری ماہ آرا پر تھی‘ ماہ آرا کو پہلی بار احساس ہوا کہ فائقہ ان دونوں کے لیے کس قدر اہم تھی اس نے دونوں کے بہت سے کام ذمے لے رکھے تھے‘ سب سے اہم بچی کی ذمہ داری تھی۔

اشفاق فاروق یہاں بزنس کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے فائقہ روٹین کے مطابق اپنے انسٹی ٹیوٹ جارہی تھی۔ ماہ آرا سے بچی کو سنبھالنا بہت مشکل ہوگیا تھا بچی ہر وقت روتی رہتی تھی اور چند دنوں میں ہی وہ بیمار ہوگئی تھی۔ عثمان فاروق اسے ہاسپٹل لے آیا تھا لیکن بچی کی حالت دن بدن بگڑتی جارہی تھی۔ عام سی جاب کے ساتھ سب اخراجات پورے کرنا عثمان فاروق پہلی بار زندگی کا یہ رخ دیکھ رہا تھا‘ اور ماہ آرا وہ بھی بیزار رہنے لگی تھی ہاسپٹل‘ گھر اور عثمان فاروق کی ذمہ داریاں وہ پاگل ہونے لگی تھی۔ بچی کی حالت بہت بگڑ چکی تھی‘ ماہ آرا نے بہت سوچا تھا اور پھر اس کے ذہن نے جو راہ دکھائی تھی اس نے اس پر عمل کیا تھا۔ وہ فائقہ کے انسٹی ٹیوٹ گئی اور فائقہ کو ماہ رخ کی بیماری کے بارے میں بتایا تو وہ بے چین ہوگئی تھی۔

وہ ماہ آرا کے ساتھ ہاسپٹل آئی تھی‘ بچی بہت کمزور اور بیمار ہوچکی تھی۔ عثمان کو علم ہوا تو وہ ماہ آرا پر خفا ہوا تھا لیکن ماہ آرا خاموش تھی‘ فائقہ روزانہ ہاسپٹل آجاتی تھی اور کافی وقت بچی کے ساتھ گزارتی تھی بچی اب بہتر ہو رہی تھی۔ عثمان فاروق کے لیے بچی کی یہ اٹیچ منٹ بہت پریشان کن تھی لیکن وہ اپنی بچی کی وجہ سے خاموش تھا۔

انہی دنوں بچی گھر شفٹ ہوگئی تو ماہ آرا نے فائقہ کو قائل کرلیا تھا کہ عثمان کی غیر موجودگی میں وہ بچی کو دیکھنے آجایا کرے گی۔ فائقہ پہلے دن اس فلیٹ میں گئی تو اسے فلیٹ کی حالت دیکھ کر افسوس ہوا تھا‘ لیکن اشفاق صاحب اور بابا صاحب کے سامنے وہ کچھ بھی کہنے سے قاصر تھی۔

وہ چند دن سے انسٹی ٹیوٹ کے بعد ماہ آرا کے ہاں چلی جایا کرتی تھی اس نے اشفاق صاحب سے اپنی اس روٹین کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اس دن بھی وہ بچی کے ساتھ مصروف تھی جب ماہ آرا کے ساتھ کوئی شخص گھر میں داخل ہوا تھا۔

’’یہ فائقہ ہے۔‘‘ وہ نووارد کو بتارہی تھی فائقہ کے لیے یہ شخص قطعی اجنبی تھا۔

’’اور یہ احسان ڈار......‘‘ اس نے فائقہ سے کہا تھا اور فائقہ نے ناگواری سے اجنبی کو دیکھا تھا۔ اس انسان کے دیکھنے کا انداز بہت عجیب تھا۔

ابن صفی کا نیا رخ

معروف صحافی، کالم نگار، مصنف، مفسر
مشتاق احمد قریشی کا ایک اور شاہکار
جاسوسی ادب کے سب سے بڑے نام
ابن صفی
کا وہ رخ جس سے ان کے قارئین ناآشنا ہیں

کسی پریشانی اور زحمت سے بچنے کے لیے
آج سے اپنی کاپی آنچل ادارے سے بک کرالیں۔

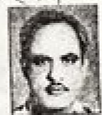
0300-8264242

شائع ہوگئی ہے









مشتاق احمد قریشی

021-35620771/2

وہ اس کے بارے میں جانتی نہ ہوتی تو بھی سمجھ جاتی کہ اس طرح دیکھنے والا کوئی اچھی فطرت کا انسان نہ تھا۔ وہ تو حیران تھی ماہ آرا کی احسان ڈار سے بے تکلفی پر۔ وہ تو اس شخص سے سخت نفرت کرتی تھی۔ وہ اس شخص کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ تھی لیکن اب تو ماہ آرا کی کایا ہی پلٹی ہوئی تھی۔

"یہ لڑکی بھی بڑی خوب صورت ہے۔" وہ فائقہ کو دیکھ کر ماہ آرا سے بولا تھا۔

"اکثر اسے تمہارے پرانے اپارٹمنٹ سے باہر جاتے دیکھتا تھا۔" ماہ آرا کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی۔

"تو پھر کیا خیال ہے؟" اس نے بس تیر پھینکا تھا۔

"یہ ہے کون؟" احسان ڈار فوراً سنجیدہ ہوا تھا۔

"یہ عثمان فاروق کی کزن ہے' پڑھنے کے لیے یہاں آئی ہے۔" وہ اسے بتا رہی تھی' بتاتے ہوئے دونوں باہر نکل گئے تھے۔ فائقہ کو یہ سب کچھ بڑا حیران کر رہا تھا۔ ماہ آرا مکمل طور پر بدلی ہوئی تھی۔ عثمان فاروق جاب پر نکلا ہوا تھا' وہ آج کل چھوٹی موٹی جابز کر رہا تھا' جس سے ان کے اخراجات بمشکل پورے ہو رہے تھے۔ اس کی غیر موجودگی میں احسان ڈار سے ماہ آرا کی اس قدر بے تکلفی...... ماہ آرا اسے اپنے بیڈ روم میں لے گئی تھی' تھوڑی دیر بعد وہ فائقہ کے پاس آئی تھی۔

"ذرا چائے تو پکا دو پلیز۔" فائقہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا' بچی سو چکی تھی وہ اسے وہیں لٹا کر کچن میں آ کر چائے پکانے لگی تھی۔

چائے بنا کر وہ ماہ آرا کے بیڈ روم میں آئی تھی' احسان بڑے فرینک انداز میں بستر پر لیٹا ہوا تھا جبکہ ماہ آرا موجود نہ تھی۔ وہ چائے رکھ کر اطراف میں دیکھنے لگی تھی۔

"ماہ آرا کہاں ہے؟"

"وہ کسی کام سے باہر گئی ہے تم بیٹھو۔" اس نے کہا تھا۔ اور فائقہ کو اس کی بے تکلفی اچھی نہ لگی تھی۔

"تو تھینکس...... ماہ آرا آئے تو کہہ دیجیے گا میں جا رہی ہوں۔" وہ کہہ کر پلٹی تھی۔

"ارے...... اتنی جلدی...... رکو تو سہی۔" وہ فوراً اس کے سامنے آیا تھا۔

"شٹ اپ...... ہٹو رستے سے۔" وہ غصے سے بولی تھی۔

"بڑے تیور ہیں بھئی۔" وہ ایک دم اپنے آوارہ پن پر اتر آیا تو فائقہ تو پہلی بار خوف زدہ ہوئی تھی۔ اس شخص کی یہاں موجودگی اور ماہ آرا کی غیر موجودگی۔

وہ سائیڈ سے ہو کر وہاں سے جانے لگی تھی' جب ایک دم اس شخص نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"ارے ایسے کیسے جا رہی ہو...... ماہ آرا سے پورا معاملہ طے ہوا ہے' بیٹھو ادھر......" فائقہ ساکت رہ گئی تھی۔

اس شخص کی اس قدر جرأت' وہ بے پناہ اذیت میں گھر گئی تھی۔ حیرانی سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی مزاحمت کرتے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماہ آرا نے خود کال کر کے بلایا تھا۔ اس نے سارا معاملہ طے کیا تھا کہ تم شوبز میں آنا چاہتی ہو اور تم میرے کہنے پر کچھ بھی کرنے کو تیار ہو...... اس نے آج اسی لیے تم سے ملنے کو بلوایا تھا۔"

"بکواس بند کرو...... جھوٹ بولتی ہے وہ عورت' خبردار مجھے ہاتھ بھی لگایا تو......" ایک دم غصے میں آ کر اس نے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور باہر جانے لگی تھی لیکن اسی وقت دروازہ کھلا تھا۔

ماہ آرا کے ساتھ ساتھ عثمان فاروق بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"یہ دیکھیں یہ ہو رہا تھا یہاں سب کچھ۔" ماہ آرا فائقہ کی طرف اشارہ کرتے بول رہی تھی اور فائقہ کچھ سمجھ نہ پائی تھی۔ عثمان تو فائقہ کو یہاں دیکھ کر ہی حیران تھا۔

"مجھے نہیں پتا یہ شخص کون ہے' فائقہ کے ساتھ اس کے انسٹی ٹیوٹ میں پڑھتا ہے۔ کئی بار دونوں اس طرح گھر میں ملتے رہے ہیں میں نے کئی بار بتانا چاہا لیکن فائقہ کی دھمکیوں کی وجہ سے چپ رہتی تھی کہتی تھی میں تمہیں طلاق دلوا دوں گی۔ اب ہمارے اس فلیٹ میں بھی لے کر آ گئی یہ تو......" ماہ آرا کمال معصومیت کا مظاہرہ کر رہی تھی اور فائقہ اس کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"شٹ اپ...... میں تو جانتی تک نہیں ہوں اس شخص کو تمہارا ہی کچھ لگتا ہے یہ' بہانے سے بلا کر اب مجھے پھنسا رہی ہو تم۔" چند سیکنڈ تک یہ سکتہ رہا تھا اور پھر وہ ایک دم پھٹی تھی۔

"یہ دیکھیں اپنا الزام چھپانے کے لیے یہ اب مجھ پر الزام لگا رہی ہے۔"

"جھوٹ بولتی ہے یہ۔" وہ فوراً بولی تھی۔

"بکواس بند کرو......" عثمان ایک دم غصے سے بولا تھا۔ اور پھر اس نے احسان ڈار کو دیکھا تھا۔

"تمہیں تو میں اچھی طرح جانتا ہوں تم وہی انسان ہو نا جو میری پرانی کمپنی میں کئی بار مجھ سے مل چکے ہو۔" احسان ڈار مسکرایا تھا۔

"ہاں میں کئی بار فائقہ کے کہنے پر تم سے بات کرنے گیا تھا' لیکن دل کی بات نہ کہہ سکا تو لوٹ آتا تھا۔" عثمان نے بہت سنجیدگی سے فائقہ کو دیکھا تھا۔

"جھوٹ مت بولو...... میں نے آج سے پہلے کبھی اس شخص کو دیکھا تک نہیں...... یہ ماہ آرا کا کچھ لگتا ہے بلکہ مجھے تو بہت اچھی طرح اب سمجھ آ رہی ہے کہ یہ شخص اصل میں ماہ آرا کا لگتا کیا ہے جو اس کے ساتھ مل کر یہ گیم کھیل رہا ہے۔" فائقہ نے کہا۔

"شٹ اپ۔" عثمان نے مشتعل ہو کر فائقہ کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا اور فائقہ وہ تو اذیت کی گہری بھٹی میں جا گری تھی۔

"اور تم دفع ہو جاؤ...... یہاں سے......" اس نے احسان ڈار کو وہاں سے نکالا اور پھر فائقہ کو دیکھا تھا۔

"اشفاق بھائی کو کال کرتا ہوں اور تمہیں ابھی طلاق دیتا ہوں۔" عثمان نے کہا اور ماہ آرا وہ مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"اسے ابھی دھکے دے کر یہاں سے نکالو...... یہ ایک سیکنڈ بھی یہاں رہی تو میں اسے شوٹ کر دوں گا۔" عثمان نے کہا تھا۔ ماہ آرا اسے پرسکون ہونے اور غصہ نہ کرنے کی تلقین کر رہی تھی۔

اس نے فائقہ کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ فائقہ وہاں سے آ گئی تھی۔ وہ سیدھا فلیٹ پر آئی تھی' اتفاقاً اشفاق صاحب موجود تھے' اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے اور اس نے روتے ہوئے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا۔ ساری حقیقت سن کر وہ انتہائی غم زدہ ہو گئے تھے۔

"اس عورت نے بڑی گھٹیا چال چلی ہے اور عثمان کس قدر کم ظرف نکلا۔ تم جیسی حیادار' پاک صفت لڑکی کے شاید وہ قابل ہی نہیں ورنہ ہیرے اور پتھر کی پہچان تو کر سکتا تھا...... میں ملتا ہوں اس سے۔" وہ عثمان کے پاس گئے تھے اور عثمان کا ایک ہی موقف تھا وہ فائقہ کو چھوڑنے پر بضد تھا۔

"ٹھیک ہے ضرور دو لیکن فائقہ کا حق مہر بھی ادا کرنا ہوگا تمہیں' اس کے حق مہر میں کروڑوں کی مالیت کی زمین لکھی تھی بابا صاحب نے' پہلے وہ ادا کرو پھر طلاق دینا۔" عثمان کو ایک دم سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ تو چند لاکھ بھی دینے کے قابل نہ تھا' کجا کروڑوں کی مالیت کی زمین۔

"لیکن ایسی بدکردار عورت کو میں اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔"

"اپنی زبان سنبھال کر بات کرو عثمان' اب تک ہم لوگ محض تمہاری جذباتی محبت سمجھ کر سب نظر انداز کرتے رہے تھے لیکن تمہیں تو انسان کی پہچان ہی نہیں...... یہ عورت جس کی آنکھوں سے تم دیکھ

اور جس کی زبان تم بول رہے ہو یہ تمہیں بھی دھتکار کر چلی جائے گی۔ ایسی عورتیں کسی کی نہیں ہوتیں۔ روپیہ پیسہ ہی ان کے لیے سب کچھ ہوتا ہے اور بس۔'' اور پھر انہوں نے ماہ آرا کو دیکھا تھا۔

''تمہارے اس احسان ڈار سے بھی میں اب نبٹ لوں گا...... غلط لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے تم نے...... اپنے انجام کی فکر کرو اب تم۔'' وہ کہہ کر نکل آئے تھے۔ ماہ آرا واقعی پریشان ہوگئی تھی۔

وہ پہلے ہی الجھی ہوئی تھی۔ وہ فائقہ کو عثمان کی زندگی سے نکالنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھی' وہ جو احسان ڈار کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی اس نے اس سے ایک معاملہ طے کیا تھا۔ فائقہ کو عثمان فاروق کی نظروں میں گرانے کا معاملہ اور اس کے بدلے وہ احسان ڈار سے مراسم بڑھانے کو تیار تھی اور یہ مراسم فی الحال دوستی تک رکھنا چاہتی تھی اور مطلب نکلنے پر احسان ڈار کو بھی صاف جواب دے دینا تھا لیکن وہ جانتی نہ تھی کہ وہ کس آگ سے کھیلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے جو کھیل شروع کیا تھا وہ اب اس کے دامن کو بھی جلانے کو تیار تھا۔ اشفاق کے لیے احسان ڈار تک پہنچنا مشکل نہ تھا۔ وہ احسان ڈار سے ملے تھے۔

احسان ڈار پیسے کا پجاری تھا' اس کا منہ کھلوانے کے لیے انہوں نے اسے منہ مانگی رقم دی تھی اور اس سے ماہ آرا کے خاندان اس کی اصلیت کی ساری داستان سن لی تھی اور پھر وہ اسے لے کر عثمان تک گئے تھے لیکن ماہ آرا نے عثمان کی کچھ اس طرح کی برین واشنگ کر رکھی تھی کہ وہ کچھ بھی سمجھنے کو تیار نہ تھا۔ احسان ڈار نے تمام ثبوت عثمان فاروق کے سامنے رکھ دیے تھے۔ عثمان قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔

وہ ماہ آرا کے پاس گیا اور ماہ آرا وہ تو احسان ڈار سے کسی بھی تعلق رکھنے سے انکاری تھی۔ وہ تو سرے سے ہر تعلق سے ہی منکر ہوگئی تھی۔

''عثمان یہ سب جھوٹ کہہ رہے ہیں یہ سب مجھے آپ کی زندگی سے نکالنے کے لیے سازش کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس پیسہ ہے' وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں کیا آپ کو لگتا ہے میں ایسا کر سکتی ہوں' میں اتنا گر سکتی ہوں۔'' ماہ آرا کا رو رو کے برا حال تھا اور عثمان خاموش تھا' بالکل خاموش۔

اشفاق نے پاکستان کال کی تھی' فائقہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ بابا صاحب کا حکم تھا کہ فائقہ کو لے کر فوراً پاکستان آجائے۔ اشفاق صاحب فائقہ کو لے کر پاکستان چلے گئے تھے۔

دوسری طرف عثمان عجیب سے مخمصے میں تھا۔ وہ احسان ڈار سے ملا تو اس نے اسے حسن آرا سے ملوا دیا تھا جو ان دنوں وہیں تھی۔

''تم ماہ آرا پر بہت یقین کرتے ہو لیکن وہ ان عورتوں میں شامل ہے جن کی فطرت میں مرد کو دھوکا دینا لکھا ہوتا ہے۔ ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے لیکن تم خود دیکھنا اس نے تمہاری دولت دیکھ کر تم سے شادی کی تھی' تمہاری شخصیت' تمہاری امارت سے مرعوب تھی...... اس نے ہمیشہ اپنی ماں کی وجہ سے روپے پیسے کی ریل پیل دیکھی ہے' وہ اب جو زندگی گزار رہی ہے وہ اس کی عادی نہیں ہے' بے شک وہ عزت کی زندگی جینا چاہتی ہے لیکن ایک بات یاد رکھنا تم سے تمہاری دولت وغیرہ سب چلا گیا تو وہ تمہارے ساتھ بہت دیر تک نہیں رہے گی۔'' حسن آرا نے حقیقت بتائی اور عثمان فاروق یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔ حسن آرا سے ملنے کے بعد عثمان کے دل و دماغ پر عجیب سی کیفیت چھا گئی تھی۔ اس نے وہ فلیٹ بھی تبدیل کر لیا تھا اس نے بہت ہی پسماندہ علاقے میں نہایت خستہ حال ایک کمرے کا فلیٹ لے لیا تھا۔ وہ لاشعوری طور پر ماہ آرا کو شاید آزمانا چاہتا تھا اور ماہ آرا اس نے کبھی ایسا ماحول نہ دیکھا تھا۔ اس کی ماں نے جیسے بھی پیسہ کمایا تھا لیکن بیٹی کو ایک آرام دہ اور پُرسکون زندگی دی تھی اس

کی زیادہ تر زندگی ہاسٹلز میں ہی گزری تھی لیکن اس کی رہائش ہمیشہ شہر کے سب سے اچھے ہاسٹل میں ہوتی تھی' اسے زندگی کی تمام بنیادی سہولیات میسر تھیں۔

عثمان فاروق نے شاید اس سے محبت کی تھی لیکن اس نے عثمان فاروق کی شخصیت کی خوب صورتی اور اس کی امارت دیکھی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اس شخص کے ساتھ پُرسکون' آرام دہ اور عزت کی زندگی گزار سکے گی۔ صرف عزت کی زندگی اس کی ترجیح ہوتی تو اس کے لیے باقی سب بے معنی ہو جاتا لیکن عزت کی زندگی کو اس نے عثمان فاروق کی ذات اور امارت کے ساتھ مشروط کر لیا تھا اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔

وہ نئے فلیٹ میں شفٹ تو ہوگئی تھی' اسے یہ زندگی بڑی مشکل لگنے لگی تھی' بچی کے ساتھ ساتھ گھر کی ذمہ داریاں۔ عثمان فاروق کو جاب مل گئی تھی' ایک بہت اچھی کمپنی تھی وہ چاہتا تو ماہ آرا کو ایک بہت اچھی زندگی دے سکتا تھا لیکن' اس نے فلیٹ نہیں بدلا تھا۔ ان کا کھانا پینا اور رہن سہن بہت معمولی سا تھا۔ بہت جلد ماہ آرا اس ماحول اور سیٹ اپ سے فیڈ اپ ہوگئی تھی۔

''عثمان کوشش کریں کوئی اچھی سی جاب ڈھونڈیں ہم کب تک اس طرح کی زندگی گزاریں گے...... میں اس طرح کے ماحول کی عادی نہیں ہوں۔'' ایک دن اس نے بہت غصے سے کہا تھا۔ عثمان نے اسے بغور دیکھا تھا۔ شادی کے اولین دنوں والا ان دونوں میں کوئی رنگ باقی نہ رہا تھا۔

''میں بھی اس طرح کے ماحول کا عادی نہیں ہوں' بابا صاحب نے مجھے اپنی تمام تر دولت و جائیداد سے عاق کر دیا ہے' ان کی صرف ایک ہی شرط ہے کہ تمہیں طلاق دے دوں ورنہ ان کی دولت و جائیداد پر میرا کوئی حق نہیں...... اس ملک میں درجہ دوم کا شہری بن کر کوئی اچھی جاب حاصل کرنا ناممکن بات ہے اور ہر طرح کی جاب میں نہیں کر سکتا۔'' ماہ آرا خاموش ہوگئی تھی۔

کچھ دن گزرے تو ماہ آرا نے اسے بتایا تھا کہ ایک اسٹور میں اسے ملازمت مل گئی ہے وہ اب کل سے جاب پر جایا کرے گی اور بچی کو وہ کسی مونٹیسوری میں داخل کروا دے گی' دونوں کے درمیان شدید بحث ہوئی تھی لیکن ماہ آرا دوسرے دن جاب پر چلی گئی تھی۔ چند دن ایسے گزرے تو عثمان فاروق کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔

''مجھے یہ سب پسند نہیں...... اگر میری زندگی میں رہنا ہے تو تمہیں صرف اور صرف گھر میں رہ کر زندگی گزارنا ہوگی اور میری بچی کی پرورش کرنا ہوگی' ورنہ ہم اپنے رستے الگ کر سکتے ہیں۔'' انداز قطعی تھا۔ ماہ آرا بھی غصے میں آگئی تھی۔

''میں تھک گئی ہوں غربت سے بھی نیچے افلاس کی یہ زندگی گزارتے...... میں اپنے سکھ کے لیے یہ جاب کر رہی ہوں' میں جاب نہیں چھوڑوں گی۔''

''ٹھیک ہے ہم اپنے رستے الگ کر لیتے ہیں۔'' عثمان کا انداز فیصلہ کن تھا۔

ماہ آرا بھی شاید تھک چکی تھی یا اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ عثمان فاروق کے ساتھ رہتے ہوئے اب اسے یہی غربت زدہ زندگی گزارنا ہوگی۔ بہت سارے دن دونوں کے اسی کشمکش میں گزرے تھے۔ ماہ رخ مکمل طور پر مونٹیسوری میں ہوتی تھی۔ عثمان فاروق کو بیٹی سے بڑا پیار تھا لیکن ماہ آرا ابھی کسی بھی طرح کے سمجھوتے پر آمادہ نہ تھی۔

اس نے کسی اور شہر میں جاب کے لیے اپلائی کیا ہوا تھا اور پھر اسے جاب مل گئی تو اس نے ماہ آرا سے بات کی تھی۔ آخری اور فیصلہ کن بات۔

''میں بہتر روزگار کے لیے کچھ دنوں کے لیے دوسرے شہر جا رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو گی؟''

''سوری عثمان...... میری اپنی جاب بہت اچھی ہے میں اسے نہیں چھوڑ سکتی اور کچھ دن کی چھٹی ملنا مشکل ہے پلیز تم چلے جاؤ...... میں یہاں ہی رہوں گی

بلکہ میں نے سیکنڈ ٹائم جاب کے لیے بھی اپلائی کیا ہے' نائٹ شفٹ ہوا کرے گی ایک ہوٹل میں سروِنگ کا کام ہے میرا نکلنا بہت مشکل ہے۔''

''اوکے......ایک بات بتاؤ......اگر تمہیں مجھ سے بہتر مرد ملے تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گی۔''

''ابھی تک تو تمہارے ساتھ ہوں' بعد کا پتا نہیں۔'' ماہ آرا کا انداز قطعی تھا۔

''اور ہماری بیٹی کا کیا مستقبل ہوگا کبھی تم نے سوچا ہے۔''

''جیسی زندگی یہاں کے لوگ گزارتے ہیں وہ بھی گزارنا سیکھ جائے گی اب پاکستانی ماؤں کی طرح میں چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ تو چپٹی نہیں رہ سکتی۔'' یہ آخری الفاظ تھے جو عثمان فاروق کے دل میں چبھ گئے تھے۔ یہاں کے لوگ کیسی زندگی گزار رہے تھے۔ مادر' پدر آزاد' بے باک' آزاد زندگی۔ جو اخلاقیات جیسے دائرہ سے کوسوں دور تھی۔ عثمان فاروق کے وجود میں ایک کپکپی سی طاری ہوئی تھی۔

اسے نجانے کیوں پاکستان یاد آنے لگا تھا۔ اماں بی' فائزہ بھابی اور نجانے کون کون؟ وہ اپنی بچی کو ایک اخلاق باختہ زندگی نہیں دے سکتا تھا۔ یہ بات نہ اس کی طبیعت گوارا کرتی اور نہ ہی اس کی مذہبی سوچ......وہ خاموش ہوگیا تھا اور اگلے دن وہ دوسرے شہر روانہ ہوگیا تھا اور جانے سے پہلے اس نے ماہ رخ کو ساتھ لے لیا تھا۔

ماہ آرا صبح صبح ہی گھر سے نکل گئی تھی ماہ رخ کو مونٹیسوری میں چھوڑنے کی ذمہ داری عثمان کی تھی اس نے آرام وسکون سے اپنا اور اس کا سامان پیک کیا تھا اور پھر ایک صفحے پر کچھ لائنز لکھ کر صفحہ تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا۔

وہ چلا گیا تھا' اس شام ماہ آرا گھر لوٹی تو خوش تھی' اس کی اچھی پرفارمنس کی بنا پر اسے دوسرے ڈیپارٹمنٹ میں شفٹ کردیا گیا تھا۔ وہ آرام کی غرض سے لیٹ گئی تھی۔ رات گئے تک عثمان اور ماہ رخ نہ آئے تو وہ الجھی تھی۔ عثمان ہی بچی کو مونٹیسوری میں چھوڑتا اور واپسی پر پک کرتا تھا۔ اس کی بے چینی بڑھنے لگی تھی۔ اس نے یونہی تکیہ اٹھایا تو وہاں وہ صفحہ ملا تھا۔

''تم سے میں نے حقیقی محبت کی تھی۔ سب رشتے توڑ کر تم سے رشتہ جوڑا تھا لیکن اب مجھے لگنے لگا ہے کہ ہم بہت دور تک ساتھ نہیں چل سکتے' اس سے پہلے کہ یادیں تلخ ہوں میں تمہیں ایک خوشگوار یاد کی طرح اپنی زندگی میں رکھنا چاہتا ہوں اس لیے سب تعلق توڑ کر جارہا ہوں' تمہیں کچھ دن میں طلاق کے پیپرز مل جائیں گے۔ میری طرف سے تم آزاد ہو۔'' الفاظ ختم ہو چکے تھے اور ماہ آرا وہ گم صم سی تھی۔ وہ نہ دکھی تھی اور نہ ہی خوش۔

وہ چند دن وہاں رہی تھی' اسے کچھ دن بعد طلاق کے پیپرز مل گئے تھے' وہ اپنا مختصر سا سامان اور کاغذات وغیرہ سمیٹ کر ایک اسٹور ورکر کے ساتھ اس کے فلیٹ میں آ گئی تھی۔

وہ اپنی جاب سے مطمئن تھی' اس کی زندگی گزر رہی تھی۔ اسے ماہ رخ کی کبھی یاد نہ آئی تھی' مونٹیسوری سے پتا کرنے پر اسے معلوم ہوگیا تھا کہ عثمان ماہ رخ کو ساتھ لے گیا تھا۔ وہ پُرسکون زندگی گزار رہی تھی جب ایک دن اس کے اسٹور میں احسان ڈار آیا تھا۔ وہ تو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا لیکن وہ سرد مزاجی سے ملی تھی۔

اس کے بعد وہ اکثر آنے لگا تھا' رفتہ رفتہ وہ اس کے لیے کوئی نہ کوئی قیمتی تحفہ لانے لگا وہ شروع میں انکار کرتی تھی لیکن پھر ساتھی ورکرز کی موجودگی میں لے لیتی تھی۔

پھر ایک دن وہ فلیٹ تک آ گیا تھا۔ وہ بیمار تھی اسٹور نہیں گئی تھی' وہ وہاں آیا تھا اس کی ساتھی ورکر جو اسے جانتی تھی نے اسے ماہ آرا کی بیماری کا بتایا تو وہ اس سے ایڈریس جان کر اس کے پاس آ گیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر شاکڈ ہوگئی تھی۔

''میں پاکستان چلا گیا تھا' اب پھر ایک شوٹنگ کے لیے یہاں آیا ہوں۔ کچھ دن رکوں گا۔'' اس نے بتایا تھا۔

''تمہاری ساتھی بتا رہی تھی کہ تمہاری ڈیوورس ہوگئی تھی اب تم اس کے ساتھ رہ رہی ہو۔'' وہ تب بھی خاموش رہی تھی۔

اور پھر وہ جب تک ادھر تھا اکثر کبھی فلیٹ اور کبھی اسٹور میں آتا رہتا تھا۔ وہ شاید بہت امیر ہوگیا تھا۔ اس کی ساتھی ورکر کے وارے نیارے ہونے لگے تھے۔ وہ جب بھی آتا تو ہر بار ماہ آرا کو یہی یقین دلاتا کہ وہ بہت بدل گیا ہے' اس نے سب غلط کام چھوڑ دیے ہیں اور پھر اس نے ایک دن اسے شادی کا پروپزل دیا تھا۔ ماہ آرا نے انکار کردیا تو اس نے اس کے سامنے کچھ صورتیں رکھ دی تھیں۔

''حق مہر تمہاری مرضی کا ہوگا......جیسی زندگی کی تم خواہش رکھتی ہو ویسی ہی عزت بھری زندگی گزارنے کو ملے گی' چاہے تو اسٹیمپ پیپر پر لکھوالو۔'' ماہ آرا گم صم ہوگئی تھی۔

اسے ایک بار ایک اچھا انسان عثمان فاروق ملا تھا لیکن قسمت کا چکر تھا کہ وہ اس کی زندگی سے نکل گیا تھا۔ وہ احسان ڈار سے ملنے لگی تھی۔ احسان ڈار جب بھی پاکستان سے آتا وہ اس سے مل لیتی تھی شاید احسان ڈار کی کوششیں تھیں کہ اس نے شادی کی حامی بھر لی تھی لیکن اس نے اس سے باقاعدہ لکھوالیا تھا کہ وہ صرف اور صرف اس کی بیوی ہوگی اس کے کاروباری معاملے میں وہ اسے شامل نہیں کرے گا۔ اس نے حق مہر بھی اپنی مرضی سے لکھوایا تھا۔

شادی کے بعد کچھ ماہ دونوں امریکہ رہے تھے اور پھر گھومنے پھرنے کے لیے وہ اسے پاکستان لایا تھا اور یہاں وہ اسے حسن آرا کے پاس لایا تھا۔

''یہ لو حسن آرا تمہاری ضدی چڑیا تو تمہیں دھوکہ دے کر اڑ گئی تھی اس کے پر کاٹ کر لایا ہوں' یہ اب کبھی اڑنے کی جسارت نہیں کرسکے گی۔''

''کیا بکواس ہے یہ......'' وہ چیخی لیکن سب بے سود تھا۔

اس نے زندگی میں ایک بار عثمان فاروق کو دھوکہ دیا تھا فائقہ کو اس کی زندگی سے نکالنے کے لیے' اس بار احسان ڈار نے دھوکہ دیا تھا اور حسن آرا نے اسے قید کرلیا تھا اور پھر اپنی من پسند زندگی کی طرف لانا چاہا لیکن وہ اکڑ گئی تھی۔ وہ دھوکہ کھا گئی تھی لیکن عزت پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے حسن آرا اور احسان ڈار کے مجبور کرنے پر خود کو سزا دینے کے لیے اپنے چہرے پر تیزاب گرالیا تھا اور پھر اس کی حسین وجمیل زندگی کا اختتام ہوگیا تھا۔

وہ کئی ماہ تک ہاسپٹل میں رہی تھی اور پھر جب وہ ہاسپٹل سے گھر آئی تو کوئی اور ہی ماہ آرا تھی۔ وہ ماہ آرا جس کے تعاقب میں کسی ننھی بچی کی قلقاریاں گونجتی تھیں اور جس کے کانوں میں کسی عثمان فاروق کے محبت بھرے جملے ماتم کرتے تھے۔ وہ روتی' چیختی' چلاتی تھی اور پھر خود کو پیٹنے لگ جاتی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو خود سزا دی تھی اور اس سزا کے طوق میں اسے تب تک سڑنا تھا جب تک آخری سانس باقی تھی۔

❁......❁......❁

شیر افگن آیا تو فائقہ چلی گئی تھیں۔ شیر افگن گاڑی تک چھوڑنے آیا اور گارڈ کو اچھی طرح تاکید کرکے وہ انہیں بھیج کر واپس آیا تو شہرینہ اسے دیکھ کر چونکی۔

''آپ گئے نہیں؟''

''مجھے کہاں جانا تھا؟''

''مام کے ساتھ......''

''وہ تو چلی گئیں اور میں یہاں رکوں گا......اب رات بھر تمہیں اکیلے تو نہیں چھوڑ سکتے نجانے کب حسن آرا کا کوئی ساتھی آجائے اور ہم پھر پاگلوں کی طرح تمہیں

ڈھونڈتے پھریں۔'' شہرینہ خاموش رہی یعنی اب رات بھر وہ اس کے اعصاب پر سوار رہنے والا تھا۔

''کیا ہوا انہیں؟'' اس عورت سے ان لوگوں کی کوئی بھی اچھی یاد نہیں جڑی تھی لیکن شہرینہ کی وجہ سے وہ پوچھ رہا تھا۔

''بخار تھا۔''

''اب کیسی طبیعت ہے؟''

''بہتر ہے۔'' اس نے ڈبل بیڈ والا روم لیا تھا' تاہم وہ ماں کے سرہانے کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔

''تم ریسٹ کرلو۔'' شیر افگن نے اسے بغور دیکھا تو فیل ہوا کہ وہ جیسے نیند سے لڑ رہی ہے۔

''اٹس اوکے...... اگر آپ نے لیٹنا ہے تو لیٹ جائیں۔'' انداز بہت دوٹوک تھا۔ وہ کندھے اچکا کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ واقعی تھکا ہوا تھا اس۔ لیے لیٹ گیا تھا۔

''اماں بی اور بابا صاحب بھی میرے ساتھ آئے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''کیوں؟''

''ان کے بیٹے کا گھر ہے کیا وہ بغیر کسی وجہ کے نہیں آسکتے۔'' وہ بھی الٹے سوال کا جواب گھما کر دے رہا تھا۔

''میں کون ہوتی ہوں منع کرنے والی...... ان کے بیٹے کا گھر ہے سو بار آئیں۔'' وہ ہنس دیا۔ اس کے جواب پر وہ کوفت زدہ ہوگئی تھی۔

''ویسے وہ ان سارے حالات پر اظہار افسوس کرنے آئے ہیں۔'' وہ خاموش رہی۔

''اور ان کے آنے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔'' وہ کہہ کر خاموش ہوا۔ وہ خاموش رہی تھی اس کا خیال تھا کہ وہ خود ہی وجہ بھی بتادے گا لیکن وہ تو کروٹ بدل کر آنکھیں بند کرگیا تھا۔

''سخت تھکا ہوا ہوں' سو رہا ہوں۔'' وہ جل بھن ہی تو گئی تھی۔ وہ جاگ رہی تھی اور وہ محترم سونے کی کوشش میں تھا۔

اس کا جی چاہا کہ اسے اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دے۔ وہ کڑھتی رہی اور کرسی پر بیٹھی نجانے کب اس کی آنکھ لگی شیر افگن کی دو تین گھنٹے بعد کھٹکے سے آنکھ کھلی تھی۔

ماہ آرا نے شاید کروٹ لی تھی چادر چہرے سے سرک گئی تھی۔ عجیب سے خدوخال والا چہرہ دیکھ کر شیر افگن بھی ساکت رہ گیا تھا۔ یہ ماہ آرا تھی جس پر کسی دور میں عثمان فاروق فدا ہوا تھا' وہ بے یقین تھا' وہ بستر سے اٹھ کر ان کے پاس آیا۔

شہرینہ کرسی پر ہی ٹانگیں سمیٹ کر سوئی ہوئی تھی۔ شیر افگن نے چادر دوبارہ ماہ آرا کے چہرے پر کردی اور خود شہرینہ کی طرف آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی وہ ایک دو پل اسے دیکھتا رہا۔ انتہائی تلخ و تند مزاج رکھنے والی سر پھری لڑکی اس وقت خاموش قیامت بنی ہوئی تھی۔

''شہرینہ......'' اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا لیکن وہ غالباً گہری نیند میں تھی۔ اس نے تھوڑا سا دباؤ ڈالا۔

''شہرینہ......'' اس نے اس کی طرف جھک کر اس کے کندھے سے پیچھے ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف کیا تھا۔ تب ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

''کون...... کیا...... کیا کر رہے ہیں آپ؟'' وہ ایک دم ہڑبڑائی۔ آنکھیں مکمل طور پر کھلی اور حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔

''ابھی تک تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔''

''شٹ اپ۔'' وہ ناگواری سے بولی۔

''محترمہ کافی بے آرام حالت میں کرسی پر سو رہی تھیں مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں بستر پر سوؤں اور تم یہاں...... تمہیں دو تین بار پکارا تم نہیں اٹھی تو سوچا کہ خود ہی ہمت کرکے تمہیں بستر پر لٹا دوں۔'' وہ مزے سے بغور دیکھتے کہہ رہا تھا اور شہرینہ اس کا بس ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے کچا ہی چبا ڈالے۔

''شیم آن یو......'' اس نے دانت کچکچائے۔

''میں نے کیا کیا ہے اور شرم کس بات کی' بیوی ہو میری۔''

''جسٹ منکوحہ۔'' وہ کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی' افگن ہنس دیا۔

''منکوحہ بھی بیوی کو ہی کہتے ہیں محترمہ۔''

''میرے ساتھ اس طرح کے ڈائیلاگ بولنے کی قطعی ضرورت نہیں۔'' وہ ایک دم غصے سے انگلی اٹھا کر بولی۔ شیر افگن کو نجانے کیوں اس کی کیفیت لطف دینے لگی تو وہ اور اس کے قریب ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ کرسی کے بازوؤں پر ٹکا کر وہ اس پر جھکا۔ شیر افگن کے ملبوس سے اٹھتی تیز کلون کی مہک...... شہرینہ کو لگا گویا اس کا سانس اس کے سینے میں اٹکنے لگا ہو۔

رات کی خاموشی...... کمرے کا سناٹا...... اور ایسے میں افگن کے تیور۔ وہ پریشان ہوگئی تھی۔

''میں نے تمہارے ساتھ اس طرح کے تو ایک طرف کسی اور طرح کے ڈائیلاگز بھی کبھی بولے ہی نہیں۔'' شیر افگن کی نگاہیں مکمل طور پر شہرینہ کے چہرے پر رقصاں تھیں۔ وہ پزل ہونے لگی تھی۔

''میرے ساتھ زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں...... پیچھے ہٹیں۔'' اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا لیکن ایک انچ بھی افگن کو پیچھے نہ دھکیل سکی۔

''کیا مسئلہ ہے' کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟'' وہ پھر بولی تو شیر افگن نے ایک گہرا سانس لیا۔ شیر افگن کی سانس کی گرماہٹ سے شہرینہ کو اپنا چہرہ جلتا محسوس ہوا تھا۔

شیر افگن کی نگاہوں کا تاثر اور وجود کی حدت اسے لگا وہ بے بس ہوجائے گی جبکہ وہ اس شخص کے سامنے کبھی ہارنا نہیں چاہتی تھی۔

''پلیز پیچھے ہٹیں...... مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ

aanchalpk.com
مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ نئے اُفق کراچی
شائع ہوگیا ہے
لفظ لفظ ہنگامے سطر سطر تجسس سے بھرپور تحریریں
ایسی کہانیاں جو اس سے قبل آپ نے نہیں پڑھی ہوں گی
مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زریں قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں
اس کے علاوہ
خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے
اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق
کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں
021-35620771/2
0300-8264242

رہا۔" وہ نگاہیں جھکا کر بولی۔ وہ شیر افگن کی نگاہوں کا سامنا نہیں کر پارہی تھی۔

آواز کی پستی اس کے اندر ہونے والی اتھل پتھل کا صاف پتا دے رہی تھی اس کا چہرہ آگ کی طرح دہک رہا تھا۔ شیر افگن نے اسے بغور دیکھا اور پھر ہنس دیا۔

"لیکن مجھے یہ سب قطعی برا نہیں لگ رہا۔" وہ تھوڑا سا مزید جھکا ممکن تھا وہ کچھ جسارت کرتا' شہرینہ نے غصے میں آ کر پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیل دیا تھا۔ وہ پیچھے ہوا اور شہرینہ تیزی سے کرسی سے اٹھی۔ شیر افگن ہنس دیا تھا۔

"بڑا دم ہے بھئی تم میں۔"

"انتہائی واہیات انسان ہیں آپ......اب آئندہ آپ نے میرے ساتھ کوئی غلط حرکت کی تو زمین آسمان ایک کردوں گی۔" وہ شدید غصے میں تھی لیکن اعصاب جھنجلائے ہوئے تھے۔ اسے شیر افگن سے اس رویے کی توقع نہ تھی۔

"میں نے تو ابھی کچھ کیا ہی نہیں۔" شیر افگن کے انداز میں ابھی بھی شرارت کھلی ہوئی تھی۔ شہرینہ نے لب بھینچ کر گھورا۔

"اوکے......اوکے......میں تو پہلے ہی گھائل ہو چکا ہوں آپ محترمہ پہ......نظروں کے تیر چلانے بند کردیں......ریلیکس میں مذاق کر رہا تھا۔" اس نے کہا اور شہرینہ مسلسل اسے گھورے جارہی تھی۔

کچھ پل بعد وہ کھڑکی کے پاس کھڑی ہوئی' کھڑکی کے باہر گہرا اندھیرا تھا' اس نے افگن کو دیکھا۔ وہ کرسی پر ٹک گیا تھا۔

"آرام سے بستر پر سو جاؤ۔ میں اب ادھر ہی ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا اور شہرینہ خاموش رہی' کچھ دیر پہلے افگن نے جو کیا اس کے بعد وہ اب اس کی موجودگی میں غافل ہو کر سونے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔ وہ اسی طرح کھڑکی میں کھڑی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ پلٹی تو دیکھا افگن کرسی پر بیٹھا اسے ہی گھور رہا تھا۔ وہ کچھ دیر بعد بستر پر آ بیٹھی۔

"سو جاؤ......"

"میں آپ کے حکم کی منتظر نہیں ہوں۔" اس نے تلخی سے کہا اور افگن مسکرا دیا۔

"تو کس چیز کی منتظر ہو؟"

"فضول گوئی کی ضرورت نہیں۔"

"یہ تو بڑا مسئلہ ہو جائے گا نیند تو اب میری اڑ چکی ہے دونوں خاموش رہے تو رات کیسے گزرے گی۔" شہرینہ نے گھورا اور پھر کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

"میرے ساتھ اب اگر دوبارہ ایسی ویسی بدتمیزی کی تو آپ جانتے نہیں کہ میں کیا کر سکتی ہوں' کسی بھول میں مت رہیے گا۔" اس نے کروٹ بدل کر کہا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔ شہرینہ کے اندر شدید غبار اٹھا لیکن نیند سے برا حال تھا' وہ لب دبا کر آنکھیں بند کر گئی تھی۔

✿......✿......✿

عثمان کچھ عرصہ اِدھر اُدھر گھومتا رہا اور پھر ایک دن اس کے نمبر پر کال آئی تھی۔ نجانے کہاں سے ان لوگوں نے اس کا یہ نیا ایڈریس اور نمبر ڈھونڈ نکالا تھا۔

"فائقہ کو آزاد کردو......ہم اسے ساری عمر تمہارے نام پر بٹھانے کے حق میں نہیں ہیں' ہم اس کی جلد از جلد شادی کرنا چاہتے ہیں۔" بابا صاحب کی کال تھی۔

اشفاق صاحب کسی بھی لمحے عثمان فاروق سے غافل نہ رہے تھے فائقہ کو پاکستان چھوڑنے کے بعد انہوں نے پھر ایک دوبار امریکہ کا چکر لگایا تھا' انہوں نے بہت جلد پتا کروالیا تھا کہ عثمان کہاں ہے؟ اس کا ایڈریس اور نمبر حاصل کرنا مشکل نہ تھا۔ انہیں علم ہو چکا تھا کہ عثمان فاروق ماہ آرا کو چھوڑ چکا ہے' اس لیے کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد بابا صاحب نے پھر اسے کال کی تھی۔

"ٹھیک ہے......میں طلاق کے کاغذات بھجوادوں گا۔"

"خالی کاغذات نہیں......حق مہر کی مالیت بھی ایک اور خبر بھی ہے تمہاری ماں سخت بیمار ہے وہ تمہیں دیکھنے کو تڑپ رہی ہے' وہ چاہتی ہے کہ تم فائقہ کو طلاق پاکستان آ کر دو......وہ طلاق دینے سے پہلے ایک بار تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔" عثمان خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے ایک عورت کے لیے اتنے رشتے توڑے تھے لیکن آخر کار وہ عورت بھی اس کی نہ بن سکی تھی۔

"ٹھیک ہے میں اپنی واپسی کی اطلاع دے دوں گا۔" رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔

کچھ دن لگے تھے پاکستان جانے میں ماہ رخ ساتھ تھی' وہ وہاں پہنچا تو اماں بی واقعی بیمار تھیں لیکن بیٹے کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اس سے ایک بات کی تھی۔

"تم فائقہ کو آزاد کردو بیٹا لیکن ایک بار ضرور سوچنا تمہاری ماں جیتے جی مر جائے گی' مجھے پتا ہے تم اس عورت کو طلاق دے چکے ہو کہیں نہ کہیں تو شادی کرو گے ہی ناں تو پھر فائقہ کیوں نہیں......میری بات ٹھنڈے دل سے سوچ لو اور پھر کوئی فیصلہ کرنا۔" اور عثمان فاروق نے بہت سوچا اور پھر ماں کو فیصلہ سنا دیا تھا اور ماں فیصلہ سن کر پھر سے رو دی تھی لیکن اس بار آنسو تشکر و خوشی کے تھے۔

اماں بی کے کہنے پر عثمان نے امریکا کی جاب چھوڑ دی تھی وہ کچھ دن کے لیے واپس گیا تھا اور پھر سب کچھ کلیئر کر کے آ گیا تھا۔ وہ اسلام آباد شفٹ ہو گیا تھا۔ ماہ رخ فائقہ کی مکمل طور پر ذمہ داری بن چکی تھی۔ بچی اتنی پیاری اور معصوم تھی کہ سب ہی نے اسی خوش دلی سے قبول کیا تھا۔ فائقہ نے سختی سے منع کردیا تھا کہ کوئی بھی اسے اس کی سوتیلی بیٹی نہ کہے' وہ اسے لے کر بہت خوش تھی' عثمان کا رویہ اسی طرح سرد تھا' پھر نرمی آئی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ۔

فائقہ کے لیے عثمان کا ساتھ ہمیشہ ایک آزمائش بنا رہا تھا۔ وہ اسے اپنی زندگی کے اس تکلیف دہ دور کا ذمہ دار سمجھتا تھا اور فائقہ اس نے بھی زندگی گویا انگاروں پر چلتے گزار دی تھی۔

✿......✿......✿

وہ صبح اٹھی تو شیر افگن کمرے میں نہیں تھا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ اپنا موبائل اٹھا کر دیکھا تو حیران ہوئی دن کے دس بج رہے تھے۔ وہ بہت دیر تک سوئی تھی۔ جلدی سے اٹھ کر کمرے سے ملحق واش روم میں گئی واپس منہ ہاتھ دھو کر نکلی تو شیر افگن کمرے میں موجود تھا۔

"گڈ مارننگ۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ وہ سنجیدہ چہرے سے محض سر ہلا سکی۔ شیر افگن نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ڈسپوزیبل چائے کا کپ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔

"ناشتہ کرلو۔" چائے کے ساتھ ساتھ ٹرے میں کھانے کے کچھ اور لوازمات بھی تھے۔ شہرینہ نے کپ لے لیا۔

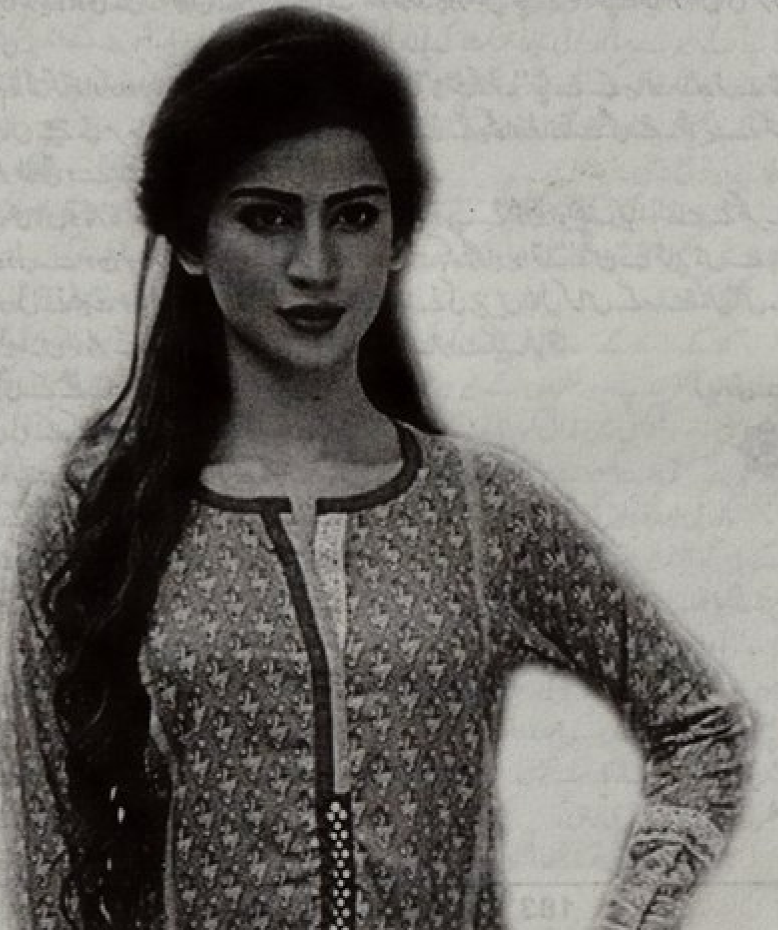
"آپ نے خوامخواہ تکلف کیا......مام نے گھر سے کچھ نہ کچھ بھجوا دینا تھا۔" افگن نے شاپر میں سے باقی کھانے کی چیزیں نکال کر اس کے سامنے کیں' اس نے صرف فروٹ کیک لیا تھا۔

(جاری ہے)

قوم کی زکوۃ

حرا قریشی

خواب اپنے میری آنکھوں کے حوالے کر کے
تو کہاں ہے مجھے سپنوں کے حوالے کر کے
مجھ کو معلوم تھا اک روز چلا جائے گا
وہ میری عمر کو یادوں کے حوالے کر کے



یقین ایک عظیم طاقت ہے۔ جس کا قرب قلب و روح سے منسلک ہوتا ہے۔ دل میں اگر ایمان و یقین کی مہر لگ جائے تو مردانہ وار لڑتے کٹ جانے کو جی چاہتا ہے۔ اگر یہ قوت یقین زمیں کے باطن بہ مخفی مٹی کا سینہ ہے تو وہ سونا بن جائے گی۔ راکھ کے سیاہ وجود پر ہے تو وہ آتش بھڑکا دے گی۔ محبت پر ہے تو وہ عشق کا بھیس بدل کر وجد میں آجائے گی۔ گدا گری ہے تو بادشاہت کا پیرہن زیب تن کرلے گی۔ کوئی عمیق سرنگ ہے تو نمک کی وسیع کان بن جائے گی۔ تاریخ کا باب ہے کوئی تو مستقبل میں سلطنتیں کئی اس کے قدموں پر جھک جائیں گی۔ اگر آب کی صورت ہے تو سمندر راستہ دے دیں گے۔ طوفان پناہ مانگیں گے۔ آندھیاں کترا کر نکل جائیں گی کہ جب یقین کی لحد کھلتی ہے تو زمیں کا کشادہ دل آبگینوں سے زیادہ شفاف اور فولاد سے زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے۔ بس یہی وہ یقین تھا جو پیدا ہوتے ہی مجھے وراثت میں ودیعت کردیا گیا' یقین کے اس عقیدے کے مرقد پر بس شہادت لکھا تھا۔ وہ شہادت جس کی خاطر تن' من' دھن سب لٹا دیا جاتا ہے۔ جس کے دنیاوی متاع کی فوقیت ایک تہائی رہ جاتی ہے۔ لسان شوق' جذب سے بس شہادت کا ترانہ پڑھتی ہے۔ سماعتیں پاک فضا کی دھرتی کی گونج میں شامل ہو جاتی ہیں۔ روح مراقبہ میں تو دل اعتکاف میں ہر لحظہ ہمہ وقت رہتا ہے۔ قربانی وایثار کی کامل آمادگی کے ساتھ میرا قلب وجگر حرارت کی تپش میں سلگتا رہتا تھا۔ جب بھی' جو بھی' جس وقت بھی کوئی پوچھتا کہ جبران بڑے ہوکر کیا بنو گے؟ میرا جواب فی البدیہہ ہوتا۔ ''شہید'' بنوں گا۔

اس کی تابش سے آسمان فکر و دانش پر نئی کہکشاں بکھرتی ہیں' نئے سورج نکلتے ہیں۔

میں پاک سرزمیں کے لیے ایسا سورج بن جانا چاہتا تھا جو اسلام کے نام پر جان دینا سعادت سمجھے۔ جس کا ایمان شہادت کے قدغن سے مربوط ہو' جو اس وقت سینہ تان کر کھڑا ہوجائے جب اللہ عزوجل کی عظمت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت اور انسانیت کا امن خطرے میں ہو اور یہ سرفروشی اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ سراسر محبوب کی رضا کے لیے تھی اور میرے اندر جو محبوب چپ کی بکل مارے ساکت بیٹھا تھا وہ شہادت کی سرمستی سے لبریز تھا اور مقررہ وقت کے آنے پر ایک تلاطم بپا کرنے کا جوش لیے ہوئے تھا۔ اماں بابا بوقت پیدائش شدید حادثے کا شکار ہوکر داغ مفارقت دے گئے تھے۔ بطور متاع حیات دادا دادی جان کا وجود نعمت خداوندی تھا۔ دادا جان خود بھی فوج سے ریٹائرمنٹ لیے ہوئے تھے سو روز رات دیر تک ان سے شہادت اور ایثار کے قصے سنتا رہتا راشد منہاس کی بات ہوتی یا حوالدار لالک جان کی' مجھے سب کی سرفروشی کی داستانیں ازبر تھیں۔ فراغت میں بھی میری واحد تفریح شہدا اکرام کے اسکیچز بنانے کی تھی۔ موسیقی سے بس اس حد تک لگاؤ تھا کہ جن گیتوں میں' وطن کے جیالوں کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہوتا وہ رغبت سے سنتا۔ دادا جان اکثر انا بوا (دادی جان) کا کاندھا ہلا کر کہتے ''اری او بھلی مانس' شہد کی جگہ کہیں گھٹی میں سرزمین پاک کی مٹی تو نہیں چٹا دی تھی اسے' بھولا بادشاہ ہر وقت ''شہادت' شہادت' شہادت'' کا راگ الاپتا رہتا ہے۔ وطن کے قصے کہانیاں سنی ہوں تو صاحبزادے کی بھوک مرجاتی ہے۔ شاہی پریڈ یا کسی شہید کو خراج تحسین پیش کیا جارہا ہوتا سب برائے نام کھیل ختم اور ان مناظر کے سحر میں جکڑے ہوئے ہمارے صاحبزادے مگن۔'' جبران کی رگ رگ میں گویا...... جذبہ شہادت۔ لہو بن کر گردش کررہا تھا۔

کمرہ جماعت میں جب ضروری کام ختم ہوجاتا استاد محترم ڈرائنگ وگرافک پر طالبات کو لگا دیتے۔ چند ایک عجلت میں لکیریں کھینچ کر جبران شہادت پر مشتمل کتابچوں میں گم ہوجاتا۔ استاد عالی مرتبہ بھی منع نہ کرتے کہ جبران کے بنے کئی اسکیچز مدرسے کی بلند و بالا دیواروں پر آویزاں تھے۔ صبح مدرسے کے چوکیدار اور ہیڈ پرنسپل کے بعد ملٹری تدریسی ادارے میں پہلا داخلہ

جبران کا ہوتا جو شان سے ایستادہ گیٹ کے قریب لگے آف وائٹ بورڈ پر شہادت سے متعلقہ اشعار بڑے خوش نویس الفاظ میں تحریر کردیتا۔ اس طرح جب بھی کبھی کوئی آزادی کی تقریب ہوتی' سب کے ذہنوں کے تخت پر فی الوقت جبران کا نام آتا۔ ملٹری ادارے میں سب اسے ''آزادی کا ہیرو'' اور گھر میں انا بوا اسے قدرے لگاوٹ سے ''قوم کا سپاہی'' کہتی۔ بسا اوقات اسٹیشن پر دادا جان کے ساتھ جاتا ہوتا شاہراہ میں گر کہیں یا ویسے شہدائے وطن یا قائداعظم کا پورٹریٹ نظر آجاتا' جبران کا سیلوٹ بابائے قوم اور شہیدوں کے لیے لازمی ہوتا' ہمراہ دادا اپنے دھیان میں چلتے چونک جاتے' عقب میں نگاہ دوڑاتے' صاحبزادے سلامی پیش کرتے دکھائی دیتے۔

''جانتے ہو' خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہونے کی دعا مانگتے رہے مگر یہ دعا ان کی حیات پاک میں قبول نہ ہوئی کیونکہ اس امر سے کفار کے حوصلے بڑھنے کا اندیشہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تمنا کربلا کے میدان میں تکمیل تک پہنچی۔ حضرت خالد بن ولید جیسے عظیم سپہ سالار وقت آخر رونے لگے۔ اہلیہ محترمہ نے پوچھا کہ موت سے ڈر رہے ہیں۔ جواب دیا۔ اس لیے رو رہا ہوں کہ گھر میں چارپائی پر مر رہا ہوں۔ میدان جنگ میں مرتا تو شہید کہلاتا۔ آنے والے وقتوں میں اسی آرزو کو میں تمہارے قلب و نظر میں ایک مومن کے نشان امتیاز کی صورت دیکھ رہا ہوں۔''

شب کی تاریکی پر چاند کا ہالہ تصرف کیے چہار سو چاندنی منتشر کر رہا تھا اور شب کے اس خاموش پہر میں دادا جان کے تکلم کا رس اپنے اتارتے جبران چشم تر لیے ان کے قدموں پر ہی محو خواب ہوگیا تھا۔ پھر اس شہزادے کے خواب بھی عام نہ تھے۔ کبھی کہتا انا! اسے کہ ''کیا دیکھتا ہوں اونچے پربتوں پر کھڑے پاک سر زمین کا علم اوج پر لہراتا ہوں' کبھی کہتا محمد علی جناح سے آج تو دیر تک باتیں کرتا رہا' حضرت علامہ اقبال کی رمز سے پر شاعری سنتے دل بھر آیا' کبھی کہتا اکیلا ایسی شاہراہ پر ثابت قدم چل رہا ہوں جہاں شاہ خاور کی کرنیں آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں۔ اس کے خوابوں میں کتنی صداقت تھی۔ یہ آنے والا انقلابی تلاطم خیز وقت جلد ہی ثابت کرنے والا تھا۔

پچیس برس بعد۔

''ارے انا بوا کیوں اپنا دل چھوٹا کر رہی ہیں' ابھی تو میری گلگت پوسٹنگ ہوئی ہے کون سا کارگل کے کسی خطرناک محاذ پر جا رہا ہوں۔ جس کی حیات ہی پاک سر زمیں پر قرض ہو وہ بھلا موت سے ڈرتے ہیں کیا؟''

جبران کی ایسی باتیں سنتے ایک سیل بے پناہ ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتا تو کچھ نہ بول پاتی اور خلیل صاحب (دادا) کو ریسیور پکڑا کر بھیگی آنکھوں سے دادا پوتے کو باتیں کرتے دیکھتی رہتیں۔ ''جبران آرہا ہے دو تین دن میں' ایک ہفتہ قیام کرے گا۔ بڑی سخت زندگی ہے فوجیوں کی۔ اب پھر سے رونے مت لگ جانا بھلی مانس حوصلہ بڑھایا کرو اپنے صاحبزادے کا' اچھی سی چائے کی پیالی پلا دیں یا جبران کے آنے پر ہی پلائیں گی۔'' انا بوا چادر کے پلو سے نم آنکھیں خشک کرتی کچن کی جانب چل دی تھیں۔ یہ امر بھی یہاں قابل رشک تھا کہ اس عمر میں آکر بھی خلیل رمزی اور ان کی زوجہ قمر جہاں کی ذہانت خوب تھی اور شروع سے ہی اپنے کام خود کیا کرتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ جبران آویز خلیل رمزی پر ان کی تربیت کی گہری چھاپ تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

چڑیوں کی چہچہاہٹ سی ڈور بیل پر دونوں ہی میاں بیوی چونک گئے تھے کہ آج ان کے خوبرو جبران کی آمد متوقع تھی۔

''صاحب میں دیکھوں؟'' رمضان بابا نے اجازت چاہی۔ جو جبران کے فوج میں جانے کے بعد سے یہاں کا مستقل ملازم اور خدمت گار تھا۔ وہ جو دونوں خود ہی در پر لپک کر جا رہے تھے۔ اب رمضو بابا کو اجازت دیتے ہی بنی۔

ہاتھ میں پکڑی انا بوا نے چائے کی پیالی میز پر رکھ دی۔ بیٹھک کی کھڑکی سے دکھائی دینے والے دید عکس پر ان کی توجہ مرکوز تھی۔ خلیل صاحب کی توجہ بھی گود میں دھرے اخبار کی بجائے اب بیرونی گیٹ پر جمی تھیں۔ جبران کے اندر آتے ہی اپنے چوڑے شانوں' سرمئی سنہری آنکھوں اور سرو قد سراپا رکھنے والے پوتے کو دیکھ کر دونوں ہی بیک وقت کھڑے ہوئے تھے۔ بغلگیر ہونے اور محبتوں کے ایسے ملاپ پر جبران کے دوست (جو ساتھ آیا تھا) اس کی آنکھیں بھی اشک بار ہوگئیں۔ رمضو خاطر مدارت کے سبب کچن کی جانب چلا گیا تھا۔ اب جو نشست جمی تو موضوع حب الوطنی تھا اور جبران ہاؤس میں موجود اس وقت ہر شخص ہی اس جذبے سے سرشار تھا۔ ''یار جبران تمہیں سرگودھا کا وہ بیس کمانڈر یاد ہے کیا خوب دلچسپ باتیں بتائی تھیں اس نے۔'' فہد آفریدی (دوست) نے کافی کی چسکیاں لیتے جبران کا کاندھا ہلایا۔

''میاں دھیان سے' کپ چھلک نہ جائے۔'' دادا کہتے اپنی نشست سے ذرا آگے کو ہوئے تھے۔

''کپ چھلک جائیں تو خیر ہے' بس جذبوں کی اٹھان کو زوال نہ آئے۔ کپ نئے آجاتے ہیں۔ آزاد وطن ہر بار نئے نہیں ملا کرتے۔''

انا بوا کی بات پر سب ہی انہیں یک ٹک دیکھتے مسکرا دیئے تھے۔ ''ارے بھلی مانس شرما جائیں گی اب' میاں تم وہ بات بتاؤ۔''

''جی دادا جان ضرور۔'' جبران نے سعادت مندی سے سر اثبات میں ہلایا۔ ''یہ جنگ کے ان دنوں کی بات ہے جب اضافی فوج آئی ہوئی تھی۔ ان کے لیے چارپائیوں اور بستروں کی ضرورت تھی۔ سرگودھا کی ایک مسجد میں اعلان ہوا کہ بستر' چارپائیوں کی ضرورت ہے۔ ایک ہی گھنٹے میں پی اے ایف انسانوں اور گاڑیوں سے بھر گیا ہر ایک کے پاس نئے بستر اور

آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل

امید اور ناامیدی کے درمیان پرورش پاتی حسین داستانیں

ماہنامہ حجاب کراچی

شائع ہوگیا ہے

محبت' نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں

میرے خواب زندہ ہیں

محبت و بے وفائی مرد کا شیوا ہے، وہ اس میں کسی مقام تک جاسکتا ہے، نادیہ فاطمہ رضوی کی خوب صورت تحریر

شب آرزو تیری چاہ میں

محبت و جذبات اور خودسری کا اثر لیے ایک پراثر و دلکش تحریر نائلہ طارق کے قلم کا ایک نیا انداز، ایک نئی کہانی

عشق دی بازی

خاندانی رسم و رواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر

اس کے علاوہ دنیا ادب کے نئے ستارے ہر ماہ اس میں شامل ہیں

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

Infoohijab@gmail.com

021-35620771/2

0300-8264242

چارپائیاں تھیں۔ ضرورت کے مطابق اشیاء لے لی گئیں۔ باقی واپس لے جانے کو کہا گیا' تو وہ غصے سے اشیائے ضرورت پھینک کر بولے ہم نہیں لے جائیں گے۔ یہ تھا یوم دفاع پر لوگوں کا جذبہ اور خلوص۔'' جبران بڑے ہی جوش سے خیالات سامعین تک پہنچا رہا تھا۔ یکسوئی اور جذبہ شوق کا عالم دیکھ کر رمضو بابا بھی ان کے عقب میں بیٹھ گئے تھے۔ خشک لبوں کو تر کرتے جبران کی ان پر نظر پڑی تو وہ مسکرایا اور اس مسکراہٹ میں فہد نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ ''اسی زمانے میں ایک بھکاری لاہور کے گھروں میں مانگ رہا تھا لیکن وہ روٹی کی بجائے لوگوں کی لعن طعن سن کر بھی پیسے کا اصرار کرتا۔ شام تک ریزگاری جمع کر کے وہ فوج کے امدادی کیمپ پہنچا اور جمع پونجی ریلیف فنڈ کی نذر کر کے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے خشک روٹی نکال کر پانی میں ڈبو کر کھانے لگا۔ قریب ہی موجود صحافی نے مدعا جاننا چاہا تو جواب ملا۔'' آج ان پیسوں کی وطن کو زیادہ ضرورت ہے۔ وطن سلامت رہے گا تو مجھے بھی رزق ملتا رہے گا اور میں کبھی بھوکا نہیں مرسکتا آفرین۔'' دادا جان فہد کی زبانی فقیر کی بابت سن کر بے اختیار بول اٹھے۔

''ایک دبلے پتلے نوجوان کو جب اس وقت خون لینے سے انکار کر دیا گیا تو وہ پھر چکما دے کر جا گھسا کہ وہ وطن کے لیے بطور زکوۃ لہو دینے کا قصد کیے ہوئے تھا۔'' اب کی بار جب رمضو بابا نے گفتگو میں حصہ ڈالا تو سب داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔

''کیا بھئی رمضو شام کے کھانے کی چھٹی کرنی ہے آج۔'' دادا جان کی بات سن کر رمضو سر کھجاتا کچن کی جانب چلا گیا اور باقی سب خفیف سا ہنس دیے۔ جبران کے ساتھ ہفتہ کیسے گزرا پتہ ہی نہیں چلا۔ زیست پھر سے اپنے پہیے پر رواں دواں ہوگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

اگلی صبح خوب روشن اور چمکدار تھی۔ ٹھنڈی دھوپ کا مزا لیتے جانے کیوں انا بوا کی آنکھیں لحہ بہ لحہ گیلی ہوئی جارہی تھیں۔ دادا جان بھی بظاہر سامنے کتاب رکھے کہیں گم تھے۔

در پر ہلکی سی دستک ہوئی تو دونوں کسی نادیدہ خیال کے باعث گیٹ کی جانب لپکے۔ گیٹ کھولتے ہی سپاہی بولا۔ ''وطن کے جانثار جبران آویز خلیل رمزی ملک کی سرحدوں کا دفاع کرتے دشمن کی توپوں اور گولہ باری کی زد میں آگئے......سلام ہزار بار اس مرد مجاہد پر۔''

اس سے قبل کہ انا بوا گرتی خلیل صاحب انہیں بازوں سے تھامتے ہوئے بولے ''شہید کے اہل خانہ تو جنت کے بدیسی ہیں اور جنت کی بشارت ملنے پر رویا نہیں کرتے۔''

سپاہی سفید کفن میں لپٹے جبران کو اندر لے آئے تھے ایک سناٹے کی سی کیفیت تھی۔ لمحوں کا بھاری سکوت سپاہی کی آواز پر مرتعش ہوا تھا۔ ''یہ شہید جبران کی طرف سے آپ کی امانت سنبھال لیجیے۔''

ایک بڑی سی سفید چادر تھی جس کے حاشیوں پر پاکستان زندہ باد کندہ تھا اور ایک کونے پر قدرے چھوٹے حروف میں لکھا تھا۔ ''انا بوا آپ کا جبران شہید بن گیا ناں' اب جلدی سے بوسہ دیجیے پیشانی پر۔'' انا نے سفید پیرہن ہٹا کر اپنے لب شہید کی پیشانی پر رکھ دیے تھے۔ ایک قیمتی گھڑی تھی جس میں سوئیوں کا فعل چاند تارے سرانجام دے رہے تھے۔ پٹی پر سبز رنگ زیادہ اور سفید کم گہرا تھا۔ دادا جان نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بناء گھڑی زیب تن کی تھی۔ ''ننھا مجاہد شہید ہوگیا۔'' رمضو آنکھوں کی چلمن پر آئے سیلاب کو روکنے کی ناکام سعی کررہا تھا۔

سر بیچ کر متاع دل و جاں خریدنا......
سودا ہے وہ کہ جس میں خسارہ کوئی نہیں......

ایک برس بعد۔

چھ ستمبر کا تابناک دن تھا۔ جا بجا عید کا سا سماں لگتا تھا۔ یہ وہ دن تھا کہ جس گھڑی مسلمانوں کے ہاتھوں بار بار رسوا ہونے کے باوجود ہندو قوم کو ہوش نہ آیا کہ جس

قوم سے وہ ٹکرا رہے ہیں' وہ کٹ تو سکتی ہے' جھک نہیں سکتی۔ ۱۹۶۵ء کی اس جنگ میں جو کردار پاک فوج نے ادا کیا۔ وہ بے نظیر ہے۔ دشمن یہ نہیں جانتے تھے کہ جس پاک دھرتی پر شوق شہادت رکھنے والے سپاہ گر رہتے ہو اسے ہتھیاروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ کبھی شکست سے دوچار نہیں ہوسکتی۔

''چونڈہ سیالکوٹ کا محاذ' جہاں دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی لڑائی ہوئی تھی۔ وہاں محاذ پر جاتے ہوئے فوجیوں کو دیکھ کر دو معصوم بہن بھائی رک گئے اور مرغ پیش کرتے ہوئے کہا ''ہم اور خدمت نہیں کرسکتے۔ ہماری طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول کیجیے۔''

بریگیڈیئر ان کا یہ جذبہ دیکھ کر آنکھوں میں مسرت کے آنسو اور ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے گاڑی سے نیچے اترا اور ان بچوں کو پیار کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے بچو! ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں تمہاری معصوم دعاؤں کی ضرورت ہے تاکہ ہم دشمنوں کو ناکوں چنے چبوا کر تمہاری معصومیت کی حفاظت کرسکیں۔'' ٹیلی ویژن پر چلتی نشریات بدستور جاری تھی کہ یک لخت رمضو بابا کے چینل بدلتے ہی سب کی توجہ حرکت کرتی خبر پر مبذول ہوگئی۔ انا بوا وہی چاند ستاروں سے مزین سفید چادر اوڑھے ہوئے تھیں اور خلیل صاحب بھی غیر اضطراری طور پر گھڑی پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔

''آج کے دن بالخصوص جبران آویز خلیل رمزی جو نہ صرف بچپن سے ایک حب وطن سپاہی تھے بلکہ عملی طور پر بھی اس حب کو ثابت کر کے گئے۔'' یہ بریگیڈیئر محمد تحسین تھے جن کا اچھا خاصا وقت جبران کے ساتھ گزرا تھا۔

''ایک ایسا شخص جس کی وطن سے عقیدت اتنی تھی کہ میرے پاس وہ سنہری الفاظ نہیں ہیں جو اس عالی مرتبہ کو بیان کرسکے۔''

ایک اور غازی نے خلیل صاحب کے پوتے کی قصیدہ گوئی اپنے خوب صورت الفاظ میں کی تھی۔

کتنے ہی افراد کی نگاہیں کہتے سنتے اس محب وطن کو یاد کرتے آنسوؤں سے لبریز ہوگئی تھیں۔ سب کی نم آنکھیں اسکرین پر جمی تھیں۔ اب میجر فہد آفریدی کو جبران کا نشان حیدر دیا جارہا تھا۔ عین اسی لمحے خلیل صاحب کے سرہانے شہادت کی مہک پھیلی تھی اور اس مہک کا لمس ان کے چوڑے شانوں پر ٹھہر گیا تھا۔ آپ کا چھو لجر (سولجر) میں شہید بنوں گا دادا ابا (کانوں میں گویا ایک معصوم سرگوشی سرسرائی تھی) دیکھا میرا لہو رائیگاں نہیں گیا ناں آنسو پونچھ لیجیے شہیدوں کے نگہبان رویا نہیں کرتے' غدار وطن کو رلایا کرتے ہیں' آپ کا سولجر' شہید وطن جھوٹ نہیں کہتا۔ جھوٹ کہہ بھی کیسے سکتے ہیں جو پاک سرزمین کی خاک اوڑھ لیں وہ بس سچ کا قاعدہ پڑھتے ہیں۔'' جسے وہ دین و دنیا کی رمز سمجھایا کرتے تھے آج وہ ان کی دلجوئی کرتے بڑی بڑی باتیں کررہا تھا۔ آنسو سختی سے خشک کرتے انہوں نے اپنے پوتے کے ایوارڈز پر نظر ڈالی تھی جو فہد آفریدی ذمہ داری سے ان تک پہنچا رہا تھا اور پھر ننھے مجاہد کی تصویر پر جس میں وہ لاہور اسٹیشن پر بابائے قائد کو سلامی پیش کررہا تھا۔

آج کے دن وہ بھی اسے سیلوٹ کیے بناء نہ رہ سکے تھے۔

باقی سب نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔

لہو جو ہے شہید کا......وہ قوم کی زکوۃ ہے۔

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

پیٹ کے کیڑے (Intestinal Worm)
انسان کے جسم میں کئی قسم کے کیڑے پائے جاتے ہیں جن میں سے سات قسم کے آنتوں میں ہوتے ہیں لیکن ان میں سے صرف چند قسموں کا ذکر کیا جائے گا جو عام طور پر آنتوں میں پائے جاتے ہیں۔

چرنے چھوٹے یا سوتی کیڑے (Thread Worms)
کیچوے (Round Worm)
کدودانے (Tape Worm)

چرنے یا سوتی کیڑے (Thread Worms)
یہ کیڑا 1/12 سے ایک انچ تک لمبا ہوتا ہے یہ سب سے چھوٹا کرم (کیڑا) ہے جو انسان کی انتڑیوں میں پایا جاتا ہے اس کے سر میں تین لبوں والا منہ ہوتا ہے یہ کرم نہایت چھوٹے چھوٹے اور دونوں سروں پر گاؤدم ہوتے ہیں یہ عموماً اندھی آنت میں رہا کرتے ہیں لیکن کبھی دوسری آنتوں، مقعد یا اندام نہانی یا معدے میں بھی چلے جاتے ہیں ان کی مقدار ہزاروں تک ہوتی ہے یہ سفید باریک دھاگوں کی مانند ہوتے ہیں اور بہت جلد اِدھر اُدھر حرکت کرتے پھرتے ہیں کبھی یہ مقعد سے مقام سیون کے راستے چھوٹی لڑکیوں کے الدام نسانی میں بھی چلے جاتے ہیں جب بچوں کو بازاری دودھ یا میٹھی چیز یا دیگر غذائیں دی جائیں تب یہ پیدا ہو جاتے ہیں بڑے بچوں اور نوجوانوں میں بھی پائے جاتے ہیں یہ کرم مندرجہ ذیل علامات پیدا کرتے ہیں مقعد کے آس پاس خارش یا جلن خصوصاً شام کو زیادہ بھوک کا شدید لگنا یا کبھی کمی اشتہا بدبو اور تنفس ناک کو کریدنا، دانت پیسنا، رفع حاجت کے وقت بہت زور لگنا بے خوابی بے چینی یہ علامات چرنوں کے رفع ہو جانے کے بعد بھی عرصہ تک جاری رہتی ہیں۔

کیچوے (Round Worms)
ہر ایک کرم 5 انچ تک موٹا ہوتا ہے اس کے منہ کے اندر چھوٹے چھوٹے دانت بھی ہوتے ہیں اور اس کے گرد تین ابھار بھی دکھائی دیتے ہیں یہ کرم بھی عموماً انسان کی چھوٹی آنتوں میں رہتے ہیں لیکن کبھی آنتوں سے معدے یا اطراف مقعد میں داخل ہو جاتے ہیں اکثر دو تین لیکن کبھی سیکڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں جب یہ کیڑا معدہ میں پہنچتا ہے تو بذریعہ قے خارج ہو جاتا ہے پتہ میں بھی پایا جاتا ہے نیز بذریعہ خوراک کی نالی یا حلق میں بھی پہنچ جاتا ہے اور کبھی خوراک کی نالی کے راستے ہوا کی نالی میں بھی پہنچ جاتا ہے جہاں کہ دم گھٹنے سے ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔

یہ کرم مندرجہ ذیل موٹی موٹی علامات مریض میں پیدا کرتا ہے مثلاً شکم میں درد اور سوجن، بھوک کی کمی بدبودار سانس غلیسد ار پاخانے، کولکھنا (زور لگانا)، خارش مقعد بعض اوقات اسہال جو کہ رات کو زیادہ آتے ہیں بدبودار اور تھوڑی مقدار میں آتے ہیں نیز عصبی علامات مندرجہ ذیل پائے جاتے ہیں چہرے کا رنگ زرد، آنکھوں کی پتلیاں پھیلی ہوئی، سر میں چکر نیند میں بے آرامی اور دانتوں کو پیسنا، تشنج اور رعشہ۔

کدودانے (Tape Worm)
سر کی بناوٹ کے لحاظ سے یہ کرم تین قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جس کے سر میں چار منہ اور ایک تھوتھنی ہوتی ہے اور تھوتھنی کے گرد نیشوں (Stings) کی دو قطاریں ہوتی ہیں دوسرے وہ جس کا سر تو پہلے کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں نیشوں کی دو قطاریں نہیں ہوتی تیسرے وہ جس کا سر گول ہوتا ہے اور اس پر نیش نہیں ہوتے یہ کرم (کدودانہ) الگ الگ چورس ٹکڑوں کے باہم ملنے سے بنتا ہے اسے کدودانہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا جو ٹکڑا مریض کے پاخانہ کے ہمراہ ٹوٹ کر خارج ہوتا ہے کدو کے بیج کے مشابہ ہوتا ہے اس قسم کے پورے کرم کی لمبائی ایک سے پچاس گز تک ہوتی ہے لیکن اوسطاً یہ 5 سے 20 گز کا ہوتا ہے یہ کرم انسان کی چھوٹی آنت میں رہتا ہے مگر شاذ و نادر معدے سے آنتوں میں بھی آ جاتا ہے اس کرم کا ایک ٹکڑا جو پاخانے میں خارج ہوتا ہے وہ بذات خود ایک کرم ہوتا ہے کیونکہ اس میں نر و مادہ کے خاص اعضا یکجا ہوتے ہیں اس لیے اس ٹکڑے سے انڈے پیدا ہو جاتے ہیں اور بذریعہ پانی یا میوے وغیرہ کے انسان یا کسی حیوان کے پیٹ میں جا کر اور پھٹ کر باعث تولید کرم ہوتے ہیں جب تک اس کرم کا سر نہ نکل جائے یہ بڑھتا رہتا ہے۔

اسباب مرض (Causes)
سبزی ترکاری، ساگ پات، میوہ جات اور گندے پانی کے ذریعے کرموں کے انڈے انسان کے پیٹ میں پہنچ کر کرم بن جاتے ہیں گندے گوشت کے کھانے سے کدودانہ پیدا ہوتا ہے غذا کے اچھی طرح ہضم نہ ہونے اور نہ ہی تحلیل ہونے کے باعث آنتوں میں آنوں بہت پیدا ہوتی رہتی ہے اور وہاں ہی سڑنے لگتی ہے اور کرموں کے پیدا کرنے کا موجب ہوا کرتی ہے نیز ایک مریض سے دوسرے مریض میں کرم چلے جاتے

ہیں خصوصاً جب ایک ہی بستر میں بیمار بچہ کے ساتھ دوسرے بچے سوتے ہیں گندی جگہ پر ننگے پاؤں پھرنے سے بھی پیٹ میں کیڑے ہو جاتے ہیں۔

علامات مرض
مندرجہ ذیل علامات میں سے مختلف مریضوں میں مختلف علامات پائی جاتی ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہر کوئی علامت بھی موجود نہیں ہوتی جب آنتوں میں کرم ہوتے ہیں تو پیٹ عموماً پھیلا رہتا ہے اور اس میں قولنج کی مانند درد ہونے لگتا ہے مریض اگر بچہ ہو تو اپنی ناک نوچتا رہتا ہے سیون اور مقعد میں خارش ہوتی ہے مریض کے منہ سے بدبو آتی ہے بھوک ٹھیک نہیں لگتی اور اجابت بھی بے قاعدہ ہوتی ہے سر میں درد چہرہ زرد، مریض خواب میں دانت پیستا ہے اور منہ سے رال بہتی ہے جب کدودانہ پیٹ میں ہو تو چندیا میں درد ہوا کرتا ہے جب کرم آنتوں میں بہت خراش کرتے ہوں تو بچوں اور نازک مزاج عورتوں میں خصوصاً بعض عصبی علامات پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً سر چکرانا، کانوں میں سیٹیاں بجنا، کبھی رعشہ، گرمی ہو جاتی ہے بعض اوقات مریض دیوانہ ہو جاتا ہے مریض کی رال ٹپکتی ہے گہری آہیں بھرتا ہے ہچکی لیتا ہے۔

ضروری ہدایات
مریض کو روزانہ مقعد کے اندر سرسوں کا تیل لگانا چاہیے اس سے خارش بھی کم ہو جاتی ہے اور کرموں کے انڈے بھی نشو و نما نہیں پا سکتے مٹھائی چینی وغیرہ نیز مکھن وغیرہ سے پرہیز لازم ہے کھانے میں نمک زیادہ استعمال کرنا چاہیے نیز خراب پانی اور خراب میوہ جات و خراب گوشت اور ان دھوئی سبزی ترکاری وغیرہ سے پرہیز لازم ہے۔

علاج
کرموں کا جسم سے خارج کرنا ہی کافی نہیں بلکہ ہاضمہ کا درست کرنا بھی ضروری ہے تاکہ کرموں کو نشو و نما پانے کا موقع ہی مل نہ سکے۔

دوائی / سائنا
مریض بچہ بیزار، چڑچڑا، زرد رنگت، آنکھوں کے گرد حلقے ہوں اور رات کو دانت پیستا ہو بھوک بہت لگتی ہو یا برعکس اس کے لگتی ہی نہ ہو ناک کو نوچتا ہو اور سوتے سوتے چیخ اٹھتا ہو ہاتھ اور پاؤں جھٹکتے ہوں پیشاب دودھیا ہو بعض بچوں کو ابکائیاں اور قے آتی ہے شکم میں درد ہوتا ہو۔

سپائی جیلیلے
بھینگا پن ہاتھ پاؤں کا جھٹکنا چہرہ کا زرد ہونا آنکھوں کے گرد نیلگوں حلقے کا ہونا، تھتی، جی کا متلانا، ناف کے ارد گرد درد ہونا یہ سب اس کی علامات ہیں اس دوائی کے مدر ٹنکچر کے چند قطرے رومال پر ڈال کر سونگھنے سے اکثر تشنج رک جاتے ہیں جو کہ کرموں کی وجہ سے ہوں۔

سینٹونا مین
تمام کرموں کے لیے یہ دوائی بہت مفید مانی جاتی ہے۔

سٹینم (Stanum)
ڈاکٹر ہنی مین کے مطابق یہ دوائی کرموں کو ایسا بے حس و حرکت کر دیتی ہے کہ وہ با آسانی خارج ہو جاتے ہیں اس کی موٹی موٹی علامات یہ ہیں زرد اور اندر کو دبا ہوا چہرہ، طبیعت سست و کاہل، سانس بدبودار، تھوڑا تھوڑا بخار، مریض معدے کے بل لیٹنا پسند کرے۔

کلاڈیم
جب کرم مقام سیون سے ہوتے ہوئے چھوٹی لڑکیوں کی اندام نہانی میں پہنچ کر خارش کریں تو یہ دوائی نافع ہوتی ہے۔

ٹیوکریم
چرنوں کی اعلیٰ دوائی جب کہ وہ مقعد میں بہت خراش پیدا کرتے ہوں۔

فائی لکس ماس
کدودانہ کو رفع کرنے کی یہ خاص دوائی ہے اس کو حسب ذیل طریقے سے استعمال کرنا چاہیے اول مریض بارہ گھنٹے تک فاقہ کرے اس کے بعد اس دوائی کے سات قطرے ایک اونس پانی میں ڈال کر پی جائے اس کے دو گھنٹے بعد مریض ایک اونس کیسٹر آئل پی لے کدودانہ رفع ہو جائے گا اور پاخانہ میں بغور دیکھے کہ کدودانہ کا سر خارج ہو گیا ہے کہ نہیں اگر خارج نہ ہوا ہو تو بہتر ہے کہ فائی لکس ماس مدر ٹنکچر کے پانچ قطرے ہر آٹھ گھنٹے کے وقفے سے مریض دو یا تین ماہ تک لگاتار استعمال کرے۔

اریکا پوریٹیز
جبکہ چرنوں کے باعث مقعد میں بوقت شب سخت خارش ہو۔

سلفر
جب کرم رفع ہو جائیں تو طبیعت کو بحال کرنے کے لیے اس دوائی کی چند خوراکیں مریض کو دینی چاہیں۔



بیاضِ دل

میمونہ رومان

شازیہ ہاشم میواتی...... کھٹیاں خاص قصور

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز جگر سوز نہیں ہے
وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں افروز نہیں ہے

ارم کمال...... فیصل آباد

ہیں غنیمت یہ چار لمحے بھی
پھر نہ ہم ہیں نہ یہ تماشا ہے
زندگی ایک دکان کھلونوں کی
وقت بگڑا ہوا سا بچہ ہے

انعم زہرہ...... ملتان

شب بھر کو تیری یاد میں جاگی ہوئی آنکھیں
اور فرقتِ غم میں برستی ہوئی آنکھیں
جس دم میری آنکھوں سے بہے آنسو تیری خاطر
تب شکر کے سجدے کو جھک گئیں میری آنکھیں

کرن شہزادی...... مانسہرہ

تیرے نام کی جو روشنی تھی اسے خود ہی تو نے بجھا دیا
نہ جلا سکی جسے دھوپ بھی اسے چاندنی نے جلا دیا
میں ہوں گردشوں میں گھرا ہوا مجھے آپ اپنی خبر نہیں
وہ جو شخص تھا میرا رہنما، اسے راستوں نے گنوا دیا

انیلا طالب...... گجرانوالہ

یوں جرم کی سزا دیتی ہے دنیا
ہنستے ہوئے چہروں کو رلا دیتی ہے دنیا
مرنے کی تمنا ہو تو مرنے نہیں دیتی
جیتے ہیں تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

نایاب زہرہ...... جڑانوالہ

کس قدر انوکھا ہے رابطہ محبت کا
کب نہ جانے ہوجائے معجزہ محبت کا
اپنی ذات سے بھی وہ اجنبی لگتا ہے
جس کے ساتھ ہوجائے حادثہ محبت کا

شبنم دل اینڈ حمیرا نذیر...... مانسہرہ

رسم سجدہ بھی اٹھادی ہم نے
عظمت عشق بڑھا دی ہم نے
دل کو آنے لگا بسنے کا خیال
آگ جب گھر کو لگا دی ہم نے

نجم انجم اعوان...... کراچی

چاند لے کر آگیا عید کی خوشیاں......!
مل کر منا رہے ہیں سب عید کی خوشیاں
تو جو نہیں ہجوم شہر میں اے میری ماں
ادھوری ہیں میرے لیے سب عید کی خوشیاں

رائو تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

زندگی میں نے تجھے آخر بسر کر ہی لیا
دیکھ لے کتنا بھروسہ ہے میرا اللہ پر

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

ہم سے ہوتے نہ وہ گناہ بھی
جب ہوئے نیکیاں کمانے میں

فریدہ فری...... لاہور

سو ہجر کے مارے لوگ
گھوم رہے ہیں سارے لوگ
اس دھرتی کو چھوڑ گئے ہیں
فری کتنے پیارے لوگ

شازیہ اختر شازی...... نور پور

سانحہ ایک ہو تو بتلائیں
اس کو کھونے کا اس کو رونے کا
بس یہی زندگی کا حاصل ہے
ایک احساس اپنے ہونے کا

سیدہ لوبا سجاد...... کھروڑ پکا

کیا زمین، کیا آسمان کچھ بھی نہیں
ہم نہ ہوں تو یہ خیال کچھ بھی نہیں
دیدہ و دل کی رفاقت کے بغیر
فصلِ گل ہو یا خزاں کچھ بھی نہیں

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چک، وزیرآباد

صعوبتوں کے ڈر سے کیوں آرزوئے وصل بدر ہوجائیں
کیوں کرکے ترک کاوش یافت، گرد رہگزر ہوجائیں
میں کاٹ سکوں گا تنہا، نہ تم کاٹ سکوں گے تنہا
یہ زیست کے کٹھن راستے، آؤ ہم سفر ہوجائیں

ملیحہ نورین مہک...... گجرات

تم جو چاہو تو دو لفظوں میں طے ہوتے ہیں جھگڑے
کچھ شکوے ہیں بے جا میرے کچھ عذر تمہارے

آسیہ پروین...... گوجرانوالہ

جو ساری عمر مجھ سے دور دور چلتا رہا
وہ آس پاس یوں بکھرا ہے جیسے خوشبو ہو
بس اس امید پہ خوابوں میں عمر کاٹی ہے
میں آنکھ کھول کے دیکھوں تو سامنے تو ہو

سودائے کوثر خالد...... جڑانوالہ

اک دیا ایسا بجھا ہے مجھ میں
نوحہ گر اب کہ ہوا ہے مجھ میں
عکس در عکس بکھرتا ہے مجھے
جانے کیا ٹوٹ گیا ہے مجھ میں

انیلہ نوشین...... آزاد کشمیر

تن من اپنا خاک کیا پھر نگری ایک بسائی تھی
جاتے سے جو پلٹ کر دیکھا اک اک اینٹ پرائی تھی
کس کی جا زنجیر ہلاتے، کس سے جا کرتے فریاد
اپنے ساتھ تو اک خدا تھا، اس کے ساتھ خدائی تھی

اقراء افضل...... نامعلوم

شاہوں کی طرح تھے نہ امیروں کی طرح تھے
ہم شہر محبت کے فقیروں کی طرح تھے
دریاؤں میں ہوتے تھے جزیوں کی طرح ہم
شہروں میں پانی کے ذخیروں کی طرح تھے

گلشن چوہدری...... گجرات

ہم سے اگر ہے ترک تعلق تو کیا ہوا
یارو! کوئی تو ان کی خبر پوچھتے چلو

عاصمہ بی...... طور جہلم

سوچا کیسے کہ ٹوٹ نہ جائے کسی کا دل
گزری ہے اپنی عمر اسی دیکھ بھال میں
خالد وہ بات تو اسے یاد بھی نہیں
ہم جی کو خوں کرگئے جس کے ملال میں

فائزہ بھٹی...... پتوکی

سو اب بند مٹھی میں اندھیروں کی حکومت
مجھے جگنو ہتھیلی میں چھپالینے کی عادت تھی
میں ان کو ڈال کر دانا بہت مسرور ہوتی تھی
مجھے آنگن کی چڑیوں سے دعا لینے کی عادت تھی

جویریہ وسمی...... ٹونگہ بونگہ

روشن کہیں بہار کے امکان ہوئے تو ہیں
گلشن میں چاک چند گریباں ہوئے تو ہیں

تبسم بشیر حسین...... ٹنگہ

جس دل آرا کی خاطر پائی رسوائی بہت
ہم نے اپنے عشق کی سچائی دکھلائی بہت
کیا ملے تجھے زنجیر رفاقت توڑ کر
تو بھی تنہا میں بھی تنہا اور تماشائی بہت

نبیلہ نور...... مخدوم پور

کچھ اور بڑھ گئی ہے اندھیروں کی زندگی
یوں بھی ہوا ہے جشن چراغاں کبھی کبھی

نکا نرگر...... جوڑہ

تیری آرزو ہی کا فیض ہے تیری یاد ہی کا کمال ہے
کبھی مجھ کو تیرا خیال تھا مگر آج اپنا خیال ہے

شبنم حنیف...... لاہور

میرے چارہ گر کو نوید ہو صفِ دشمناں کو خبر کرو
وہ جو قرض رکھتے تھے جاں پر، وہ حساب آج چکا دیا
کرو کج جبیں پہ سرِ کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

شگفتہ خان...... بھلوال

جوں جوں سبق یاد ہوئے
زندگی نصاب بدلتی گئی



biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

ایگ بریڈ

اشیاء:

انڈے	دو عدد
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ (پسی ہوئی)
نمک	حسب ذائقہ
دودھ	ایک کپ
آٹا	آدھا کپ
میدہ	آدھا کپ
گھی	دو چمچ

ترکیب: آٹا، میدہ، نمک اور باریک پسی ہوئی کالی مرچ آپس میں مکس کر لیں پھر اس میں ایک چمچ گھی ڈال کر اچھی طرح مسل لیں۔ انڈے کو اچھی طرح پھینٹ کر اس میں ڈال دیں اس کے بعد ایک کپ دودھ ڈال کر مکس کر لیں اور ایک طرح کی لئی سی بنالیں پھر فرائی پین میں ایک چمچ گھی ڈال کر گرم کریں۔ پین کے پورے پیندے میں گھی لگا ہوا ہونا چاہئے۔ اس میں روٹی کی مقدار کا آمیزہ ڈال کر گول شکل میں پھیلا دیں۔ جب نچلی سطح براؤن ہو جائے تو دوسری طرف پلٹ دیں۔ دونوں سائیڈز براؤن کرنے پر اتار لیں۔ ایگ بریڈ تیار ہے آپ اسے ناشتے میں استعمال کر سکتے ہیں۔

(ہالہ سلیم......کراچی)

کدو کا رائتہ

اشیاء:

کدو	ایک عدد (درمیانہ سائز)
دہی	ایک کپ
کالی مرچ	ایک چمچ (باریک پسی ہوئی)
سبز مرچ	چار عدد (باریک کٹی ہوئی)
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب: کدو کو چھیل کر چوکور ٹکڑوں میں کاٹ کر ابال لیں اور پھر گرائنڈ کر لیں۔ دہی کو پھینٹ کر اس میں کالی مرچ، ہری مرچیں اور نمک ڈال کر مکس کر لیں اور بعد میں اس میں گرائنڈ کیا ہوا کدو مکس کر لیں۔ کدو کا مزیدار رائتہ تیار ہو جائے گا۔ اسے چاولوں کے ساتھ یا روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

(سدرہ شاہین......پیرووال)

کھمن

اشیاء:

چنے کی دال	2 چائے کے پیالے
کھٹا دہی	2 چائے کے پیالے
ہری مرچ	6 عدد
لہسن	15 کلی
بیکنگ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
نمک، ہلدی	حسب ضرورت

ترکیب: چنے کی دال کو 4 گھنٹے پہلے بھگو دیں پھر دال، لہسن، ہری مرچ کو پیس لیں۔ پسی ہوئی دال میں بیکنگ پاؤڈر، ہلدی، نمک ڈال دیں اور دہی میں ملا کر رات بھر رہنے دیں۔ دوسرے روز پسی ہوئی دال کو ٹرے (لگن) میں جما کر رکھیں پھر ٹرے کو پانی کی بھاپ میں پکائیں جب تک وہ جم کر تیار نہ ہو جائے تیار ہونے پر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں پھر تھوڑا سا تیل لے کر اسے رائی اور ثابت مرچ سے بگھار دیں۔ اوپر سے تازہ ناریل کے چھلکے، ہری مرچ کے ٹکڑے، دھنیا کاٹ کر ڈال دیں۔

(تانیہ گل......مانسہرہ)

پکوڑے سینڈوچ

اشیاء:

آلو (ابلے ہوئے)	ایک پاؤ
چاول (ابلے ہوئے)	آدھا کلو
ڈبل روٹی	ایک پیکٹ
نمک، لال مرچ، گرم مصالحہ اور کالی مرچ (پسی ہوئی)	حسب ذائقہ
لہسن، ادرک، ٹماٹر اور سبز مرچ	پیسٹ کی شکل میں بنالیں
انڈے	6 عدد (پھینٹے ہوئے)
گھی (تلنے کے لئے)	آدھا کلو
بیسن	آدھا کلو

چٹنی بنانے کے اجزاء:

املی	200 گرام
آلو (ابلے ہوئے)	2 عدد درمیانے سائز
گرم مصالحہ	آدھا چائے کا چمچ
پودینہ، ٹماٹر، سبز مرچ	پیسٹ کی شکل میں
دہی	ایک پاؤ
لال مرچ، نمک	حسب ذائقہ

ترکیب: ابلے ہوئے آلوؤں کو اچھی طرح مسل لیں اب اس میں ابلے ہوئے چاول، نمک، لال مرچ، گرم مصالحہ، کالی مرچ، ادرک، لہسن، ٹماٹر اور سبز مرچ والے آمیزے کو شامل کر دیں اور اچھی طرح مکس کریں۔ ڈبل روٹی کے کناروں کو کاٹ کر تکون شکل بنالیں۔ آلوؤں والے مرکب کو ڈبل روٹی کے تکون ٹکڑوں پر لگائیں اور اب پھینٹے ہوئے انڈوں کو بیسن میں شامل کریں۔ بیسن کو پانی سے ذرا پتلا کر لیں اور انڈے (پھینٹے ہوئے) کو بیسن میں مکس کر دیں۔ نمک، مرچ اور گرم مصالحہ حسب ذائقہ شامل کریں تاکہ کوٹنگ کا ذائقہ پھیکا نہ لگے۔ انڈے اور بیسن کے آمیزے میں ڈبل روٹی کو ڈبو کر ڈیپ فرائی کریں اور کسی ڈش میں ٹشو پیپر پر نکال لیں۔

چٹنی بنانے کا طریقہ: املی بھگو کر بیج نکال دیں۔ ابلے ہوئے آلوؤں کو اچھی طرح مسل لیں۔ بھیگی ہوئی املی کو گرائنڈ کر لیں تاکہ املی کا گودہ بالکل ختم ہو جائے۔ دہی کو پانی ملا کر پھینٹ لیں اب اس میں املی، نمک، لال مرچ، پودینہ، ٹماٹر، سبز مرچ، گرم مصالحہ اور ابلے ہوئے آلو شامل کر دیں اور اچھی طرح مکس کر لیں۔ اگر یہ مرکب گاڑھا لگے تو لسی (کھٹی) ڈال کر پتلا کر لیں اور مندرجہ بالا پکوڑے سینڈوچ اس چٹنی کے ہمراہ پیش کریں۔ یقیناً آپ لوگوں کو بھی یہ ڈش بہت پسند آئے گی کیوں کہ ہم خود بھی اس ڈش کو ٹرائی کر چکے ہیں۔ اب جلدی سے یہ ڈش بنایئے اور ہمیں اپنی رائے سے آگاہ کیجئے۔

(عائشہ سلیم......کراچی)

رین بو سینڈوچ

اشیاء:

پودینے کی پسی ہوئی چٹنی	تھوڑی سی
جام یا جیلی سرخ رنگ کی	حسب ضرورت
مکھن	حسب ضرورت
دودھ	تھوڑا سا
انڈہ	ایک عدد
ڈبل روٹی کے سلائس	4 عدد
مرچ کالی	برائے نام یا حسب ضرورت

ترکیب: انڈے میں ذرا سا دودھ، کالی مرچ اور نمک پھینٹ کر پتلا سا پکائیں۔ سلائس کے کنارے کاٹ دیں۔ ایک توس پر مکھن اور دوسرے پر چٹنی لگائیں پھر مکھن والے توس پر رکھ دیں، اس پر اوپر مکھن لگایئے اور مکھن لگے سلائس پر ڈھک دیجئے۔ اس پر مکھن لگایئے اور چوتھے سلائس پر جام لگا کر مکھن لگے سلائس پر رکھ دیجئے پھر تکون کی شکل میں یا لمبا کاٹ لیجئے۔ اس کو رین بو فنگرز بھی کہتے ہیں۔

(جویریہ ضیاء......کراچی)

بادامی قورمہ

اشیاء:

گوشت	آدھا کلو
پیاز	2 عدد
ادرک	ایک چھوٹا ٹکڑا
سبز الائچی	2 عدد
بادام (میٹھے)	10 عدد
نمک، مرچ	حسب ذائقہ
لہسن	آدھا جوا
گھی	آدھا پاؤ

پسا ہوا مصالحہ — دو چٹکی

ترکیب: باداموں کی گریاں نکال کر انہیں پانی میں ملا کر پیس لیں۔ گھی میں پیاز سرخ کرنے کے بعد گوشت ڈال کر تل لیں، چند منٹ بعد لہسن کے جوے اور ادرک کی باریک قاشیں ڈال دیں۔ بھوننے کا عمل اس وقت تک جاری رکھیں جب تک ہنڈیا میں سے بھناؤ کی خوشبو نہ آنے لگے۔ پھر مصالحہ ڈال کر بھونیں اور دہی ڈال دیں جب دہی کا پانی خشک ہو جائے تو پیاز اور نمک مرچ ڈال دیں۔ تھوڑا سا پانی ڈال کر بھونیں اور پسی ہوئی الائچی شامل کر دیں۔ چند منٹ تک دم پر رکھنے کے بعد اتار لیں اور سادہ روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

نوٹ: الائچی کے ساتھ ہی پسے ہوئے بادام ڈال دیں۔

(نزہت جبین ضیاء...... کراچی)

کیلے کی جیلی

اشیاء:

کیلے کا گودا — ایک کلو
چینی — ایک کلو
پانی — حسب ضرورت

ترکیب: عمدہ قسم کے پکے ہوئے کیلے لیں ان کو چھیل لیں، چھیلے ہوئے کیلوں کا وزن ایک کلوگرام ہونا چاہیے۔ ان کیلوں کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں کاٹ کر اندازاً ایک کلو پانی میں ڈال کر گھنٹہ بھر پکائیں۔ اتنی دیر میں گودا پک کر خاصا نرم ہو جائے گا۔ گودے کو کپڑے سے چھان لیں اب گودے میں چینی شامل کرکے کسی تام چینی کے برتن میں ڈال کر پکائیں۔ چمچ مسلسل ہلاتے رہیں۔ ایک گھنٹے بعد کیلے اور چینی یک جان ہو کر جیلی کی شکل اختیار کر لیں گے۔ ابھی جیلی کچھ گرم ہو تو اسے خشک بوتلوں میں بھر لیں۔

(صباء ایشل...... بھاگووال)

سیب کی جیلی

اشیاء:

سیب — ایک کلوگرام
مکھن — 30 گرام
گاڑھی کریم — 250 گرام
جیلی — ایک بڑا چمچ

ترکیب: سیب چھیل کر ٹکڑے کر لیں، بیج نکال دیں۔ مکھن پگھلا کر اس میں کھانے کے تین چمچ پانی اور سیب کے ٹکڑے ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ ٹکڑے گل جائیں تو چمچ سے خوب کچل کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ تھوڑی دیر بعد اتار کر ٹھنڈا کرنے کے لئے رکھ دیں۔ پانی میں جیلی کو حل کرکے اس میں شہد ملائیں پھر سیب ملا کر اوپر کریم کی تہہ جمائیں اور فریج میں رکھ دیں اور مزے لے کر خود بھی کھائیں اور مہمانوں کو بھی کھلا کر داد وصول کریں۔ ساون کے موسم کے لئے دونوں ڈشز بہترین ہیں۔

(حنا اشرف...... کوٹ ادو)

ہنی آملیٹ

اشیاء:

ڈبل روٹی — ایک عدد
انڈے — 4 عدد
دودھ — آدھی پیالی
چینی — آدھی پیالی
شہد — آدھی پیالی
بادام پستے — چند عدد
آئل — تلنے کے لئے حسب ضرورت

ترکیب: انڈوں کو پھینٹ کر ان میں دودھ اور چینی ملا لیں پھر ہلکی آنچ پر اچھی طرح تلنے کے بعد نکال لیں اب اس پر ایک پہلی تہہ شہد کی لگائیں اور اوپر سے بادام پستے چھڑک دیں، لیں بھئی جھٹ پٹ ڈش تیار ہے اب آپ جلدی سے مزے لے کر ہنی کا آملیٹ سوری بلکہ ہنی آملیٹ کو ناشتے میں نوش فرمائیں اور مجھے دعائیں دیں۔

(امبر گل...... جھڈو سندھ)

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

جلد کے مسائل

جلدی لحاظ سے ہمارا شمار کالوں میں ہوتا ہے اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ عموماً گوری رنگت اور جلد والے زیادہ مسائل کا شکار ہوتے ہیں اور دھوپ بھی جلدی اثر انداز ہوتی ہے۔ پھر غیر ممالک میں جہاں سفید رنگت والوں کی افراط ہے جلدی مسائل زیادہ ہیں اور جلد کا کینسر تک ہو سکتا ہے مگر خدا کا شکر ہے ہمارے یہاں یہ مسائل نہیں۔ اس طرح سندھ اور پنجاب سے تعلق رکھنے والے افراد ان لوگوں کی نسبت جو سرحدی یا شمالی علاقوں میں رہتے، کم جلدی امراض کا شکار ہوتے ہیں جبکہ بلوچستان، سرحد اور شمالی علاقہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد مختلف نوعیت کے پیچیدہ امراض کا شکار ہوتے ہیں ان میں زیادہ تر اگیزیما کے مریض ہوتے ہیں۔

عام طور پر نوجوانوں کو کیل مہاسوں کی شکایت رہتی ہے، اس کا باقاعدہ علاج کروانا چاہیے۔ گرمیوں کے موسم میں گرمی دانے نکلنے لگتے ہیں، گرمی دانوں کے لیے پریکلی ہیٹ پاؤڈر کا باقاعدہ استعمال کیا جائے، کپڑے سلک کے نہ پہنے جائیں بلکہ ایسے کپڑے استعمال کئے جائیں جن میں سے ہوا گزر ہو سکے تاکہ پسینہ خشک ہو جائے، علاوہ ازیں وٹامن سی کا استعمال زیادہ کیا جائے تو جلدی مسائل کم ہو سکتے ہیں۔

گرمیوں میں حتی الامکان پانی اور دیگر مشروبات کا زیادہ استعمال بھی جلد کو نمی اور تحفظ دینے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے، عموماً شدید گرمی یا لو کے دنوں میں......

جلد کے علاوہ بالوں کی بہتری کے لیے بالوں میں تیل ضروری حیثیت رکھتا ہے، سب سے زیادہ دھیان اس بات کا رکھا جائے کہ خوشبو دار تیل استعمال نہ کریں بلکہ خالص سرسوں، ناریل یا بادام کا تیل استعمال کریں، ہفتے میں دو بار بالوں کو تیل لگانا ضروری ہے لیکن بالوں کو تیل لگاتے ہوئے یہ خیال رکھا جائے کہ ان سے نرمی ملائمت کا برتاؤ کیا جائے زور زور سے مالش کرنا قطعاً فائدہ مند نہیں، ہلکے ہاتھوں سے بالوں کی جڑوں میں تیل جذب کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح

چھوڑ دیں۔ بلکہ سر دھونے سے دو گھنٹے قبل بھی تیل لگا لیا جائے تو وہی فائدہ حاصل ہوگا۔

بالوں کو ہفتے میں دو سے زائد مرتبہ شیمپو نہ کریں اور نہ ہی اینٹی ڈینڈرف شیمپو کا استعمال مستقل کریں، بلکہ بہتر کنڈیشن ہونے پر اسے روک دینا چاہیے۔ بالوں کو گرد و غبار سے بچانا اور دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ بالوں کے قبل از وقت سفید ہونے میں مختلف عوامل اثر انداز ہوتے ہیں۔

غذا میں احتیاط

گرمیوں میں سب سے بڑی اور بنیادی بات اچھی غذا کا استعمال، ورزش اور صفائی کا خیال ذہنی تفکرات سے آزادی وہ عوامل ہیں جن سے عمومی صحت پر بھی خوشگوار اثر پڑتا ہے اور آپ خود بھی پرسکون اور اچھا محسوس کریں گی۔ باورچی خانے کو بالکل صاف ستھرا رکھیے۔ تمام برتنوں کی صفائی کا بھی خیال رکھیں۔ سبزیوں کو پکانے سے قبل اچھی طرح دھو لیں، جلد خراب ہو جانے والی غذا اگر استعمال نہیں کرنی ہے تو اسے فریزر میں محفوظ کرنے میں دیر نہ کریں۔ تمام غذاؤں کو فریج میں ڈھانپ کر رکھیں اور الگ الگ کرکے رکھیں۔ کچی غذاؤں کو فریج کے اوپری خانوں میں اور پکی ہوئی غذاؤں کو فریج کے نچلے خانوں میں رکھیں۔ پکی ہوئی غذا کو فریج سے باہر نہ رکھا رہنے دیں، جب اس کی بھاپ نکل جائے اور وہ ٹھنڈا ہو جائے تو اسے فوراً فریج میں رکھ دیں۔ رات بھر فریج میں جو پکی ہوئی غذا رکھی گئی ہو، اسے استعمال کرنے سے قبل دوبارہ گرم کر لیں۔ پکی ہوئی غذا کو اسی وقت کھا لیں جب وہ گرم ہو، دیر تک فریج سے باہر رکھی ہوئی غذا نہ کھائیں۔ کھانا تیار کرنے سے قبل اور کھانے سے قبل صابن سے ہاتھ ضرور دھو لیں۔ غذا کو صاف ستھری جگہ پر ڈھانپ کر رکھیں۔ آلودہ غذا کھانے سے گریز کریں گرمیوں میں پیکٹوں میں بند غذا ہرگز استعمال نہ کریں۔ لو سے محفوظ رہنے کے لیے اس موسم میں ایسی غذائیں زیادہ استعمال کریں جن میں حیاتین ج (وٹامن سی) پایا جاتا ہے۔ مثلاً کچی کیریاں، فالسہ، لیموں وغیرہ۔ غذا میں تربوز، خربوزہ، کھیرا، ککڑی، کا استعمال بڑھا دیں۔ تربوز خالی پیٹ لیا کریں، بہتر ہے کہ دو کھانوں کے وقفے کے درمیان لیں، خربوزہ کھانے کے بعد نوش کیا کریں۔

ایکٹی ویٹڈ چارکول

ایک اہم جز ہے

ہمارے گھروں میں عام استعمال ہونے والے چارکول سے ایکٹی ویٹڈ چارکول قدرے مختلف ہوتا ہے۔ یہ خصوصاً دوا یا بیوٹی پروڈکٹس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس مخصوص چارکول سے تیار کردہ ماسک جلد پر لگایا جاتا ہے تو اس کے ذرات جلد پر موجود دیگر چیزوں سے کیمیائی طور پر عمل کر اپنے وزن سے کئی گناہ زیادہ اشیاء کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چارکول ماسک آپ کی جلد پر موجود ضدی بلیک ہیڈز، اضافی روغن اور دیگر کثافت سے پاک جلد کے حصول میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

کیا چارکول (Peel off) ماسک درد کا باعث ہوتے ہیں؟

سوشل میڈیا پر آپ نے خواتین کی رائے ضرور سنی اور پڑھی ہوگی کہ چارکول ماسک صاف کرنے کا عمل درد بھرا ہوتا ہے یہ بات سو فیصد درست ہے۔ جب آپ چارکول ماسک کو چہرے سے صاف کر رہی ہوتی ہیں تو یہ نہ صرف آپ کے چہرے پر موجود آئل اور گندگی کو ہٹا رہا ہوتا ہے بلکہ ساتھ ہی آپ کی جلد پر موجود روئیں کا بھی صفایا کر رہا ہوتا ہے نتیجتاً آپ کو جلد پر ویسی ہی تکلیف کا احساس ہوتا ہے جیسا کہ چہرے کی ویکس کے دوران ہوتا ہے مگر اس بات سے بھی قطعی طور پر انکار نہیں کیا جاسکتا، اس ماسک سے ہونے والے فوائد بیش بہا ہیں اور ان فوائد کے عوض ذرا سا درد برداشت کر لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

کیا چارکول ماسک کا استعمال محفوظ ہے؟

Activated چارکول ہر قسم کی جلد کے لیے نہایت مفید ہے، البتہ جب اسے کمپنیاں پروڈکٹ کی صورت میں دیگر اجزا اور کیمیکلز کے ساتھ ملاتی ہیں تو یہ چند اقسام کی جلد کے لیے الرجی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ماسک خریدتے وقت اس میں شامل اجزاء کی جانچ پڑتال کر لی جائے یا اسے کہنی پر ٹیسٹ کر لیا جائے۔

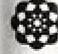
ہمیشہ Peel off ماسک کو نکالنے کے لیے ہلکے درجے فیس واش اور منہ دھونے کے بعد کسی اچھے Non-comedogenin موئسچرائزر کا استعمال کیا جاتا ہے۔

چارکول کس طرح فائدہ مند ہیں

Activated چارکول ایک قدرتی شے ہے جو Anti-Fungal اور Anti Bacterail خصوصیات رکھنے کے باعث جلد کی نگہداشت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ دن بھر کے گرد و غبار اور پسینے سے ہماری جلد کے مسامات میں جراثیم اور کثافت گھر کر لیتی ہے، جس کے سبب ہمارے چہرے پر دانے نکل آتے ہیں یا بلیک ہیڈز اور رنگت متاثر ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ چارکول ماسک آپ کی جلد کے مسامات سے ہر طرح کی گندگی کا خاتمہ کرکے اسے صاف اور تر و تازہ بناتا ہے۔ ہفتے میں دو بار چارکول ماسک کا استعمال جلد سے چکنائی کا خاتمہ کرکے نرم و ملائم جلد کا حصول ممکن بناتا ہے۔ آپ اگر چاہیں تو اسے پورے چہرے پر لگانے کے بجائے کسی ایک مخصوص حصے پر موجود دانوں بلیک ہیڈز اور وائٹ ہیڈ سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی استعمال کرسکتی ہیں۔ اس طرح وقت کی بھی بچت ہوگی اور آپ کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔ اس کی Antimicrobial خصوصیات جلد کو ہر طرح کے انفیکشنز سے بھی محفوظ رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔

کیا چارکول ماسک گھر پر تیار کیا جاسکتا ہے؟

Activated چارکول مارکیٹ میں کیپسول اور پاؤڈر کی شکل میں با آسانی دستیاب ہے۔ فرض کریں چارکول ماسک آپ کے قریبی اسٹور میں ختم ہوچکا یا آپ کیمیکل سے پاک چارکول ماسک استعمال کرنا چاہتی ہیں تو پاؤڈر یا چھ سے سات، Activated چارکول کیپسول کو تھوڑے سے ٹی ٹری آئل اور ایلوویرا جیل کے ساتھ ملا ماسک تیار کریں اور اسے پندرہ سے بیس منٹوں کے لیے لگا رہنے دیں اور پھر کسی ہلکے درجے کے کلینزر کی مدد سے صاف کرلیجیے پھر دیکھیے کہ یہ چارکول ماسک آپ کی جلد پر کیسا اثر دکھاتا ہے۔



نیرنگِ خیال

ایمان وقار

پاک فورسز کے نام

عظیم دھرتی کے پاسبانو
میرے وطن کے جانثارو!
دشمنوں کے مقابلے میں
ہر قدم پر ڈٹ کے رہنا
مایوسیوں سے ہٹ کے رہنا
بارود کی آندھیوں میں
گولیوں کی بارشوں میں
نا تم بکھرنا سنبھل کے رہنا
متفق اور متحد تم......
جسدِ واحد بن کے رہنا
اے پاک دھرتی کے پاسبانو......!
میرے وطن کے جانثارو
میری دعائیں ہیں سنگ تمہارے
جہاں بھی جاؤ امین ٹھہرو
بہادری کا نگیں ٹھہرو
آسمان بھی جھک کے دیکھے
یوں حوصلوں میں مکین ٹھہرو
دشمنوں کی صفیں گرانا
ان پہ جا کر یوں قہر ڈھانا
کہ کانپ جائیں ان کی نسلیں......
اس وطن کا نام سن کے
تم سے جنگ کا پیام سن کے

عباس......کبیر والا

اہل وطن

اپنے اہل وطن کی آپ دلجوئی کرکے
ان کے مرجھائے ہوئے چہروں کو شاد کرو
اپنے ہی زور بازو پر لٹھی بھروسہ کرکے
اس وطن کے اہل وطن کی امداد کرو

لٹھی شکیلہ......سیالکوٹ

میرے ساتھیوں

سنو!
میرے ساتھیوں
میرے عزیزوں
کبھی میرے دیس آنا
میرا وطن دیکھنا
تم کو میں
ثقافت اپنی بتاؤں
یہاں کا حسن بھی دکھاؤں
وادیوں کی سیروں میں
پریوں کی داستانیں سناؤں
سنو!
ساتھیوں اور عزیزوں
جب میرے وطن آنا
دل کا بغض چھوڑ آنا
یہاں کے دلوں کو دیکھنا
افواہوں کو بھول جانا
محبت کے گیت سننا
اپنے وطن جا کر سنانا
اے میرے ساتھیوں
میرے عزیزوں

زرمین سدھو......حیدرآباد

جشنِ آزادی

اپنے ہاتھوں سے نشیمن اپنا نہ برباد کرو
اپنے اسلاف کی قربانیاں ذرا یاد کرو
کیوں غیر کے رحم و کرم پر اسے چھوڑ دیا
تم محافظ ہو سنوارو اسے آباد کرو
اپنی تخلیق کے مقصد کو ذرا پہچانو
خود کو خواہشات کی زنجیروں سے آزاد کرو
میلی آنکھ سے دیکھے جو بھی ارض وطن کو
صفحہ ہستی سے مٹا دو اسے برباد کرو

بنت حوا......نامعلوم

تیرے بن ادھوری میری عیدی

ماں
تیرے بن ادھوری میری عید
بلا حسن میرا اجلا............
سوگوار میری چوڑیوں کی کھنک......
غم میں ڈوبی میرے زیور کی چھنکار......
تجھ بن میرا سنگھار ادھورا ہے......
کلائیوں پہ لگی حنا کی خوشبو و رنگ ماند ہے
تیرے بن ادھوری میری عید ہے
وہی میں ہوں......
وہی پرانی جگہ میرا مسکن ہے......
چوڑیاں زیور کپڑے مہندی......
سب کچھ تو ہے ماں
پر تو میرے پاس نہیں ہے ماں......
مجھے تیار دیکھ کے تو نظر سے اتارتی تھی......
کتنا کچھ تو میرے سے وارتی تھی......
مگر آج......ماں
تیرے بن ادھوری میری عید ہے......
اک درخواست ہے تجھ سے......
عیدی کی بجائے تم مجھ سے مل جاؤ......
آ کے اپنی چندا سے لپٹ جاؤ

ورنہ
یہ عید بھی تیرے بغیر......
ادھوری ہے......ادھوری ہے ماں

انیلا طالب......نامعلوم

گزرتی عید

تیرا خیال تو
اکثر ہی رُلا
دیتا ہے سرِ شام
جب بھی گزرتی ہوئی
عید پہ سوچوں
میں تجھے!

مدیحہ نورین مہک......برنالی

نظم

گر مان بھی لیتے ہیں
کم ظرف بہت ہیں ہم
خود غرض بھی کہہ ڈالو!
کچھ ہم میں انا بھی ہے
کم تم بھی نہیں جاناں
اتنا تو ذرا سوچو
سب دیکھ پرکھ کر بھی
انجان نہیں بنتے
تم سوچ کر بتلاؤ
کہیں ایسا بھی ہوتا ہے
جو پاس ہو دل کے وہ
کہیں دور بھی جاتا ہے

آسیہ شاہین......چھتا سیدن شاہ

غزل

بادِ صبا ہم نازک دل کے مالک ہیں اسے کہنا
تیرے بن جیتے ہیں نہ مرتے ہیں اسے کہنا
بعد از سلام اس کا احوال پوچھ لینا تم
اور تجھے شدت سے یاد کرتے ہیں اسے کہنا
تیرے جانے کے بعد تو کچھ ہوش ہی نہ تھا
ہوش آیا تو بہت دیر کے بعد اسے کہنا
جب نہ آیا تھا تو میری زندگی میں تو اور بات تھی
اب تیرے ذکر سے بھی تڑپتے ہیں اسے کہنا
تجھے کیا خبر تیرے چھوڑنے کے بعد جاناں
ٹوٹ کر بکھر گئے ہم اسے کہنا
نہیں قسمت میں ہماری ہنی محبت
نہیں مقدر تو میرا اسے کہنا

سرور فاطمہ ہنی......صوابی کے پی کے

احساس

قطرہ قطرہ گرنے والی
اندر باہر خوشبو بر کھا
اوک میں اپنی بند کر لینا
وقت ملے تو
بھولی بسری
اس بارش کو

پاس بلا کر
بوسہ دینا
گزری ساعتیں
بیتی باتیں
کیسی پیاری ہوتی ہیں

حمیرا علی......کراچی

غزل

تیری بزم میں آئی ہوں کچھ انتظام کر لینا
جس دم نگاہ ملے نینوں سے سلام کر لینا
وصل کی حسرت ہے آنے کی جسارت کر لی
مجھے دیکھتے ہی دیکھتے صبح سے شام کر لینا
دور سے بھی داستانِ ہجر اپنی سنا دینا
بے درد زمانے کا کچھ احترام کر لینا
دو گھڑی میسر ہو تو آ جانا میرے مہمان بن کر
اور چند لمحوں کو میرے دل میں قیام کر لینا
چوٹ کھائی دل پہ کسی کو دکھا بھی نہ سکی
تم میری الفت کا قصہ دنیا میں عام کر لینا
بعد مرگ! دفن کرنے کے واسطے
دو گز زمین کا ٹکڑا میرے نام کر لینا......
ہر اک کو جانا ہے، اس دنیا سے نجم انجم
مجھے بھول جانا بس اتنا ہی کام کر لینا

نجم انجم اعوان......کراچی

غزل

محبت بھرا خط میرے نام آئے
چلو کچھ بھی مجھ پہ تو الزام آئے
اسے مجھ سے ملنے کی فرصت نہیں تھی
چلو ہم سے ملنے کسی کام آئے
بہت تھک چکی ہوں سفر کرتے کرتے
خدارا ذرا ہم کو آرام آئے
کہیں جنگلوں سے گزر ہو رہا ہے
کوئی تو کہیں سے بھی پیغام آئے
کہ فری ہماری یہی خواہشیں ہیں
لبوں پہ ہمارے تیرا نام آئے

فریدہ فری......لاہور

جاناں!

جب شامیں ڈھلنے لگتی ہیں
رات کے سائے پھیلنے لگتے ہیں
ایسے میں
تم مجھے بہت یاد آتی ہو
پل پل مجھے ستاتی ہو
جاناں......!
اپنوں سے ایسا نہیں کرتے
ایسے رخ موڑا نہیں کرتے
مان جاؤ
جلد واپس لوٹ آؤ
اک لمحہ
بھی تجھ سے جدا ہو کر
سکون پایا نہیں جاناں!

نعیم انصر ہاشمی......جھنگ صدر

دکھ سکھ کی بات

زمین کی لمبی مسافتوں میں
فلک کی بے پناں وسعتوں میں
سمے کی بے رنگ ساعتوں میں
کوئی تو ہوتا جو اپنا ہوتا
کے جس سے دکھ سکھ کی بات کرتے
وہ اپنی کہتے ہم اپنی کہتے
پکارتے ہی رہے مگر ہم
زمیں پہ بے درد وحشتیں تھیں
مہیب سائے ڈرا رہے تھے
نظر اٹھی جب فلک کی جانب
صدا یہ آئی مجھے پکارو
میں سن رہا ہوں
دعائیں ساری میں سن رہا ہوں
قریب ہوں رگ جاں سے زیادہ
تمہارے دل میں تمہارے دل میں
کبھی نہ مجھ کو وہ اداس چھوڑے
کبھی نہ مجھ کو وہ اکیلا چھوڑے
وہ میرا رب ہے وہ پیارا رب ہے

عائشہ دین محمد......رحیم خان

نظم

میری زندگی میں آ کر
خوشیوں کی ڈور تھما کر
سبز رتوں کی آس دلا کر
پیار کے دیپ جلا کر
محبت کی داستان بنا کر
اک دن پھر تم چلے گئے
ہجر کی لمبی رات تھما کر

صباءاسلام......گوجرانوالہ

غزل

میری آنکھوں پہ جو رکھے ہیں خواب تیرے ہیں
دل پہ جو گزرے ہیں عذاب تیرے ہیں
آنکھ میں جو ہیں وہ آنسو نہیں ہیں
جو بہہ جاتے ہیں وہ سیلاب تیرے ہیں
ہونٹوں پہ کب تھیں رعنائیاں اور سرخیاں میرے
میرے لبوں پہ یہ سارے تحفے نایاب تیرے ہیں
یادوں سے گزارا تو نہیں ہوتا مگر
دل جس سے بہل جائے دو گھڑی وہ سراب تیرے ہیں
ہم کہاں کے تھے اسیر محبتوں کے معاملے میں
جتنے بھی محبتوں کے ہیں وا، وہ باب تیرے ہیں
بلا کا ذہین سمجھتے ہیں احباب ہم کو
”حمنہ“ میری زبان پہ جتنے بھی ہیں وہ جواب تیرے ہیں

حمنہ چوہدری......گجرات

ماں

محبتوں کی بہار ماں ہے
دھڑکنوں کی پکار ماں ہے
ہر ایک مشکل میں دے سہارا
ہر آن ہم پر نثار ماں ہے
اس کے دم سے یہ زندگی ہے
اور زندگی کا وقار ماں ہے
نہیں جس کے جذبے میں کھوٹ کوئی
وہ سچی چاہت وہ پیار ماں ہے
روز و شب کے مسئلوں میں
مصیبتوں میں قرار ماں ہے
ہے گھر کی رونق ماں میری گل
خوشی کی اک نوبہار ماں ہے

سباس گل......رحیم یار خان

بازی

اداس زندگی کی بساط پر
دکھ میرے اپنی چال چلتے ہیں
آبلہ پائی کے احساس سے
زخم جلتے ہیں
نہ دکھائی دیتے ہیں
نہ سنائی دیتے ہیں
خوشیوں کو دے کر مات
ہر غم تخت نشیں ہوتا ہے
روند کر آرزوؤں کے نشاں
جیت کے ہر بازی
مر کے اپنا حصہ وصول
درد مقدر کے کھیل پر
ناچتے ہیں
ہر قدم پر ہمیں
مات دینا چاہتے ہیں

فصیح آصف خان......ملتان

خواب

کب تک ساتھ چلتے ہمارے
اندھیرے راستوں میں اُجاڑ شاموں میں
تم تو سورج ٹھہرے تمہیں تو ڈھلنا ہی تھا
ہم نے کب کہا تھا بن کے حقیقت ہمارے
ساتھ چلنا ہے
ہم نے بس اک خواب چاہا تھا
جس کے احساس میں ہم نے
یہ عمر بتائی تھی......

عائشہ پرویز......کراچی

غزل

سوتے ہوئے لوگوں کو جگا دو نوید ہو
ان کو بھی اب خبر یہ سناؤ عید ہو
جو وقت ہے گزرا وہ کشاکش الم تھا
اب تو ہمیں بھی کوئی مبارک سعید ہو
شاید اب اعتبار ہو ان کے پیاں پر
اس قدم کو بھی اب کوئی اچھی امید ہو
ہو مختصر صفا نہ اگر نہ ہوتا گورا
لمبی زیادہ اب نہ کوئی تمہید ہو
وہ دل کبھی کبھی راہ بھٹکتا نہیں
جس دل میں میرا پاک کلام مجید ہو
اس ملک میں بھی ہوگی ترقی کی صبح نوید
اس کا حکمران بھی اگر میانہ چند پر ہو
ہوجائے دن ہمارا بھی کچھ اور خوشگوار
ملنے جو آجائیں وہ ان کی دید ہو

فہمیدہ غوری......گلشن اقبال کراچی

نظم عہد

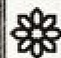
چلو اک عہد کرتے ہیں
بچھڑنے کا نہ تم سوچو
نہ میں سوچوں
نہ ہم اک دوسرے کی بات کو
ٹھکرائیں
چلو الفت بھرے الفاظ کو محترم کرتے ہیں
عداوت چھوڑ دیتے ہیں
وفا کی کچھ نئی رسمیں بناتے ہیں
شب اظہار میں
ہونٹوں سے نکلے
ربط و الفت کے
سبھی جذبے
وفا کی نذر کرتے ہیں
چلو یہ عہد کرتے ہیں

تمثیلہ لطیف......لاہور

یہ اپنا پاکستان ہے

اپنا دل ہے اپنی جان ہے
ہم سب کی یہی پہچان ہے
ہم اس کی یہ ہم سب کی شان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
ہر گلی میں ہر کوچے میں اس کی عزت
ملک دوجے میں بس یہی اپنا ارمان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
چاہت سے اور محنت سے پوری لگن اور ہمت سے
قائم رکھنی اس کی آن ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
اس کے تابناک مستقبل کے لیے
دن رات ہمیں کرنا کام ہے
قائد بھی یہ فرمان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
سنہری دھرتی لہراتی فصلیں اونچے پہاڑ
دلکش ندیاں لہریں برفیلی چوٹیاں
کہیں تو کہیں ریگستان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
قدرت کے سب نظارے اس میں
منظر پیارے پیارے اس میں
سات سروں کی جیسے اک تان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
کہیں مزدور ہے پسینہ بہاتا
کہیں کاریگر اپنے جوہر دکھاتا
کہیں ہل چلاتا دہقان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
چاردیواری کا احساس بھی ہے
پاؤں تلے گھاس بھی ہے
سر پر لاجوردی آسمان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے
ایٹمی طاقت اور مدد خدا بری بحری فوج بھی
ہر او دشمن اس کی طاقت سے انجان ہے
ہرا بھرا سرسبز و شاداب یہ اپنا پاکستان ہے

ریحانہ اعجاز......کراچی



biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

ٹیچرز، فرینڈز، آنچل قارئین کے نام

السلام علیکم سب کو ہمارا سلام قبول ہو۔ میم رضوانہ کوثر جی کیسی ہیں، میم ماہ نور تحقیق کیسی ہیں، میم نور جب آپ غصہ کرتی ہیں بالکل اچھی نہیں لگتیں، بھئی سمجھا کریں نا میم جی! ہم معصوم سی بچیاں کسی دن آپ کے غصے سے ہلاک ہو گئیں پھر تو...... ہی ہی ہی۔ میم جی آپ بہت انٹیلی جنٹ ہیں۔ آپ ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہیں۔

دوستوں سب کیسے ہو۔ سدرہ مینہ کیسی ہو (چڑیل) ہاہاہا۔ آنچل قارئین ایک بات پوچھنی ہے اقراء اصغر نے مارچ یا شاید اپریل 2017ء میں بیاض دل میں شرکت کی تھی میں نے یہ پوچھنا ہے کہ یہ اقراء اصغر وہی ہے جو دار العلوم محمد یہ رضویہ شہانہ بنگلہ ضلع فیصل آباد میں پڑھتی تھی۔ پلیز ضرور بتایئے گا۔ آپی حافظ زنیر یا رمضان کیسی ہیں، اللہ آپ کو خوش رکھے (آمین) آنچل قارئین میں حافظ اقراء جاوید اور بشریٰ جاوید بشی (معصوم پریوں) میں نے آپ کا پیغام تب پڑھا جب تک آنچل میں تبصرہ پہنچ گیا تھا۔ اگر پہلے پڑھ لیتی تو ویلکم ضرور کرتی۔ معصوم پریوں فروری 2018ء کے شمارے میں دوستی کی آفر کی تھی، بھئی ہمیں آپ کی دوستی دلوں جان سے قبول ہے۔ خوش رہو خوشیاں بانٹو اور دوستی کی ہے تو ہمیشہ قائم رکھنا، حنا ارشد آپ نے مارچ 2018ء کے شمارے میں دوستی کی آفر کی تھی، بھئی ہمیں آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ خوش رہو خوشیاں بانٹو اور دوستی کی ہے تو ہمیشہ قائم رکھنا، حنا ارشد آپ نے مارچ 2018 کے شمارے میں دوستی کی آفر کی تھی، بھئی ہمیں آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے۔ پرنسپل حوریہ اکرم کیسی ہو وہ تین ماہ بہت یاد آتے ہیں کیا انجوائے کیا تھا۔ آپی ثوبیہ، آپی سعدیہ کیسی ہیں، سمیرا ملک تم بہت یاد آتی ہو اللہ تمہیں ایم اے انگلش میں کامیاب کرے (آمین) خوش رہو پیاری دوست میمونہ کیسی ہو امید ہے ٹھیک ہوگی۔ تم نے توقع سے بھی زیادہ کامیابی لی ہے۔ کنول (ملک) اب ٹریٹ لازمی دینا (ہی ہی ہی) اب ناراض مت ہونا تم خود ہی کہتی ہو زندگی انجوائے کرنے کا نام ہے میمونہ (ملک) جی! اس لیے جلدی ٹریٹ نکالو صبر نہیں ہو رہا (ہی ہی ہی) اور میری چھوٹی بہن تبسم شہزادی تمہارے 28 جون کو سالگرہ تھی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ (آمین) اور پیاری دوست نورین فاطمہ تمہاری 21 مئی کو سالگرہ تھی بہت بہت ہیپی برتھ ڈے اللہ تمہیں ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے۔ آنچل قارئین اگر کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہے ویلکم اور آخر میں دوستوں اینڈ آنچل قارئین آنچل اسٹاف میرا پورا نام صغریٰ شہزادی ہے۔ میری پیاری دوست کا نام نورین ہے۔ جس کا نام مجھے اپنے نام کے ساتھ لکھنا بہت اچھا لگتا تھا ہے۔ ایس این شہزادی، ایس این شہزادی کھرل، ایس شہزادی کھرل، سو آپ سب لوگ کنفیوژ نہ ہوا کریں کیوں کہ یہ ایک ہی شخصیت کے کئی نام ہیں (ہی ہی ہی) اور کھرل ہماری کاسٹ ہے۔ اس دفعہ میں نے اپنے اصل نام سے شرکت کی ہے۔ فروا کھرل تمہیں اپنے نام کے ساتھ کھرل لکھنے سے جتنی چڑ ہے مجھے اتنا ہی اچھا لگتا ہے۔ تمہارے نام کے ساتھ کھرل لکھنا۔ فروا کھ کھ کھرل۔ فروا پیاری دوست اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ تم ڈرپوک بہت ہو۔ حالانکہ بی اے پارٹ ٹو کی اسٹوڈنٹ ہو۔ بھئی کڑیوں اس سے پہلے تم لوگ مجھے خود بھگاؤ میں چلی اور بہت سا شکریہ مجھے برداشت کرنے کا۔ ہمیں بھی اپنی محفل میں شامل کر لینا، جب بھی پیغام لکھیں۔ پلیز شکریہ۔

(صغریٰ نورین شہزادی کھرل...... جڑانوالہ)

شیزانیہ اینڈ تمام آنچل فرینڈ کے نام

السلام علیکم سویٹ دل والو کیا حال ہیں آپ سب کے اور...... کہاں گم ہو۔ ڈیئر شیزانیہ سدا خوش رہو۔ مگر اپنے یامدثر بھائی کے خرچے پر اور شاد آباد رہو۔ اپنے گھر میں آمین۔ آپی فریدہ فری، انجم انجم اعوان، پروین افضل شاہین، لیلیٰ رب نواز اینڈ آنچل سے وابستہ تمام بہنوں کو میری طرف سے سلام دعاؤں میں یاد رکھنا اور ثریا فریال آپی جی آپ کیوں ہمیں ایسی عجیب نظروں سے گھور رہی ہیں۔ لو جی شیزانیہ آپی آپ کا کیوں منہ بن گیا، چلو پھر آپ کے لیے نظم سہی چلو اب مسکرا کے دکھاؤ۔

ذرا سا مسکرا دینا عید سے پہلے پہلے
ہر اک غم کو بھلا دینا عید سے پہلے پہلے
نا سوچو کہ کس کس نے دل دکھایا ہے
سب کو معاف کر دینا عید سے پہلے پہلے
کیا پتا پھر موقع نہ مل پائے آپ کو
اس لیے دل کو صاف کر دینا عید سے پہلے پہلے
ہو سکتا ہے ہم رہیں یا نہ رہیں
اس لیے دیتے ہیں عید کی مبارکباد عید سے پہلے پہلے

(خدیجہ ایمان...... شیخوپورہ)

آنچل کی خوب صورت کلیوں کے نام

ہم نے بھی بدل دیئے ہیں اصول زندگی
اب جو یاد کرے گا وہ ہی یاد رہے گا

السلام علیکم! آنچل فرینڈ۔ ہمیشہ پھولوں کی طرح مسکراتی رہو۔ چند ماہ میں آنچل میں شامل نہ ہو سکی۔ آپ سب سے معذرت خواہ ہوں ان چند ماہ میں جن جن دوستوں نے مجھے یاد رکھا یا میری نگارشات کو پسند فرمایا۔ ان سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ بچوں کے فائنل ایگزام کے بعد اسکول کے سالانہ انعامات کی تقریب کی وجہ سے بہت مصروف تھی، اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس مرتبہ بھی بچوں نے نہ صرف پوزیشن لی بلکہ ان کو انعامات سے نوازہ بھی گیا ہے۔ اب کچھ وقت ملا سوچا کہ آنچل میں شامل ہو جاؤں آپ سب آنچل کی لولی فرینڈز کیسی ہو امید کرتی ہوں کہ اللہ پاک کا کرم آپ سب پر بھی قائم ہوگا۔ سوئیٹ لیقہ احمد، سمیعہ رانی، طیبہ رانا، پروین افضل شاہین، میراب، فائزہ بھٹی ہمیشہ مسکراتی رہیں آپ۔ ڈیئر تسنیم سحر علیشہ نور، کرن شہزادی، پھولوں کی طرح خوشبو بکھیرتی رہو۔ رقیہ ناز آپ ہمیشہ مجھے اپنا منتظر ہی پاؤ گی سمیعہ حورین حوری آپ نے میری کمی محسوس کی۔ یقین جانو آنچل میں مجھے اپنا نام نہ ملے تو مجھے خود بھی اپنی کمی محسوس ہوتی ہے۔ اقراء جٹ شکریہ یا تو تبسم کنول، سویٹ ماریہ کنول ماہی، عزیزی ایچ ایس، جان من لیلیٰ رب نواز آپ ایک بار کیوں...... ہزار بار لو یو کہو مجھے برا نہیں لگے تھا گا۔ چلو جی پہلے ہم ہی آپ کو کہہ دیتے ہیں آئی لو یو ڈیئر لیلیٰ رب نواز خوش رہو شاد رہو اور کے سسٹر زینب دلبر اعوان آپ نے میرے لیے شعر لکھا لو میں بھی شعر میں جواب دے رہی ہوں، خاص آپ کے لیے۔

دل میں بسا کر دل سے نکال دینا ہمارا اصول نہیں دوست
کوئی دل توڑ کر دل سے نکل جائے تو ہمارا قصور نہیں

مدیحہ نورین مہک، اقرا حفیظ ہری پور اللہ پاک رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ سب پر قائم رکھے۔ یہ تو تھیں وہ فرینڈ جس جس نے مجھے یاد رکھا باقی آنچل فرینڈز کو میری طرف سے بہت بہت پیار، تمنا بلوچ، شیزا بلوچ، ارم کمال خوش رہو۔ ڈیئر شگفتہ خان میں نے ہمیشہ آپ کو یاد کیا ہے۔ اقرا امتیاز میں تو ہوں ہی آپ کی اپنی آپ اور آنچل کی تمام فرینڈ اپنی ہی ہیں۔ عزیز از جان فریدہ جاوید فریدہ آپ کو خدا صحت عطا فرمائے۔ آمین۔ عائش کشمالہ، شائستہ جٹ، ذکا زرگر، دلکش مریم، گل مینہ، حسینہ ایچ ایس۔ لیلیٰ رب نواز، کے ایم نور مشال، عبیرا نیلم، کوثر خالد، گلشن چودھری، صائمہ سکندر سومرو، صائمہ مشتاق، نیلم شہزادی آپ کو عید کی بہت بہت مبارک ہو۔ سب جہاں بھی رہو خوش رہو شاد رہو۔ نورین انجم کی طرف سے معذرت، وہ آج کل آنچل میں شامل نہیں ہونا چاہتی۔ اس وجہ سے ایک بار پھر معذرت، اپنی دعاؤں میں ہمیں ضرور یاد رکھنا۔ اگر زندگی رہی پھر حاضری دوں گی۔ اللہ حافظ۔

(انجم انجم اعوان...... کراچی)

سودائے محمد سردار، آسیہ پروین کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز کیسی ہو؟ آنچل کھولا تو ڈھیر ساری دوستوں کے پیغام جنہوں نے مجھے یاد کیا اور دعائیں دیں، دل خوش ہو گیا۔ آنچل کی دوستوں کی محبتوں کی مقروض ہو گئی ہوں۔ میری سویٹ آسیہ پروین کیسی ہو آپ؟ آپ اور وقاص عمر کے ہمراہ گوجرانوالہ ایوارڈ پروگرام بہت انجوائے کیا۔ آپ دونوں کے سنگ یہ پروگرام بہت یادگار رہا۔ آپ دونوں سے بہت خلوص ملا۔ کوثر خالد آنٹی آپ نے نام کیوں بدلا میری کتاب کی درستگی پر آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اس میں وقاص عمر کو بھی کریڈٹ جاتا ہے کہ اتنی پیاری آنٹی سے ملوایا۔ بشریٰ کنول، لیلیٰ رب نواز، شازیہ اختر شازی، وقاص عمر، ارم ریاض، لیقہ احمد سب کو سلام۔ لیلیٰ رب نواز آپ کا گفٹ بے حد پسند آیا۔ بہت شکریہ۔ پیاری سمیرا انگلز ارتم تو جان ہو میری آپ ہمیں کبھی نہیں چھوڑنا۔ صبا رانی، عائشہ رانی، ضنم رانی، اریشہ راج، صوبیہ یوسف، فاخرہ رانی، عائشہ رحمان ہنی، ایم فاطمہ سیال، آپ سب کو بہت بہت پیار تمام امت مسلمہ کو عید کی بہت بہت مبارک ہو۔ ہما طاہر مجھے یاد کرنے کا شکریہ اس کے ساتھ اجازت۔ اللہ حافظ۔

(حنا ارشد...... لاہور)

اپنی آپی جیلہ کے نام

خدا سے مانگتی ہوں میں یہی ہر دم دعا آپی
کرے نہ ہم کو اک دوجے سے رب سوہنا جدا آپی
تبسم ہی تبسم ہو ترے گلنار چہرے پر
ترا آنگن بہاروں کا ہے مسکن سدا آپی
ہمیں علم و ہنر کے نور سے تو نے نوازا ہے

اندھیروں میں ترے دم سے میسر ہے ضیا آپی
محبت اور ضرورت سے شناسا ذات ہے تیری
کوئی سیکھے جہاں میں بانٹنا تم سے وفا آپی
تجھے دونوں جہانوں میں کرے گا سرخرو اللہ
تجھے اخلاص کا تیرے خدا دے گا صلا آپی
تخیل کو مرے تو نے یقیناً دی ہے یہ وسعت
مرے افکار کو تو نے ہی بخشی ہے جلا آپی
تمنا ہے یہی اک صوبیہ کے دل کی اے اللہ
رکھے جاری تصوف کا ہمیشہ سلسلہ آپی

(صوبیہ صدف)

مسکان گروپ کے نام

اسلام علیکم! کیسی ہو اریبہ شاہین اور اریبہ ارشد اور کیسا لگا ٹائٹل؟ اور میں نے یہ ٹائٹل بہت سوچ سمجھ کر دیا ہے کیونکہ ہم ہی کلاس میں بہت خوش مطلب (قہقہے لگانے والیں) رہتی تھیں۔ اب تو سب خواب ہی ہو گیا ہے۔ فون پر بھی بات ہو جاتی ہے مگر خط کا طریقہ زیادہ اچھا ہے۔ یہ ارشد تمہارے پریکٹیکل کیسے جا رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ کیسی ہو۔ زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں مستقبل کی ڈاکٹر میری اور اریبہ کی بیسٹ فرینڈ اور ہاں اریبہ جب تم ڈاکٹر بنوں گی تو ہسپتال میں اریبہ کا اور میرا نام لکھوانا تاکہ مریض زیادہ آئیں۔ اریبہ تم فائن آرٹس کب کر رہی ہو۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے آرمی میں جانے کا؟ غلط نہ سمجھنا اریبہ تمہاری کھوپڑی الٹی ہے۔ ڈاکٹر کیا بنو گی۔ اور گھر میں چھوٹی عوام کیسی ہے مطلب نئی جنریشن بھانجے بھتیجے وغیرہ۔ اور ہاں اریبہ بہت افسوس ہوا تمہارے بھائی کے ایکسیڈنٹ کا سن کر میں نے سوچا کہ نئے طریقے سے افسوس کروں۔ اگلی بار اریبہ تم نے جوابی خط بھیجنا ہے۔ اریبہ اور اریبہ تمہیں "برتھ ڈے" مبارک ہو۔ زیادہ حیران مت ہو۔ میں اگلے سال کی وش کر رہی ہوں۔ اب خط لکھا ہے تو ان شاء اللہ اگلے سال تک شائع ہو جائے گا۔ اریبہ میں نے تمہارے گھر آنے کا سوچا۔ یہ میں نے کہا بتادوں تم میرے لیے برگر، شوارما، بریانی، پیزا بنا سکو (ہاہاہا) مذاق سے کہہ رہی ہو۔

(عاصمہ بی..... طور جہلم)

پریوں کے نام

مخاطب ہوں۔ آپی اب آپ کی طبیعت کیسی ہے مجھے معلوم ہے آپ کو گرمی برداشت نہیں ہوتی اور تقریباً دو ماہ گرمی کے مری میں گزارتی ہیں۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ تبسم بشیر، اقراء رشید، فائزہ بھٹی، اقراء حفیظ آپ سب کی دوستی مجھے قبول ہے۔ ام حبیبہ میں آپ کو ہنساتی ہوں، یہ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ صبا شریف، میرا تعارف پڑھنے کے لیے آپ کو بہت سا انتظار کرنا پڑے گا۔ صفیہ مہر آپ میری بہن بن جائیں کیونکہ ہم صرف دو ہی بہنیں ہیں مگر آپی فریدہ جاوید فری سمیت میری چھ نندیں، میرے میاں جانی کہتے ہیں کہ میری جتنی زیادہ سالیاں ہوں گی مجھے بہت اچھا لگے گا۔

(پروین افضل شاہین..... بہاولنگر)

دل میں رہنے والوں کے نام

السلام علیکم! آنچل فرینڈز اور میرے دل میں رہنے والوں کو اور جن کے دلوں میں ملالہ اسلم بستی ہے ان کو میرا کیوٹ سا سلام قبول ہو۔ آئی ہوپ سب آپ خوش و مطمئن ہوں گی (ان شاء اللہ) تمنا بلوچ کیسی ہیں آپ؟ آپ کی بیٹی کی ڈیتھ کا سنا تھا بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ بہت شکریہ آپ نے شادی کی مبارکباد دی۔ دلکش مریم میری پیاری سی سہیلی کیسی ہو؟ تمہارے خط نے تو رُلا دیا بابا تو بابا ہوتے ہیں۔ میں بہت بیمار تھی اس لیے جلدی آنچل میں نہیں لکھ سکی۔ عمر میں بھولی کسی کو نہیں ہوں۔ بابا کا بچھڑنا..... تکلیف دہ امر ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ پارس شاہ کہاں غائب ہو؟ پلیز کم بیک۔ زیبا امانت میں تمہیں یاد نہیں کرنا چاہتی مگر پوچھنا ضرور چاہوں گی ہمارا قصور کیا تھا؟ دوستی کی اتنی بڑی سزا تم کیوں دے گئیں؟ میں نے روتے دیکھا ہے لاریب کو وہ ٹوٹ گئی تھی ان دنوں، تمہارے کیے کی سزا ہم سب کو ملی۔ تم نے اعتبار توڑا ہے کاش..... دوستی کیا ہوتی ہے؟ آج میں جاننا نہیں چاہتی مگر تم نے ایک سبق دیا ہے اور ہم لوگ یاد رکھیں گی۔ خدارا کبھی لاریب کے سامنے تو کیا کسی کے سامنے مت آنا۔ تمہاری نئی زندگی مبارک ہو۔ ثمرین گل شادی کب کروا رہی ہو؟ سنا ہے تمہاری منگنی ہو گئی ہے بھئی مبارک ہو۔ آنچل فرینڈز میری پیاری سی دوست کو مبارک تو دے دیں اس کی بہت بڑی وش ہے اب خوش ہو ثمرہ..... ہاہاہا..... بھائی اسد منگنی مبارک ہو۔ عائشہ بھائی آپ کو بھی نئی زندگی مبارک ہو۔ ماہ رخ سیال میں آپ سے پوچھنا چاہوں گی سیال آپ کی کاسٹ ہے لاریب انشال کے لیے آپ نے جو میسج دیا تھا مجھے پسند آیا۔ پروین افضل اینڈ فریدہ فری کیسے ہو؟ فریدہ فری تھینکس سسٹر گا ہے بہ گاہے مجھے یاد کرتی رہتی ہو۔ عائشہ، اریبہ کیسی ہو۔ رمشا، مریم بہت مبارک ہو۔ امشال آداب آپ کے نام پیغام بھیجا تھا۔ یار خوش رہو۔ عانیہ ان فیکٹ زندگی کے ان چھوٹے چھوٹے مسائل سے انسان مقابلہ کر ہی لیتا ہے۔ میں بھی کرلوں گی بقول تمہارے چھوٹی سی جان ہنسی آتی ہے۔ جس دن ملالہ اسلم کی شادی ہوئی تھی وہ اسی دن گڑیا کے دائرے سے نکل کر ایک بھاری ذمہ داری پر فائز ہو گئی تھی۔ اب عمروں کو نہیں میری ہمت کو دیکھو اور خدا کے انصاف کو ٹوٹا نہیں ہے۔ سچ پوچھو تو جب تک میری لائف تم لوگ ہو مجھے کچھ نہیں ہوگا بس ایک مسکراہٹ اور خلوص ملالہ کو جیت لیتا ہے۔ ظاہرہ منور آپ کی اچھائی ہے جس نے مجھے پسند کیا، میں خانیوال میں ہی رہتی ہوں، آپ جب ملنا چاہو سویٹ ویلکم۔ وقت کی تیزی نے جہاں بہت سے رشتے اور دوست کھو دیے وہیں اچھے دوست ملے۔ ان میں انا احب ہو یا لاڈو ملک، طیبہ نذیر ہو یا اریبہ شاہ، فائزہ بھٹی ہو یا دعائے سحر، آنسہ شبیر ہو یا فوزیہ سلطانہ، ماریہ کنول ہو یا امبر گل، سامعہ ملک ہو یا عائشہ پرویز، جاناں ملک ہو یا کاجل شاہ، لائبہ میر ہو یا شبز ابلوچ۔ سنیاں واقصیٰ زر گر، مینا سسٹر ہواؤں کے سنگ پیغام بھیج رہی ہوں کم بیک۔ دل کے قریب حرا قریشی، منزہ یونس، چھوٹی سی نورین جازبہ عباسی آپ کو بھی میرا سلام، بہت پیاری آنی کیسی ہیں آپ؟ کوثر آنی آپ گریٹ لیڈی ہیں ملالہ اسلام کی دعاؤں میں رہتی ہیں۔ گل مینا، ماریہ کنول، اقرا لیاقت، انیلا طالب خوش رہو۔ اقصیٰ کشش، دیبہ خاور، افشاں علی اینڈ رشک حنا لاکھر غائب ہو۔ حافظ ذائمہ، پرنسز اقو، ارم کمال اینڈ نجم انجم خوش رہو۔ حضریٰ آنٹی کب بنا رہی ہو۔ مبارک پوروالو ٹھیک ہو۔ ارم اور دلکش آپی کیسی ہو، ثانیہ عثمان وقت کی تیزی نے تمہیں کہاں کھو دیا۔ ماہم نور انصاری کیسی ہو؟ بختاور ناز امی کی صحت یابی پر مبارک باد۔ بھائی اسد مئی میں برتھ ڈے تھی مبارک ہو۔ جس کی جون میں تھی انہیں بھی سالگرہ مبارک۔ اب اجازت چاہوں گی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ حافظ۔

(ملالہ اسلم فرام..... خانیوال)

السلام علیکم! امید ہے آپ سب ٹھیک ہوں گی۔ عیشا گل آپ کو بیٹے کی بہت بہت مبارک ہو۔ مجھے نمل نام رکھنے دیتیں تو ضرور بیٹی ہوتی (ہاہاہا) مذاق کر رہی ہوں، اپنا خیال رکھیے اور احمد اور ارحم کے لیے ان کی خالہ کی طرف سے ڈھیر سارا پیار۔ مس معصومہ نعیم آئی مس یو سو مچ بجی۔ اور میری موسٹ فرینڈ زنیریہ جاوید آئی مس یو روزانہ سو میسج بھیج دیا کرو۔

(اے ایم کے..... جوڑہ)

عید مبارک

عیدالاضحی کے پرمسرت موقع پر میں اپنی تمام پیاری پیاری دوستوں کو "عید مبارک" کہنا چاہوں گی، بالخصوص رضیہ فیاض، ہاجرہ عمران، سباس گل، صبا جرال، بنت رحمان، آبرو نبیلہ اقبال، ریحانہ آفتاب، قرۃ العین سکندر، طیبہ عنصر مغل، حرا قریشی، نبیلہ خان، سعدیہ ہما شیخ، ناہید کپور، منابل فاطمہ، ثمینہ نازی، باجی فہمیدہ ناز غوری، مادرہ طلحہ، معصومہ ارشاد، فرح بھٹو، نایاب جیلانی، کبریٰ نوید، سعیدہ نثار، صبا ایشل اینڈ شمائلہ زاہد۔ پیاری ہمجولیو..... تم سب کے بنا ہر لمحہ جیسے یاسیت زدہ اور جب میں تم سب کے سنگ ہوتی ہوں تو لگتا ہے چہار اطراف پھول ہی پھول مہک رہے ہوں، اس عید سعید پر میری دعا ہے تم سب کی زندگی میں سدا بہار پھول کھلیں، قدم قدم خوشیاں، قدم قدم کامیابیاں نصیب ہوں۔ آمین ثم آمین۔

مبارک ہو یہ جشن طرب تمہیں
رنگ و روشنی کی محفلیں ملیں
ہر قدم زندگی یوں ملے
رنگ و بو کے میلے ہوں سجے
چہار سو گل ہی گل ہوں کھلے
آمین

(ریحانہ اعجاز..... کراچی)



یادگار لمحے

جویریہ سالک

حلال رزق پر اکتفا

حرام رزق کے تمام وسائل سے بچ کر صرف حلال رزق پر اکتفا کریں خواہ مقدار میں بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ "کل قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالوں کے جواب نہ دے دے......" ان پانچ سوالات میں سے دو سوال مال کے متعلق ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ صرف حلال وسائل پر ہی اکتفا کرے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "حرام مال سے جسم کی بڑھوتری نہ کرو کیونکہ اس سے بہتر آگ ہے۔" (ترمذی) اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "وہ انسان جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوئی ہو ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔" (مسند احمد) نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ حرام کھانے، پینے اور حرام پہننے والوں کی دعائیں کہاں سے قبول ہوں؟

(صحیح مسلم)

رواعظیم......کراچی

خوف خدا سے نکلا آنسو

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"کسی مومن بندے کی آنکھ سے اللہ کے خوف سے آنسو نکلتے ہیں اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہوں پھر وہ اس کے چہرے پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف)

انعم......برنالی

قبر میں مردے کا حال

حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب انسان کو اس کی قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو وہ مومن ہو تو اسے اس کے اعمال مثلاً نماز روزہ اسے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ عذاب کا فرشتہ نماز روزے کی طرف سے آنا چاہتا ہے تو روزہ اسے روک دیتا ہے۔ وہ فرشتہ اسے پکار کر بیٹھنے کے لیے کہتا ہے، چنانچہ وہ انسان بیٹھ جاتا ہے۔ فرشتہ اس سے پوچھتا ہے کہ تو اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتا ہے وہ پوچھتا ہے کون آدمی؟ فرشتہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔" فرشتہ کہتا ہے تو اسی پر زندہ رہا اور اسی پر تجھے موت آگئی اور اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا اور اگر مردہ کافر یا فاجر ہو تو جب فرشتہ اس کے پاس آتا ہے تو درمیان میں واپس لوٹا دینے والی کوئی چیز نہیں ہوتی یعنی نہ نماز نہ روزہ وغیرہ وہ اسے بٹھا کر پوچھتا ہے کہ تو اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے مردہ پوچھتا ہے کون آدمی؟ وہ کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مردہ کہتا ہے اللہ کی قسم میں کچھ نہیں جانتا میں لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنتا تھا وہی کہہ دیتا تھا' فرشتہ کہتا ہے تو اسی پر زندہ رہا اسی پر مرا اور اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا۔ پھر اس پر قبر میں ایک جانور کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے' جس کے سرے پر چنگاری ہوتی ہے جیسے اونٹ کی نوک ہو۔ جب تک اللہ کو منظور ہوگا وہ اسے مارتا رہے گا اور وہ جانور بہرا ہے جو آواز سن نہیں سکتا کہ اس پر رحم کھائے۔

(احمد بن حنبل)

ارم کمال......فیصل آباد

دوسرا ڈاکٹر

بیوی شوہر سے۔ "مجھے ڈاکٹر نے ایک مہینے کے لیے آرام کرنے اور پیارے پیارے ملکوں میں گھومنے کے لیے کہا ہے۔" "تو پھر ہم کہاں جائیں گے۔"

شوہر آرام سے۔ "دوسرے ڈاکٹر کے پاس۔"

فائدہ

شوہر بیوی سے۔ "تم سے شادی کرنے کا مجھے ایک فائدہ ہوا ہے۔

بیوی کون سا؟

شوہر۔ "مجھے اپنے گناہوں کی سزا دنیا میں ہی مل گئی۔"

نجمہ نساء......ڈھوک ملازم آباد

کام کی باتیں

☆ وقت گہرے سمندر میں گرا ہوا موتی ہے، جس کا دوبارہ ملنا ناممکن ہے۔

☆ عمدہ ترین بات وہ ہے جو الفاظ کے اعتبار سے تو کم ہو مگر معنی کے اعتبار سے زیادہ ہو۔

☆ اگر جنت میں اپنی مرضی کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو اس دنیا میں اپنے رب کی مرضی کی زندگی گزارو۔

☆ کسی کو دعا کے لیے مت کہو بلکہ خود کو اس قابل بناؤ کہ لوگ خود بخود دعا دیں۔

☆ جو بچہ بچپن میں تمیز نہیں سیکھتا وہ بڑے ہو کر بھی بدتمیز رہتا ہے۔

☆ بھروسہ اکثر وہ توڑتے ہیں جو دل کے بہت قریب ہوتے ہیں۔

خاص

"کچھ بظاہر عام نظر آنے والے لوگ اندر سے بہت خاص ہوتے ہیں۔ اس لیے بغیر کسی جانچ پرکھ کے کسی کے بارے میں رائے قائم کرنا سراسر بے وقوفی ہے۔"

لیلیٰ رب نواز......دھیوالی بھکر

یاد گار لمحے

○ تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔

جیتے آنسوؤں کی زبان نہیں ہوتی لفظوں سے دوستی بیاں نہیں ہوتی مل جائے تو دوست کی قدر کرنا قسمت ہر کسی پر مہرباں نہیں ہوتی

○ اپنے نقصان پر ہرگز غم زدہ نہ ہوا کر" کیونکہ "اللہ تم سے اس وقت تک کچھ واپس نہیں لیتا جب تک اس سے بہتر تم کو عطا نہ کریں۔

○ صبح کی نیند انسان کے ارادے کو کمزور کر دیتی ہے۔

○ منزلوں کو پانے والے کبھی دیر تک سویا نہیں کرتے۔

ایس این شہزادی

سچی نفرتیں

جھوٹی محبتوں کے درمیان میں نے نہیں جینا۔ مجھے سچی نفرتیں پسند ہیں۔

پرنسز انا تیاء......مانسہرہ

اچھی بات

☆ نماز جگہ بدل بدل کے پڑھنی چاہیے کیونکہ زمین کا وہ حصہ ہمارا گواہ بن جاتا ہے اور آخرت میں مغفرت کا ذریعہ بن جائے گا۔

☆ اچھی بات بتانے سے اعمال میں تیس لاکھ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں قیامت کے دن انسان ایک نیکی کو بھی ترسے گا۔

☆ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل دکھانا ہے۔

☆ اگر پہاڑ کی چوٹی سے لوگ چھوٹے دکھائی دیتے ہیں تو یاد رہے کہ نیچے کھڑے لوگوں کو بھی آپ چھوٹے ہی دکھائی دیتے ہیں۔

☆ تم نیچے گر کر دیکھو اٹھانے کوئی نہیں آئے گا' تم ذرا اڑ کر دیکھو گرانے سب آ جائیں گے۔

☆ اچھا دوست چاہیے جتنی بار روٹھے اسے ہر بار منا لینا چاہیے کیونکہ تسبیح کے دانے جتنی بار بکھریں چن لئے جاتے ہیں۔

نجم انجم اعوان......کراچی

ذرا کھل کے ہنسیے

بیٹا اسکول سے آتے ہی ماں کے پاس گیا اور بولا۔

"امی میرے سر پر کیا ہے؟"

ماں نے بغور اس کے سر پر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بیٹا تمہارے سر پر بال ہیں؟"

بیٹے نے معصومیت سے جواب دیا۔

"لیکن امی! ٹیچر تو کہہ رہی تھی ہمارے سر پرائیز ہیں۔"

کرن شہزادی......مانسہرہ

لوٹ آنو

یاد ہے ناں تم کو
وہ باتیں وہ راتیں!
جو تم نے کیے تھے وعدے
اب کیوں خفا ہو ہم سے
جانتے ہو ہم رہ نہیں
سکتے تیرے بن
سنو! تم لوٹ آؤ
سنو! اب لوٹ آؤ

گلشن چوہدری گل......چک محمود

چاہت

تم اگر کسی کی چاہت پانے کے لیے جی رہے ہو تو اپنے دل کی بات اسے بتا دو کیونکہ زندگی موقع کم اور دھوکہ زیادہ دیتی ہے۔

ذکا زرگر......جوڑہ

اے انسان

+ اے انسان صرف جینا ہی زندگی کا مقصد نہیں ہم کو مرنا بھی ہے۔

+ یاد رکھ...... عمدہ لباس کے شوقین بندے کا کفن بھی یاد رکھ۔

+ اچھے مکان کے شیدائی...... قبر کی گہرائی بھی یاد رکھ۔

✚ لذیذ چیزیں کھانے والے...... قبر کے کیڑے بھی یاد رکھ۔

✚ برائی کرکے جھومنے والے...... موت کی سختی بھی یاد رکھ۔

✚ دنیا کے مال کا حساب رکھنے والے...... آخرت کا حساب بھی یادرکھ۔

✚ دنیا کی روشنیوں میں مست رہنے والے...... قبر کا اندھیرا یادرکھ۔

شازیہ ہاشم میواتی...... کھڈیاں قصور

جنت

☆جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ اس کا پانی موتی یاقوت پر بہتا ہے اس کی مٹی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا پانی شہد سے میٹھا ہے۔ اور برف سے زیادہ سفید ہے میری دعا ہے اللہ کریم نماز پڑھنے والوں کو یہ نہر دکھائیں۔ اور اس کا پانی پینا نصیب فرمائے۔ آمین)

سوچ

اپنے والدین کے ساتھ تلخ کوئی اختیار کرنے سے پہلے سوچ تو لے اگر آج تم بیٹے ہو تو کل کو باپ بھی بنو گے۔

پانی

ریلوے اسٹیشن پر شیخ عبدالغفور قیصر کی بیگم بولی۔ شیخ صاحب! بہت پیاس لگی ہے۔ پانی تو پلادیں۔

شیخ صاحب بولے۔ ”کیوں نا تمہیں چکن بریانی چٹنی اور سلاد کے ساتھ کھلاؤں۔

بیگم: ارے واہ شیخ صاحب! چکن بریانی، چٹنی سلاد کا نام سن کر تو میرے منہ میں پانی آ گیا۔

شیخ صاحب: بس اسی پانی سے کام چلالو۔

پروین افضل شاہین...... بہاول پور

واصف علی کی باتیں

☐ جو شے چلنے سے حاصل نہیں ہوتی وہ ٹھہرنے سے ہوجاتی ہے۔

☐ مظلوم کی بددعا خطرہ پیدا کرتی ہے۔ محروم کی آہ خطرہ پیدا کرتی ہے یتیم کی فریاد پانی میں آگ لگادیتی ہے۔

☐ جس بستی سے حق والا محروم ہوکر نکلے وہ بستی ویران ہوجاتی ہے۔

☐ اگر زندگی بچانے کی قیمت پوری زندگی بھی مانگی جائے توانکار نہ کرنا۔

☐ اس دنیا میں انسان نہ کچھ کھوتا ہے نہ پاتا ہے۔ وہ تو صرف آتا ہے اور جاتا ہے۔

☐ گناہوں میں مبتلا انسان کا دعاؤں پر یقین نہیں رہتا۔

☐ کسی شے سے اس کی فطرت کے خلاف کام لینا ظلم ہے۔

انیلا طلب...... گوجرانولہ

لوٹ آؤ ناں

میری جاگتی اور سوتی آنکھیں
میری کھوجتی اور سوچتی آنکھیں
تمہیں یاد کرتی ہیں
تمہیں واپس بلاتی ہیں
کہاں ہو تم
جہاں بھی ہو
واپس لوٹ آؤ ناں
تمہارے بعد میری زندگی
سوگ میں ڈوبی ہے
میرا وقت رک سا گیا
دل دھڑکنا بھول سا گیا
کہاں ہو تم
جہاں بھی ہو
واپس لوٹ آؤ ناں
کہ اب تم ساتھ نہیں ہو تو
بہت درد ہوتا ہے
ہر سمت اندھیرا ہے
سنو لوٹ آؤ ناں
کہاں ہو تم
لوٹ آؤ ناں

عمر وقاص...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

✿

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاک نام سے ابتدا ہے جو وحدہ لاشریک ہے۔ ادارے کی جانب سے اہل وطن کو جشن آزادی مبارک۔ اب بات کرتے ہیں آنچل کی سالگرہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ جو پہلے دوسرے اور تیسرے نمبر پر تبصرہ آئے گا وہ انعام کا حق دار ٹھہرے گا گو کہ سب نے ہی بھرپور تبصرہ ارسال کیا تھا۔ اس لیے ہمیں بھی مشکل پیش آئی اور اتنے دن بیت گئے خیر اب انتظار کے لمحات ختم ہوئے۔ پہلا انعام عائشہ پرویز، دوسرا اقرا جٹ اور تیسرے انعام کی مہرین کنول حق دار ٹھہری ہیں جو کہ تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شائع نہ ہوسکا لیکن ہماری نظر سے ضرور گزرا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی یونہی آنچل وحجاب میں شرکت کرتی رہیں گی۔ اب بڑھتے ہیں بزم ”آئینہ“ کی جانب جہاں آپ کے تبصرے ستاروں کی مانند جھلملا رہے ہیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ بائیں جانب کھلی کھڑکی اور دائیں جانب آنچل ڈائجسٹ دکھا ہے اور میاں جی کو ڈیوٹی پر بھیج کر مابدولت مسہری پر گاؤ تکیے سے کمر ٹکائے ہاتھوں میں قلم تھامے قلم دانتوں تلے دابے نظریں چھت پر جمائے اس سوچ میں غرق کہ آئینہ میں شمولیت کے واسطے لکھیں تو کیا لکھیں......؟ الفاظ ہیں کہ ساتھ نہیں دے رہے۔ خیالات کا تسلسل رو کے نہیں رک رہا سمجھ میں آ کے نہیں دے رہا کہ کہوں تو کیا کہ اپنے پاس تو لفظوں کا ذخیرہ مفقود علم کا فقدان لکھنے کا طریقہ، سلیقہ ندارد...... لیکن پھر کوشش کی زبردستی قلم صفحے پر جمایا ہاتھ چلایا اور پھر...... قلم کی روانی میں کیا سبک خرامی پیدا ہوئی کہ مابدولت کو برساتی مینڈکوں کی ٹرانے کی آواز، کھڑکی پر رم جھم برستی بارش کی ٹپ ٹپ، کمرے میں لگے پنکھے کی گھر گھر، دیوار وچھت پر سیر مناتی چھپکلی، غسل خانے کے اردگرد بھنبھناتی مکھیاں، صحن میں شوروغل مچاتے بہن بھائی، باورچی خانے سے اٹھنے والی سوندھی سوندھی بھنی بھنی خوشبوئیں، اماں جی کی صلواتیں...... غرض کچھ بھی مخل نہ ہوا پھر قلم نے لکھا تو کیا لکھا۔ وہ حاضر خدمت ہے۔ ”سرگوشیاں، حمد ونعت“ ہمیشہ کی طرح ایسا ہی پایا کہ جوں جوں پڑھتی گئی توں توں تشنگی مٹتی گئی۔ پھر صفحہ پلٹا نظر آیا ”دانش کدہ“ اس پر کیا تبصرہ کروں اللہ تعالیٰ ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق دے آمین۔ چاروں لڑکیوں سے ملاقات اچھی رہی۔ پھر خوشی ”در جواب آں“ میں اپنی کہانی تلاش کی پر ہائے خوشی کے ارمان آنسو میں بہہ گئے نہ نام نظر آیا نہ کہانی نظر آئی۔ کھولتے بند کرتے آگے بڑھتے ہیں تو کیا خوب ”ناولٹ“ تم میری عید کا چاند موضوع نیا تو نہیں تھا بہرکیف سکندر کے مزاح نے تحریر میں رنگ بھر۔ ”افسانوں“ میں ذات دی کوڑھ کرلی ٹاپ پر رہا۔ دردل پردستک اور سنوارہ اخلاقی نتائج سے لبریز تھے۔ کب اشک گہر ہو گا عورت ذات کے اہم پہلو کو اجاگر کرتا دکھائی دیا۔ ”سلسلے وار ناول“ تیری زلف کے سر ہونے تک اقرا آپی بہت پیاری تحریر ہے۔ مگر طوالت نہ دیں ورنہ چارم ختم ہوجائے گا۔ زید اور سودہ کی اسٹوری مزہ دے رہی ہے محبت کی اصل اہمیت وقدر، کا اندازہ ہمیں تب ہوتا ہے جب وہ ہماری دسترس سے دور ہوتی دکھائی دے۔ دل کے کسی پوشیدہ خانے میں چھپی محبت کی کونپل لحہ میں تناور درخت بن کر ہر انسان کو بے بس ومجبور کردیتی ہے۔ سودہ کے لیے زید کی محبت بھی اب ہجر کی بھٹی میں جل کر امر ہوجائے گی۔ ادھر انشراح کا ان خالات میں اور ذہنی رو کے حساب سے فیصلہ ٹھیک ہی لگا۔ موجودہ صورتحال میں اس کی ذات منتشر ہوئی، وہ ذہنی وروحانی کرب کا شکار ہے اب نوفل کی محبت اسے واپس زندگی کی سمت لاسکتی ہے۔ اکائی عشنا آپی اف یہ اماں جان کو آپ کہاں سے پکڑ لائی ہیں۔ ہٹلر کی نانی ہونہہ سائیکو سی۔ ”مکمل ناول“ نے دل کو لرزا کے رکھ دیا معاشرے میں دوغلی منافقت بڑھتی جا رہی ہے کوئی روشنی میرا خوب صائمہ آپی آپ کا یہ ناول مدتوں ذہن کی کتاب میں رہے گا اتنے اچھے ناول پر میری طرف سے ڈھیر ساری مبارک باد۔ ”بیاض دل“ میں وہی رونق وہی کہا کہیں اف۔ ”ڈش مقابلہ“ شادی کے بعد اب کافی سگھڑ ہوگئی ہوں کہ ڈش مقابلے میں پہلا انعام جیت گئی ہاہاہا۔ ویسے سموسے سبزی بھرے کھا کر مزہ آ گیا۔ ”بیوٹی گائیڈ“ آج کل میری بیوٹی کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ”نیرنگ خیال“ میں سب کے خیالات دل کو بھائے۔ ”دوست کا پیغام آئے“ میں ارم کمال آپ نے مجھے یاد رکھا بہت شکریہ اور محبت اور جنہوں نے نہیں رکھا انہیں بھی محبت اور دعائیں۔ ”یادگار لمحے“ بھی بہتری کی طرف رواں دواں ہیں اور ”آئینہ“ کی شان کے بھی کیا ہی کہنے بڑی شان ہے۔ شان تو بڑی ہوگی ناں اس میں اتنے شاندار لوگ جو موجود ہیں۔ پھر کچھ مجھ جیسے پرانے قاری، نئے لکھاری بھی لکھ کر اس کی شان کو چار چاند لگاتے رہتے

ہیں۔ شہلا آپی!! کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس "آنچل" اور اس کے تمام قارئین اور لکھاریوں میں کیا قدر مشترک ہے۔ نہیں...... ہاچلیے میں بتاتی ہوں دونوں پر یہ شعر جچتا ہے اور خوب جچتا ہے۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں...... ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

اگست کے شمارے میں میری سال گرہ اور شادی کی سال گرہ ایک ہی دن ہے۔ لہٰذا وش کرنا نہیں بھولیے گا۔ چلیں جی آپ بھی کیا کہیں گی کہ اتنے مہینوں بعد آتے ہی لڑکی دماغ چاٹ گئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی جانب سے کیا خاطر مدارات ہوتی ہے۔ بس خیال رکھیے گا کہ ہم بیٹیوں بہنوں کے دل بڑے نازک ہوتے ہیں۔ ہاہا رب راکھا۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی ۔السلام علیکم پاکستان کیا حال ہیں آپ کے اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہم سب پر کرم کرے۔ جولائی کا شمارہ ۲۷ تاریخ کو ملا۔ سب سے پہلے سرورق پر نظر گئی اور خوش ہو کر لوٹی۔ بہت خوب صورت اور دیدہ زیب ٹائٹل تھا۔ اشتہارات کو پھلانگتے ہوئے فہرست پر نظر دوڑائی۔ "درجواب آں" کے بعد سب سے پہلے سلسلہ وار کہانیوں میں "تیری زلف کے سر" مصنف صاحب نے ہمارے ذاتی لکھے گئے شعر کو اپنی کہانی میں جگہ دے کر ہمیں خوشی سے ہم کنار کر دیا۔ (شکریہ) نوفل صاحب ذرا دھیان سے...... تمہاری محبت کی کہانی میں جگہ جگہ اسپیڈ بریکر آئیں گے...... اپنے بھائی پر بھی ذرا نظر رکھنا آج کل ایک چڑیل کے زیر سایہ ہے کہیں سایہ ہی نہ ہو جائے۔ سودہ بھی ایسے کیسے تم چپ چاپ کسی اور کی ہو گئیں...... تمہیں زید نظر نہیں آیا کیا...... زید تو ہم نے جان لیا تم بہت اعلیٰ وارفع قسم کی چیز ہو...... تمہیں اپنے دل ودماغ پر بڑا کنٹرول ہے تو اب پھر یہ بخار کیسا ہے وجہ پوچھ سکتی ہوں۔ (ناراض نہ ہونا) انشراح بھئی تصور کسی اور کا بھگتے کوئی اور...... ایسے تو نہیں ہوتا کہیں...... یوسف صاحب تمہاری شخصیت کا بت ہماری نظروں میں پاش پاش ہو گیا۔ حد ہو گئی ظالم دنیا کے ظالم لوگ۔ "اکائی" تاج بیگم یہ کیا آپ کے تو اللہ اللہ کرنے کے دن ہیں اور آپ کیا کر رہی ہیں بھئی یہ سب کچھ چھوڑیں اور آخرت کی فکر کریں...... یہ کہانی کچھ اوکھی سی ہے۔ (مانتے ہیں نا آپ لوگ بھی......؟ وقار صاحب پڑ گئی دل میں ٹھنڈک مل گیا سکون...... تم مردوں کی غلطیوں کی سزا لڑکیاں بھگتتی ہیں واہ بھئی واہ...... ریحان سے اچھا تو وہ رجت سنگھ ہے...... اسے مسلمان کریں اور نکاح پڑھوا دیں۔ رجت سنگ فاطمہ بی بی سے محبت کرتے ہونا...... (سچ بولنا) "جنوں سے عشق تک" اماں بی آپ نے فائقہ کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا...... دوستی پر سے اعتبار اٹھا دیا۔ آپ نے عثمان تم بھی کسی سے کم نہیں ہو...... فائقہ اپنا حق کبھی نہیں چھوڑتے...... بیٹھنے کی جگہ دو تو لوگ لیٹ جاتے ہیں۔ "تم میری عید کے چاند" انعم اللہ پاک کسی کے ساتھ برا نہیں کرتا' تمہاری ماں بھی کمال کی چیز تھیں اور نانی واہ واہ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ...... خالہ جی سلام ہے آپ پر...... سکندر مبارک باد قبول کرو۔ چپ چاپ نکاح پڑھوا لیا اور خبر بھی نہیں ہونے دی...... مزہ آیا تم لوگوں کے ساتھ وقت گزار کر...... "ذات دی کوڑھ کرلی" مبشر صاحب اچھی بھلی بیوی کو تم نے کیا سے کیا بنا ڈالا...... ویسے تین بیویوں کو بھگتا لیا تم نے...... بڑا دل گردہ ہے تمہارا اچھی کہانی تھی...... "دردل پہ دستک" شہریز صاحب دور کے ڈھول ہی سہانے ہوتے ہیں۔ گلے پڑا ڈھول بجانا بڑا مشکل ہوتا ہے...... نکس صاحب کچھ فیصلے وقت پر بھی چھوڑ دیتے ہیں...... طالب کا کیا قصور تھا آپ نے بہت غلط فیصلہ کیا...... اگر شہریز نہ آتا تو آپ نے تو سب کو سولی پر لٹکا دیا تھا...... "بٹوارہ" بیٹی بھلی تم لوگوں کی اماؤں کا کیا گیا بٹوارہ تو خاصا دلچسپ واقعہ تھا۔ میز پر لائن لگا کر بٹوارہ کر لیا۔ یہ تو پہلی بار پڑھا اور سنا...... اب بہت سے لوگ اس بارے میں بھی سوچا کریں گے۔ مگر یہ اچھا ہوا انہیں جلدی عقل آ گئی۔ پتا ہے بات صرف اتنی ہے کہ ذرا سا دل بڑا کرنا پڑتا ہے اور ہر چیز اپنے اپنے مقام پر آ جاتی ہے۔ "کوئی روشنی میرا خواب" غازی میاں زندگی میں مستقل مزاجی بہت ضروری ہوتی ہے کامیاب ہونے کے لیے...... اگر مستقل مزاجی نہ ہو تو بہت پچھتانا پڑتا ہے۔ محمد سبحان تم اچھے لگے ہمیں۔ اچھے لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں...... اور تم ایک اچھے لڑکے تھے۔ صوفیہ دل برا نہ کرو بعض لوگوں کی قسمت میں آزمائش لکھ دی جاتی ہے' مگر ہمیں خوشی ہے تم اس آزمائش میں کامیاب ٹھہریں۔ معاذ ہاشم یہ کیسی محبت تھی: تمہیں ہوئی...... محبت میں تو انا کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا' چھوڑنا تو دور کی بات ہے...... صوفیہ نے تو معاف کر دیا' ہم بھی تمہیں معاف کر سکتے ہیں۔ اگر وصیت میں اپنی لائبریری ہمارے نام کر جاؤ تو...... چلو گفٹ ہی کر دو ہاں تو پھر معافی چاہیے) "بیاض دل" طیبہ شریں' ریا ایمان' ثمر فاطمہ' فضہ خان' صباحت رفیق' صفیہ گل' صباحت صباح' ہالہ سلیم' فرحت' ردا کرم' پروین افضل' عائشہ سلیمہ' کا انتخاب پسند آیا۔ "دوست کا پیغام آئے" دلکش مریم' صائمہ سکندر (میں کسی کو نہیں بھولتی) رقیہ ناز' ارم کمال' عائشہ رانی شکریہ۔ اللہ تم سب کو خوش و آباد رکھے۔ "آئینہ" صرف چند نام دیکھنے کو ملے ہمارا محبت نامہ بھی غائب پایا گیا۔ شہلا نے اس کی وجہ بھی بتا دی۔ اسی لیے بالکل برا نہیں لگا۔ "ہمارا آنچل" رباب کنول آپ نے ٹھیک کہا۔ والدین کی خدمت ہی سب کچھ ہے۔ شہناز افضل صاحبہ کوئی لکھنے

کے لیے اتنا بھی سوچتا ہوگا۔ آپ نے تو ریکارڈ قائم کر دیا...... بچی آپ پہلے آ جاتیں تو ہم نے بالکل برا نہیں ماننا تھا۔ ہم سب فیملی ہیں۔ شنا نواز اللہ پاک تمہارے سب خواب پورے کرے (آمین) مصباح بتول کوئی بات نہیں اگر تم زیادہ نہیں پڑھ سکی' جو تم کر رہی ہو نا وہ ہر پڑھائی سے زیادہ ہے۔ تمہاری خدمت تمہارے والدین کے ساتھ تمہارے لیے آخرت میں بھی جگہ بنا دے گی۔ اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ پاک ہم سب پر رحمت نازل کرے (آمین)

صبا قریشی...... مقلم نلعلوم السلام علیکم آنچل والوں کیسے ہو آپ آپی جی آپ ٹھیک ہونا' سوالا خوش رکھے۔ آپ کو پلیز نظر کرم ذرا میرے خط پر بھی ڈال دینا آپی بڑی دور سے آئی ہوں نوازش ہو گی۔ آنچل کی ماڈل ہائے اللہ آنکھیں کھول کر دیکھی تو میری ہی شکل کی ماہ وش تھی' یا اللہ بچا لیا تو نے ورنہ تو خواب میں بھی ماڈلنگ کا سوچا تو دنیا کو ٹاٹا بائے بائے کرنا ہوگا۔ ویسے آپس کی بات ہے آنچل کی ماڈل بننے کا شوق تو بڑا ہے۔ اقرا آپی یہ کب کر دیا آپ نے سودہ کو یعنی کہ سیدھا رخصت ہی کر دیا۔ پیارے کے ساتھ اور بزدل ہنوز یہ۔ سمیرا آپی دیری گڈ اسٹوری میں جان تو ہے اور فائقہ کو دیکھو تو اپنی محبت ہی قربان کر دی۔ شہری بی بی سیدھی ہو جاؤ اب تمہاری اکڑ نہیں چلنے والی۔ افگن بھائی دیر نہیں کرو اب جلد ہی بارات لانے کی تیاری کرو بس اور نہیں تو کیا۔ اور اب سنو کہ عید کا چاند کیسی لگی' رابعہ آپی سنو کہ واقعی ہی عید کا چاند نظر آ گئی۔ سوری شکریہ جی۔ افسانہ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو ذات دی کوڑھ کرلی از دا بیسٹ رہا۔ شاید ہی کوئی مرد دل سے عورت کی عزت کرتا ہے اور پھر سونے پر سہاگہ تو نجمہ کی غربت تھی۔ بٹوارہ تحریر مزہ دے گئی۔ دیری ویل ڈن جناب طلعت نظامی کب اشک کبھر ہوگا' شکر ہے کہ ناصر صاحب کو عقل آ گئی۔ ویسے تحریر اچھی لگی۔ مہندی کے ڈیزائن تو سارے ہی آپس میں مکس ہو گئے۔ محسن بھائی کا تبصرہ پڑھ کے بڑی ہنسی آتی ہے۔ اتنی ساری خواتین میں محسن بھائی اکیلے جو نظر آتے ہیں پروفیسر عبدالعظیم نے دور فاروقی یاد دلایا۔ اللہ آپ کو جزا دے۔ آمین شہزادی کھرل کو پڑھ کے بڑی ہنسی آئی۔ پاکستان زندہ باد' پاک فوج زندہ پائندہ باد' آنچل کا عید نمبر بیسٹ رہا۔ والسلام۔

ادم نـاز...... کھلا بٹ ٹاؤن شپ ۔السلام علیکم۔ شہلا آپی سدا خوش رہیں۔ بہت پرانی قاری ہوں۔ بارہ سال کی عمر سے پڑھ رہی ہوں اور اب ماشاء اللہ بارہ سال کا میرا بیٹا ہے۔ ایک سال پہلے خط لکھا تھا اور آج جس کہانی نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ میری پسندیدہ (تیری زلف کے سر ہونے تک) اقرا صغیر احمد۔ اف یہ کیا کر دیا ظالم سودہ کی شادی' یقین کریں میرا اپنا دل رونے لگا۔ یہ کیا کیا ہم خود اپنی زندگی کی تلخیاں بھلنے کے لیے ایک کھڑکی آنچل کی صورت میں کھولتے ہیں۔ بہر حال یقین کریں اور کوئی اسٹوری پڑھنے کو دل ہی نہیں کر رہا تھا۔ دوسرے نمبر پر اکائی توبہ۔ خونی رشتے اور ان میں بھی مقابلہ بازی اور فریب مگر ہے یہ حقیقت' جنون سے عشق تک' میری اور میری کزنز کی موسٹ فیورٹ ہے۔ مگر اس مرتبہ سب پچھلی کہانی تھی۔ بہر حال آگے کا انتظار ہے۔ سمیرا ویلڈن عشنا کوثر سردار کی اکائی ابھی پڑھ رہے ہیں' امید ہے آگے جا کر مزید دلچسپ ہو گی۔ باقی ڈائجسٹ پڑھنا باقی ہے۔ مگر پہلے خط اس لکھا کہ لیٹ نہ ہو جائے۔ شائع ہونے کے لیے۔

پـروین افضل شاهین...... بھاول نگر اس بار آنچل عید نمبر مدوش کے خوب صورت سرورق سے سجا موصول ہوا۔ سرورق دیکھ کر ہونٹوں پر یہ قطعہ مچلنے لگا۔

ہر اک روپ میں سجنے لگے ہو تم
بہاروں کی رت میں نکھرنے لگے ہو تم
ارادہ نہ کرنا بچھڑنے کا کبھی تم
کہ اب بہت اپنے اپنے سے لگنے لگے ہو تم

حمد و نعت اور دانش کدہ پڑھ کر ایمان کو تازہ کیا۔ سرگوشیاں میں عید اور رمضان اور کاغذ کی قیمت میں اضافہ کا بتایا۔ بیاض دل میں حیا مغل' صفیہ گل' ہالہ سلیم' عائشہ سلیم' ڈش مقابلہ میں عائشہ پرویز' ریحانہ اعجاز' نزہت جبیں ضیاء' ارم' صابرہ نیرنگ خیال میں نزمین' آپی فریدہ جاوید فری' تمنا بلوچ' انیلا طالب' مدیحہ نورین مہک' منزہ یونس' دوست کا پیغام آئے میں دلکش مریم' صائمہ' سکندر سومرو' پرنس انا نیہ' ارم کمال' رمشا ملک' یادگار لمحے میں ارم ریاض' ایس این شہزادی کھرل' نم انجم اعوان آئینہ میں کرن شہزادی' شازیہ ہاشم سواتی' انعم زہرہ ہم سے پوچھیے میں رقیہ ناز' ارم کمال' مدیحہ نورین' وفا عباسی' سمیرا سواتی چھائے رہے۔ شمائلہ کاشف نے جب سے ہم سے پوچھیے میں شازیہ ہاشم میوانی کو اس کے سوال کا جواب دیا ہے' جس میں میرا نام بھی ہے' تب سے میرے میاں جانی روزانہ شیو کر رہے ہیں خوشبو بھی روزانہ لگا رہے ہیں۔ خوب صورت سے خوب صورت ہوتے جا رہے ہیں۔ میں سمجھ نہیں رہی یہ کیا ماجرہ ہے۔ کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ ایسا کچھ کیوں ہو رہا ہے کیونکہ میں تو

بھولی بھالی ہوں۔

☆ ڈیئر پروین! ہم سے پوچھیے میں پوچھیں اور ہمیں بھی بتائیں۔ برائے مہربانی ''آئینہ'' میں تحریروں کے حوالے سے بھی بات کیا کریں۔

گلشن چوہدری گل...... گجرات۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف مصنفین اور ریڈرز کو گل کی طرف سے محبت بھرا اسلام۔ مجھے امید ہے آپ سب کی بہت اچھے طریقے سے زندگی گزار رہی ہوں گی۔ بھئی اب تو آپ سب بقرعید کی تیاریاں کریں جی جناب آنچل کیم جولائی کو ملا وہ بھی بھائی سے منگوایا تو جی کھولتے ہی قیصر آنی کی دھیمی سی سرگوشیاں سنیں پھر مشتاق انکل کی الکوثر سے دل منور کیا۔ حمد و نعت لاجواب تھی۔ پھر سیدھا اڑ کر گئے سمیرا آنی کے جنون سے عشق تک ارے آنی یہ کیا یہ تو آپ نے ساری قسط ماضی کی ہی لکھ ڈالی۔ ارے ہمارے ہیرو ہیروئن پر کچھ لکھتیں۔ یہ ماہ آرا بڑی سیلفش نکلیں اب سمجھ یہ نہیں آ رہی کہ شہری (ماہ رخ) فائقہ کے پاس کیسے آئے گی۔ عثمان صاحب نے ماہ آرا کو کیوں چھوڑ دیا۔ چلو آپ کو اگلی قسط میں پتہ لگ جائے گا۔ پھر گئے تیری زلف کے سر ہونے تک ہائے اقرا آنی کیا ظلم کردیا۔ زید پیارے پلیز یہ شادی مت کروائیں اگر بات جو رخصتی تک پہنچ گئی۔ انشی نے تو نوفل کو ٹارگٹ پر رکھ لیا ہے۔ پلیز اقرا آنی زید اور سودہ کو ملادیں۔ عشنا آنی کے اکائی میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ ماں جی بار بار وقار اور فاطمہ کے رشتے میں دراڑ ڈال رہی ہیں۔ رجت سنگھ تو فاطمہ کے گھر آ گیا۔ پہلی قسط میں رجت نے جس لڑکی کا ذکر کیا تھا کہ اس نے ایک لڑکی دیکھی تھی مجھے لگتا ہے وہ لڑکی فاطمہ ہے آگے اللہ خیر کرے۔ تم میری عید کے چاند امیزنگ کیسی اچھی اسٹوری تھی۔ رابعہ افتخار آپ نے کمال کردیا۔ کوئی روشنی میرا خواب بہت اچھی اسٹوری تھی...... صائمہ قریشی کی تھی لاجواب یاسمین نشاط کا افسانہ کمال تھا آپ نے اس بار بھی بہت اچھا لکھا' طلعت نظامی نادیہ احمد نزہت جبیں کے افسانے بھی اچھے تھے۔ بیاض دل میں کنول خان' عظمیٰ راجپوت اور باقی سب شعر بہت اچھے مگر مجھے زیادہ اچھے کنول اور عظمیٰ کے لگے نیرنگ خیال میں میکے کی عید' نجم انجم اعوان کی غزل کمال کی مگر دکھی تھی۔ اللہ آپ کی ماں کو جنت نصیب کرے آمین۔ باقی سب کی بھی اچھی تھی۔ بیوٹی گائیڈ میں بہت اچھے مشورے تھے۔ ہم سے پوچھیے میں شاملہ آپی مجھے شامل کرکے میری خوشی دگنی کردی شکریہ۔ آپی کرن شہزادی کو کپڑے دھونے پر لگادیا۔ کرن شہزادی تھینک یو مجھے دوستوں کی محفل میں خوش آمدید کرنے کا۔ اب مجھ سے دوستی بھی کرلیں۔ یادگار لمحے میں سب کی تحریریں اچھی تھیں' نجم آنی آپ اس عید پر کافی اداس ہیں۔ انعم نویرہ تھینک یو آپ نے میرے انمول موتی کی تعریف کی اور حوصلہ بڑھایا۔ میں آپ سے بھی دوستی کی خواہش مند ہوں کریں گی۔ مہندی کے ڈیزائن بہت پیارے تھے۔ عید کے پکوان بھی مزے کے تھے۔ عائشہ پرویز ریحانہ اعجاز مہرو چوہدری مبارک ہو آپ کو انعام یافتہ قرار دیا گیا۔ آنچل ریڈرز سے دوستی کی خواہ ہوں نرمین' نجم انجم نورین انجم (ارے آپی کہاں گم ہے) فریدہ مدیحہ نورین انیلا طالب انعم برنالی دلکش مریم نائمہ سکندر پرنسز انابیہ ارم کمال ایس این شہزادی' انعم زہرہ ایس این شہزادی' پروین افضل' نزہت جبیں اور جن کے نام رہ گئے وہ پلیز مجھ سے دوستی کرلیں۔ اپنا خیال رکھیے گا۔ خدا حافظ۔

ملیحا شبیر حسین...... شلعسوار ننگہ۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف ارے گھبرانے کی ضرورت نہیں' ہم بھی آپ میں سے ہیں' پیا رہے آج ہیں۔ آنچل ۲۵ کو ملا۔ ٹائٹل شاندار تھا۔ ''حمد و نعت'' سے ایمان کو تازہ کیا۔ ''در جواب آں'' میٹھا میٹھا...... ''الکوثر'' بے مثال سلسلے وار خوب رواں دواں ہیں۔ بس اقرا کی تحریر مجھے پسند نہیں ہے۔ ''میرا خواب'' صائمہ قریشی نے بھی ایک عمدہ تحریر پیش کی۔ پر صائمہ اس سے بہتر لکھ سکتی ہیں۔ ''عید کا چاند'' رابعہ ایک دم روکنگ تھا' عید کے حوالے سے۔ افسانوں میں نزہت جبین اور یاسمین کے افسانے لاجواب تھے۔ باقی طلعت اور نادیہ نے بھی سبق آموز لکھا۔ ''بیاض دل'' سدرہ ایمان' ارم صبا فیاض (نیرنگ خیال) میں نجم انجم فریدہ فرید لاریب' انیلا طالب' صائمہ اقبال' ''یادگار لمحے'' میں نوری پر آپ لوگوں نے ہم سسٹرز کا نام غلط لکھ دیا۔ اس بار صحیح لکھیے گا۔ پروفیسر عبدالعظیم' لبنیٰ شکیلہ' واز ونڈر فل ''آئینہ'' میں شازیہ کا تبصرہ سب پر بھاری رہا' اتنی تو ضرور جگہ ملنی چاہیے' کیا خیال ہے؟ آنچل یونہی ترقی کرے۔

وقاص عمر...... حافظ آباد۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ ڈیئر شہلا آپی اینڈ آنچل اسٹاف اور پیارے پیارے آنچل ریڈرز۔ خدا آنچل حجاب کو ادب و علم کی دنیا میں ایک اعلیٰ مقام دے۔ ہمارے آنچل اسٹاف کا خلوص ان کی لگن ہمارے لیے قابل احترام ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ ایسے نیک دل انسانوں کے لیے الفاظ تراش سکوں۔ ان سب کی محنت کا نمونہ تو میرے روبرو پیش پیش ہے آنچل ان شاء اللہ کامیاب پر چڑھ رہے گا۔ نئے لکھنے والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ یہ دیے روشنی کے یونہی جگمگاتے رہیں (آمین) آنچل کے سب سلسلے بہت ہی زبردست ہیں' خاص کر آئینہ اور دوست کا پیغام آئے۔ جہاں ہر قاری دوسرے قاری سے اپنے دل کی باتیں شیئر کرسکتا ہے یوں تو سب

بہنوں نے بھرپور انداز میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مگر اقراء جٹ لیلیٰ رب نواز' سحر تبسم سحری نے بہت عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ شازیہ ہاشم' اقراء جٹ' پروین افضل شاہین' سحر تبسم سحری' سمیرا انگزار' صائمہ رانی' صبا رانی' گل مینا' تبسم بشیر' تانیہ الطاف میری نگارشات پسند کرنے پر شکریہ۔ سمیرا انگزار' سلمیٰ آپی' سدرہ آپی اللہ آپ تینوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔ اللہ تعالیٰ آنچل کے قارئین شاعروں اور پوری ٹیم کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

سمیعہ رانی...... ملتان۔ ڈیئر آنچل اسٹاف اینڈ آنچل فیملی ہاؤ آر یو اینڈ امید بخیریت کہ آپ سب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ اللہ آپ سب کو خوش وخرم رکھے (آمین) میرے پاس لفظوں کے تو نہیں البتہ دعاؤں کے گلدستے ہیں جو آپ کی خدمت میں بھیج رہی ہوں۔ دل سے قبول کیجیے گا۔ مجھے ایسا لگتا ہے میرے من کی رونق کہیں کھوی گئی ہے۔ ہر سو ویرانی' شجر خزاں محسوس ہونے لگی ہے۔ (آنچل سے دوری کی وجہ سے) سو بھاگم بھاگ قلم ان نخروٹی انگلیوں میں تھاما اور لفظوں کو خوشبوؤں کا پیراہن دے کر صفحہ قرطاس پر بکھیرنا شروع کردیا تاکہ یہ لفظوں کی خوشبوئیں پھیل کر آپ کے دلوں کی رونق بحال کرنے کا سبب بنیں۔ بہرحال اس خوشگوار موسم میں جب آسمان پر دوڑتے بادلوں کے بڑے ٹکڑے پیاسی زمین پر چھاجوں چھاج برسنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اور زمین بھی کب سے آسمان پر نظریں لگائے آس و نراس میں ہے کہ کب اسے سیراب کیا جائے گا۔ اچانک ہی جل تھل ہوگئی' کھل کے مینہ برسا اور پیاسی دھرتی کو سکون مل گیا۔ کھڑی فصلیں بھی دھل کر نکھر گئیں۔ یہ سارا منظر میری نگاہوں کے سامنے ہے' مگر دل پھر بھی آنچل کی دوری پر اداس ہے اب آتے ہیں تبصرہ کی طرف ٹائٹل پر براجمان ماہ وش آنکھوں کو خیرہ کرگئی۔ سرگوشیاں تک پہنچے تو مدیرہ آپا جی' ہماری طرف سے بھی عید مبارک کے ساتھ ڈھیروں دعائیں قبول کیجیے۔ حمد و نعت سے فیض حاصل کرتے ہوئے در جواب آں کی محفل میں پہنچے۔ جہاں مدیرہ آپا کسی کو دعاؤں کے ذخیرے دیتے ہوئے تو کسی کو صبر کی تلقین کرتی نظر آئیں۔ محترمہ نزہت جبین' کتاب کی اشاعت پر ڈھیروں مبارکباد' انعم زہرہ پڑھ کر ڈھیروں سکون میسر ہوا۔ تعارف چاروں بہنوں کا ایک سے بڑھ کر ایک' اس کے بعد سیدھے چلے گئے ''جنون سے عشق تک'' پر فی الحال تو ماضی سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے۔ فائقہ آنٹی کے لیے ایک تبصرہ......

''اے میرے اجنبی مہرباں اتنا تو بتا کہ
میری زندگی کے سفر میں اپنوں کا ساتھ ہوگا کہ نہیں

عثمان صاحب کو اب تو دل سے انہیں اپنا لینا چاہیے تھا۔ بیگانگی سرد مہری کی وجہ سمجھا گئی۔ ''اکائی'' تقسیم ہند کے موضوع پر لکھی نوابوں کی شاہانہ کہانی۔ نواب صاحب اپنا راستہ نا پے آپ کا اور فاطمہ کا بھلا کیا جوڑ۔ یہ رجت سنگھ کے قصے کو بھی واضح کیجیے۔ آگے چل کر مجھے کہانی میں اس کا بڑا کردار نظر آرہا ہے۔ غازی کی کہانی ''صائمہ قریشی کے قلم سے نکل کر دل کو چھوگئی۔ چاروں افسانے بھی سپر ڈوپر۔ یاسمین نشاط موضوع تو غربت کا لے کر آئیں لیکن لفظوں کا چناؤ اور انداز تحریر زبردست تھا۔ طلعت نظامی نے ثابت کیا کہ کم صورت لوگوں کو بھی زندگی کی خوب صورتیاں برتنے کا پورا حق ہے۔ ''نزہت جبین'' کی دستک خالی نہیں گئی۔ نادیہ احمد کی تحریر پڑھ کر بے ساختہ لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ڈش مقابلہ میں اسپائسی کباب بنانے کا ارادہ ہے۔ نیرنگ خیال: ر. نجم انجم' فریدہ فری' انیلا طالب اور عاصمہ اقبال کی نظم پسند آئی۔ تبصرے سارے ہی زبردست رہے۔ پرنسز انابیہ یاد کرنے کا شکریہ۔ اقرا جٹ ممن آباد' فائزہ بھٹی آپ سب کا بھی شکریہ۔ دلکش مریم صائمہ سکندر اور انیلا طالب آپ سب کو بھی دل کی گہرائیوں سے سلام قبول ہو۔ تمام دوستوں کے لیے ایک شعر۔

دوستی کے سفر میں شرط یہ ہے
مکمل یہ سفر ہونے نہ پائے

تبصرہ کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔ اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں۔ اپیا پلیز میرا تبصرہ لگا کر میرے دل کی اداسی ختم کیجیے گا۔ اللہ حافظ۔

گل مینا' حسینہ' انیقہ' ریحانہ' گڑیا' نصرت' فائزہ...... مانسہرہ۔ آداب! جان من عالم تاب آنچل وحجاب۔ پایان کار انتظار کی گھڑیاں دائم الحبس قرار ہوئیں۔ سلام و دعا کا طشت تھامے آپ کی پیار و محبت کی بزم میں اپنا بھی پیار شامل کرنے آئے ہیں۔ مانا کہ گرمی شباب پر ہے۔ لیکن آپ کے لفظوں کی چاشنی بھیگی بھیگی ہواؤں کے مست جھونکوں سے بھی بھلی لگتی ہے۔ بہاروں سے پھول ادھار لے کر دو عدد شہزادیوں کے ساتھ آئی نکمیوں کو ویلکم کردیں (او تیری خیر) ۲۸ کو آنچل نے پوری آب و تاب کے ساتھ رخ دنیا کا خوب صورتی و دلکشی سے دیدار بخشا۔ موہنی اور سوہنی صورت والے ٹائٹل' قیصر آنٹی کے گہر ہائے آبدار الفاظ اور آنچل کے صفحوں پر بکھری شمیم محبت وچاہت نے

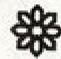
کر بہت دکھ ہوا۔ ارے ''اکائی'' میں تاج بیگم بہت لالچی نکلیں، نزہت جبیں ضیاء کے افسانے میں نظم بہت اچھی لگی۔ ''جنون سے عشق تک'' یہ کیا فائقہ کی اتنی بڑی قربانی دینے کے باوجود بھی عثمان صاحب کے مزاج نہیں ملتے ''کوئی روشنی میرا خواب'' ایک منفرد تحریر تھی۔ اب صائمہ جی کا نیا ناول لے ہی آئیں۔ ''ڈش مقابلہ'' میں طلعت نظامی کی مینگو آئس کریم اچھی لگی۔ ڈرلگ رہا ہے پتہ نہیں آپ کو تبصرہ پسند آئے گا یا نہیں۔ بہر حال آخر میں دعا ہے کہ اللہ ہمارے ملک کو شاد و آباد رکھے اور آنچل کو دن دگنی ترقی ملے اور ہماری پرانی ڈائٹرز کو اپنا سیکہ بلا رہا ہے پلیز کچھ لکھیں آنچل کے لیے اللہ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے (آمین)

نمرہ مجید اٹلوا...... گوجرانولہ۔ سویٹ شہلا آپی آنچل اسٹاف قارئین اور اہل وطن کو آزادی کا مہینہ مبارک اور میرے لیے یہ مہینہ اس لیے بھی بہت خاص ہے کہ مابدولت اس دنیا میں ۱۵ اگست کو تشریف لائی اس لیے پپی برتھ ڈے ٹو می تو بنتا ہے ناں! اور ساتھ آپ کی دعائیں بھی جولائی کا آنچل ۲۳ جون کو ہی مل گیا سرورق پر ماڈل کی تیاری عید کی مناسبت سے پیاری لگ رہی تھی۔ سمیرا شریف طور کا ''جنون سے عشق تک'' زبردست ناول تھا۔ رابعہ افتخار کے ناولٹ تم میری عید کے چاند نے بھی بہت متاثر کیا۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' کی یہ والی قسط بھی بہت زبردست تھی۔ مہندی کے ڈیزائن بھی بہت پیارے تھے مگر عید تو گزر چکی اب نیکسٹ کسی موقع پر ٹرائی کریں گے۔ ہاں ڈش مقابلہ کی تمام ڈشز ہی مزے کی تھیں خاص طور پر اسپائسی کباب میری پسند کے پڑھتے ہی منہ میں پانی آ گیا۔ باقی شمارہ ابھی زیر مطالعہ ہے اپنی سالگرہ کے لیے جلدی سے لکھ رہی ہوں امید ہے کہ وش کریں گے اور میرے سالگرہ کے دن کو یادگار بنادیں گے۔ دعاؤں میں یاد ضرور رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نمرہ! سالگرہ مبارک ہو۔

ثمینہ مصری' اسماء صدیقہ...... مقام نامعلوم تمام اہل وطن کو جشن آزادی مبارک ہو۔ اللہ ہمیں اس آزادی کی قدر کرنے والا بنائے اور دوسروں کی تقلید سے بچائے آمین۔ عید کا آنچل ہاتھ میں ہے۔ خوب صورت سرورق مختلف رنگوں سے مزین' مگر یہ کیا اس دفعہ تو ہم نے زینی' مائدہ' منزہ' عالیہ کے تعارف پڑھنے تھے مگر ناں (چلو جو مزاج یار میں آئے) سب سے پہلے پڑھا ''جنون سے عشق تک'' معذرت کے ساتھ سمجھ نہیں آئی کہ اسٹوری تکمیل کے مراحل طے کرگئی ہے۔ جاری ہے اگر تو جاری ہے تو اختتامی نشان بہت الجھن میں ڈال رہا ہے اور اگر اختتام ہوگیا تو یقین کریں کسی کام کا اینڈ نہیں ہوا' اچھی بھلی اسٹوری کا بیڑہ غرق کردیا (تیری زلف کے سر ہونے تک) نے اس بار اداس کردیا۔ کاش سودہ اور زید شریک حیات بنتے۔ اف زید بھائی ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ''اکائی'' بہت اچھی لگ رہی ہے۔ خاص کر انداز تخاطب اور تکلم' افسانے بھی بیسٹ ہیں۔ یاسمین جی ویلڈن ''ذات دی کوڑھ کرلی'' دھمی کرگئی۔ کوڑھ کرلی تو اپنا مقام جانتی تھی مگر ایلیٹ کلاس نہیں جانتے اس کا مقام۔ ''نیرنگ خیال'' بہت ہی اچھی شاعری تھی۔ عاصمہ اقبال اور سلمان یوسف ٹاپ پر ہے۔ ویسے سلمان بھائی آپ وہی ہیں ناں جو اکثر بچوں کا اسلام میں نظر آتے ہیں۔ خطوط میں (آئینہ) شازیہ ہاشم یچ مانو دل میں ٹھنڈ پڑگئی اپنے قائد کا نام دیکھ کر (جھنگوی شہید کا نام دیکھ کر) تمنا بلوچ دکھی نہ ہوا کریں آپ کی شاعری سے درد جھلکتا ہے۔ اقراء جٹ کہاں غائب ہو؟ دیکھو تبصرہ اب ''حجاب'' میں لازمی بھیجنا اب کی بار باقی کسی نے یاد نہیں کیا (کوئی بات نہیں) دوستو میں نے بھی ایک تحریر بھیجی ہے۔ دعا کرو منتخب ہوجائے۔ اگر آپ کی نظروں سے گذرے تو اچھا سا تبصرہ کرنا خوش رہو۔ ثمینہ میری پیاری جان تمہارے بخار کا کیا حال ہے؟ زندگی رہی تو ملتے رہیں گے۔ (خدا حافظ)

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ رب العزت وطن عزیز کو ہر بری نظر سے بچائے اور ہمیں صالح اور نیک حکمران عطا فرمائے اور ہم سب کی تمام پریشانیاں دور فرمائے آمین۔



aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

سونی علی...... ریشم گلی مورو

س: ہاہاہا...... ہمارے سوالوں سے اس قدر ہو جاتی ہیں لاجواب کہ ہمیں آپ انٹر نہیں کرتیں؟

ج: تمہارے سوال لاجواب نہیں بور کرتے ہیں' ہمیں بھی قارئین کو بھی۔

س: آپی مردوں کو محبت آخر ہوتی کتنی بار ہے؟

ج: اس کا جواب تو اپنے بھائی سے پوچھو۔

س: مجھے کچھ تم سے کہنا ہے آپی پوچھیں تو ذرا؟

ج: تم دو چٹیا میں کیسی لگتی ہو' بالکل بکری۔

س: مجھے اپنی بہنوں سے بہت پیار ہے مگر وہ اب نہیں کرتیں مجھ سے پیار پہلے کہ جیسا بھلا کیوں؟

ج: تم پیار پیار میں اپنا مطلب جو نکلواتی ہو اس لیے۔

نکی کھرل...... فیصل آباد

س: آپ ہر ماہ فریاد کررہی ہوتی ہیں ہم سے پوچھئے سوچا اس دفعہ پوچھ ہی لیں' کیسا لگا پھر ہمارا پوچھنا؟

ج: بے وقوف پوچھا کیا ہے یہ تو وضاحت کرو۔

س: ایک راز کی بات بتائیں آپ اتنے بے وقوفانہ سوالوں کے جواب کیسے دیتی ہیں' کیا آپ بھی بے وقوف ہیں؟

ج: یہ تم اپنی بات کررہی ہو کیونکہ تمہارے ہی بے وقوفانہ سوال کے جواب دے رہی ہوں۔

س: آپی کوثر خالد مجھے ناول کیوں نہیں بھیجتیں' آخر رہتی تو میرے ہی شہر میں ہیں؟

ج: کیونکہ کوثر خالد ناول نہیں لکھتی بے وقوفوں کی ملکہ۔

س: آپی جب بھی کوئی قتل یا کچھ بھی ہوتا ہے کہتے ہیں چند نامعلوم افراد آئے انہوں نے یہ کیا اور چلے گئے' کیا آپ کو پتا ہے یہ نامعلوم افراد کون ہیں' کہاں رہتے ہیں؟

ج: ہاں نامعلوم جگہ پر۔

س: آپ آخر اتنے فضول سوال و جواب کا سلسلہ چھوڑ کر کوئی معلوماتی سلسلہ کیوں شروع نہیں کرتیں؟

ج: تم نے وہ کون سا پڑھ لینا ہے' اگر پڑھائی سے دلچسپی ہوتی تو میٹرک نہ کرلیتیں۔

عائشہ ملنو...... کوٹ ادو

س: آنی عید مبارک میری آمد کیسی لگی؟

ج: خیر مبارک۔ باسی عید کی طرح۔

س: آنی مجھے پیار سے بلی کہتے ہیں اور آپ کو......؟

ج: آپ کی بھانجی...... خوش خالہ۔

س: آنی پہلی عید پر پہلی بار تشریف لائی ہوں۔ جلدی سے عیدی دیں؟

ج: تم بہت لیٹ آئی ہو۔ اس لیے چائے اور بسکٹ پر گزارہ کرو۔

س: آنی ہم تو بہت سویٹ ہیں اور آپ......؟

ج: خوب صورت' اسمارٹ' اسٹائلش ارے تم تو جل گئیں۔

س: جارہے ہیں آپ کی محفل سے۔

ج: جل کر جارہی ہو ناں۔

صغریٰ نورین شہزادی کھرل...... جڑانوالہ

س: آپی انسان اور بندر میں کیا فرق ہے؟

ج: جو مجھ میں اور تم میں ہے...... بندریا۔

س: آپی جی! لاہور کا چڑیا گھر دیکھنے کا اتفاق ہوا ایک پنجرہ خالی تھا' کیا آپ اس خلاء کو پر کرسکتی ہیں؟ ہی ہی ہی......

ج: تم جو یہاں موجود ہو۔ وہ اسی لیے خالی تھا اب واپس وہیں لوٹ جاؤ شاباش۔

س: سب کچھ چھوڑ کے آنا تو ساون آیا ہے۔ آپی میری دوست سے کہنا؟

ج: وہی دوست' جس کو تم اپنی نند بھی سمجھتی ہو۔

س: آپی جی ایک سوال رہ گیا بھلا کیا؟ ہاہاہاہا ہی ہی ہی؟

ج: تمہاری شادی کب ہوگی یہی ناں۔ جب تم میٹرک کرلوگی اس کے بعد۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

س: سویٹ آپی میری طرف سے عید مبارک اور یہ بتادیں میں آپ سے کب کیسے اور کہاں مل سکتی ہوں۔

ج: خیر مبارک۔ خواب میں بشرط خواب خوب صورت ہو۔

س: سیریس سوال ہے آپ کی کامیابی کا راز کیا ہے پلیز بتادیں؟

ج: سنجیدہ لوگ یہاں نہیں آتے' انہیں صرف قیصر آپا کی محفل میں جگہ ملتی ہے۔

س: برانڈڈ لباس ساتھ میں اعلیٰ جوتے اور جیولری کس کس

کی خواہش ہوتے ہیں میری تو نہیں۔
ج: بالکل اس عمر میں ایسی خواہش کرنا اچھی بات نہیں۔ پوتے پوتیاں کیا کہیں گے۔
س: کوئی ایسا فارمولا بتادیں جس سے میرے پیپر بے حد اچھے ہوجائیں وہ بھی نقل کے بغیر۔
ج: عقل استعمال کرو اور محنت سے کام لو۔
س: آپ کو مجھ سے پیار ہے بھی یا نہیں آخر ایسے ہی تو نہیں میں آتی آپ کی محفل میں؟
ج: بہت پیار ہے اب اسی پیار کے ساتھ جاؤ اور کچن سمیٹو شاباش۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین مجھ سے پہلے جیسی محبت کیوں نہیں کررہے آج کل۔
ج: تم نے پارلر جانا چھوڑ دیا ہوگا۔ اب تمہاری بڑی ہوئی داڑھی سے انہیں تم ملانی لگتی ہوگی اس لیے۔
س: کیا کبھی آپ کی آنکھیں چار ہوئی ہیں؟
ج: یہ کام آپ کریں ہماری دو ہی بھلی۔
س: میں آپ سے اسکائپ پر بات کرنا چاہتی ہوں، ٹائم بتادیں۔
ج: صبح تمہارے بیدار ہونے سے پانچ منٹ پہلے بشرط رات کو سونا ضروری ہے۔

شمائلہ کاشف...... گجرات

س: پیاری آپی عید مبارک لائیں میری عیدی۔
ج: بچی اس عمر میں عیدی لیتی اچھی لگوگی۔
س: مچھر ہمیں کاٹتے ہیں ہم ان کو کیوں نہیں کاٹ سکتے؟
ج: تم کاٹ لو تمہیں جائز ہے۔
س: میں دھوپ میں گھنٹہ بھر کھڑی رہی پر پسینہ نہیں سوکھتا کیوں؟
ج: کیونکہ تم نہا دھو کر کھڑی ہوئی تھیں سردیوں کی دھوپ میں، گرمیوں کی دھوپ میں کھڑی ہو۔
س: آپ نیلی پنسل سے کالا لکھ سکتی ہیں کیا؟
ج: کالا کیا ہرا، پیلا، سفید بھی لکھ سکتے ہیں بے وقوف۔
س: میں اتنی پیاری کیوں ہوں بھلا؟
ج: تم اور پیاری...... قسم سے مجھ سے ہنسی کنٹرول نہیں ہورہی۔

ضیلہ، ردا، ذکا...... زرگر جوڑہ

س: پہلے تو ہم دونوں نے انٹری ماری تھی مگر اس بار ہم تین ہیں۔ ہم تینوں کی طرف سے آپ کو بہت سارا پیار رمضان مبارک اور عید مبارک۔
ج: ہاں پتہ چل گیا کہ تم تینوں ہی لیٹ لطیف ہو۔
س: آپی چھوٹی انگلی کو چھنگلی کیوں کہتے ہیں؟
ج: تم ہی کہتی ہوگی تو چھنگلی کہتی ہوں۔
س: آپی جب ہم تینوں اکٹھی ہوتی ہیں تو شیطان ہم پر حاوی کیوں ہوجاتا ہے؟
ج: شیطان کو تو میں نے خود تم تینوں سے پناہ مانگتے دیکھا ہے۔
س: آپی سنا ہے بچے افلاطون ہوتے ہیں تو اس لحاظ سے لڑکے کیا ہوئے؟
ج: سقراط۔ مگر تم بقراط سمجھیں۔
س: آپ ہم تینوں کے لیے کوئی اچھی سی نصیحت کریں۔
ج: تینوں ایک ساتھ گھر کے کام کیا کرو جلدی ختم ہوجائیں گے۔
س: آپی اتنے لوگوں کے سوالوں کے جواب دیتی ہیں تو کیا آپ نے کبھی اندازہ لگایا کہ ہماری قوم کس چیز کا شکار ہے۔
ج: خوش فہمی کا۔

یاسمین کنول...... پسرور

س: عید خوشیوں، مسرتوں کا دن ہے بھلا کیسے؟
ج: تمہیں ڈھیروں عیدی ملی ایسے۔
س: بڑوں کی نسبت بچوں کو کیوں عید کا اتنا انتظار ہوتا ہے؟
ج: عیدی کے پیسوں سے بچے انہیں چڑا کر آئسکریم اور دیگر چیزیں جو کھاتے ہیں۔
س: شدید گرمی میں نئے کپڑے کیوں اچھے نہیں لگتے؟
ج: ہمیں تو بہت اچھے لگتے ہیں اب بھیج ضرور دینا۔
س: عید کے بعد ڈاکٹروں کی چاندی کیوں ہوجاتی ہے؟
ج: جب تم ندیدوں کی طرح کھاؤ گی تو ڈاکٹروں کو بھی تو کچھ عیدی دینی پڑے گی ناں۔
س: تم سے ملنے کو دل کرتا ہے؟ کیسے ملیں۔
ج: خواب میں لیکن دیکھو دانت برش کرکے آنا۔

نبیلہ عظمیٰ...... گلنوں حال جدال

س: شمائلہ آپی کیسی ہیں؟
ج: بہت خوبصورت اسمارٹ، چارمنگ اب جل مت جانا۔
س: پہلی بار شرکت کررہے ہیں ویلکم تو کیجیے۔
ج: خوش آمدید، پھل کھاؤ گی؟
س: آپی آپ ایک بات تو بتائیں آپ ہر سوال میں سسرال کو کیوں گھسیٹتی ہیں۔
ج: تمہارے لیے تو میں چڑیا گھر کی سوچ رہی تھی۔ سسرال تو بہت دور کی بات ہے اب خوش۔

کرن شہزادی...... مانسہرہ

س: اپیا جانی! کیسی ہیں آپ؟
ج: بہت خوب صورت، اسمارٹ اور اسٹائلش۔
س: آپی آپ کو عیدالفطر کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہوں، اب جلدی سے میری عیدی تو نکال دیں۔
ج: تمہیں بھی عید مبارک۔ لیٹ ہوگئیں ابھی پچھلی عید کا سوٹ کسی اور کو دے دیا سینڈل ہے چاہیے تو بتاؤ۔
س: آپی کچھ رحم کریں۔ بجائے بچوں کو عیدی دینے کے آپ نے ان کے پاس جو عیدی جمع تھی وہ بھی لے لی۔
ج: ارے تمہارے بچے بھی تو میرے پرس سے عیدی نکال رہے ہیں تم بڑی سیانی ہو محلے بھر کے بچوں کو لیے پھر رہی ہو عیدی کے چکر میں۔
س: آپی ایک تو یہ ہر وقت ہر کسی کو میرے ہاتھ کی چائے ہی کیوں درکار ہوتی ہے؟
ج: تاکہ کم از کم تمہیں چائے تو پکانی آجائے اسی لیے تمہاری پریکٹس کرواتے رہتے ہیں۔
س: بعض دفعہ ایسا کیوں ہوتا ہے آدمی بنانا کچھ چاہتا ہے بن کچھ جاتا ہے۔ جیسے بریانی بنانا چاہی اور وہ بن جائے کھیر وہ بھی نمکین۔ ہاہاہا۔ ویسے آپ کیا بنی کھیر؟
ج: تم جیسی انتہا درجے کی پھوہڑ لڑکی سے ایسے ہی اناڑی پن کی امید ہے۔ سسرال جاکر پکوڑے دودھ میں فرائی کرنا۔
س: آپی اب اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں۔
ج: اللہ تمہیں عقل اور سلیم دے۔ سب کہو آمین۔

نگینہ الطاف اعوان...... راولپنڈی

س: کیسی طبیعت ہے شمائلہ آپی۔ میں فٹ۔
ج: میری طبیعت چھوڑو میں فٹ اینڈ فائن پر برتن صفائی سے دھو، پچھلی بار بھی گندے چھوڑ گئی تھیں۔
س: رمضان مبارک اور عید مبارک ہو۔
ج: تمہیں بھی عید مبارک۔ یہ میری پچھلی عید کا سوٹ تمہارے نام خوش۔
س: ارے بھئی بال لمبے کرنے کا کوئی طریقہ تو بتائیے ذرا۔
ج: اپنے بال کسی کے ہاتھ میں دے کر سر آگے کی طرف کھینچو۔ یہ حرکت دن میں تین سے چار بار ضرور کرو۔
س: آپی عشق کو لاعلاج کیوں کہا گیا ہے وجہ......
ج: اگر وجہ بتائی تو تم بھی اس بیماری میں مبتلا ہوجاؤ گی اس لیے رہنے دو۔
س: آپ کو کھانے میں کیا پسند ہے، بیسٹ ڈش۔
ج: بتا بھی دوں گی تو تم کون سا پکا کر بھیجو گی، صرف پوچھتی ہی رہنا۔
س: آپ کو بارش پسند ہے یا بارش میں بھیگنا۔
ج: دونوں پسند ہیں پھر کب بھیج رہی ہو تھوڑی سی بارش۔
س: پروین آپی کا ہر سوال پرنس بھائی سے ہی کیوں شروع ہوتا ہے ایسا کیوں بھلا۔
ج: ان کی زندگی ہی پرنس بھائی سے شروع ہو کر ان پر ختم ہوتی ہے تم سوال کی بات کرتی ہو۔
س: او کے اجازت...... دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔
ج: اللہ آپ کو خوشیاں کامیابیاں عطا کرے آمین۔

شازیہ اختر شازی...... نور پور

س: آپا جانی میری طرف سے ڈھیر ساری عید مبارک۔
ج: تمہیں بھی عید مبارک۔
س: اب جلدی سے میری عیدی نکالیں ورنہ......
ج: تم میرا ادھار نہیں دو گی دیکھ لی تمہاری دوغلی پالیسی۔
س: اپیا جانی چھ جون کو میری سالگرہ ہے۔ کوئی اچھا سا گفٹ دینا...... کنجوس۔
ج: گفٹ ساس کی شکل میں ہو یا نند کی۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

صوبیا عمران، ملتان سے لکھتی ہیں کہ میں آپ کی صحت کا کالم شروع سے ہی پڑھتی ہوں اور مجھے یہ پڑھ کے بے حد خوشی ہوتی ہے کہ آج بھی دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو بلا معاوضہ خدمت خلق سرانجام دے رہے ہیں، میری سہیلی کا مسئلہ بھی حل کردیں، وہ اپنے خاندانی جھگڑے کی بنیاد پر ناخوش گوار حادثے کا شکار بنی، چند ماہ بعد اس کی شادی ہے مہربانی فرماکر اس کے بھی مسئلے کا حل بتائیں کہ اس کی زندگی بھی سنور جائے۔

محترمہ آپ ہمارے کلینک سے Aphrodaite hair inhilor oil منگوالیں اور ساتھ ہی آپ ornatic ایک گولی صبح اور ایک رات کو کھائیں، ان شاء اللہ جلدی غیر ضروری بالوں سے نجات مل جائے گی۔ دوا منگوانے کے لیے منی آرڈر اور ایزی پیسہ دونوں کی سہولت میسر ہے۔

صوبیا اکرم، پنجاب سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے، مگر میرے چہرے پر بہت غیر ضروری بال ہیں، لیزر ٹریٹمنٹ بھی کروایا، مگر پھر بال آگئے، پھر ایک لیڈی ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے ہارمونز کا مسئلہ بتایا، پھر ان سے بھی علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا، برائے مہربانی آپ کوئی مناسب حل بتائیں۔

محترمہ اس تعریف کا بے حد شکریہ، آپ دعا کیجیے کہ ہمارا یہ سلسلہ قائم رہے اور سہیلی کے مسئلے کے لیے کلینک کے نمبر پر رابطہ کریں، صبح 10 تا 1 بجے اور شام 6 تا 9 کے درمیان ان شاء اللہ آپ کو مناسب حل بتادیا جائے گا۔

علی، لاہور سے لکھتے ہیں، میری عمر 16 سال ہے، پر میرا قد بہت چھوٹا ہے، برائے مہربانی قد میں اضافے کی دوا بتادیں۔

محترم آپ Calcium Phos 6x کی 2 گولی دن میں 3 بار کھائیں اور Barium carb 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ہفتے میں صرف ایک بار پئیں، دوا 6 ماہ تک جاری رکھیں۔

راشد، حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ میرے والد کے معدے میں ہر وقت درد رہتا ہے۔ کھانا کھاتے ہی ان کے پیٹ میں درد شروع ہوجاتا ہے اور پھر فوراً حاجب بھی ہوجاتی ہے۔ بہت علاج کروایا مگر افاقہ نہیں ہوا، مہربانی کرکے آپ کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ اپنے والد کو Aloe 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں اور انہیں ہلکی اور نرم غذا کا استعمال کروائیں، مرچ مصالحے اور مرغن کھانوں سے احتیاط رکھوائیں، جلد شفا ہوگی۔

آمنہ سلیم، اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی جس کی عمر 18 سال ہے، مگر اس کے بال بہت پتلے اور کمزور ہیں، میں چاہتی ہوں کہ میری بیٹی کے بال لمبے اور گھنے ہوجائیں، آپ کچھ رہنمائی فرمائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے پتے پر ارسال کریں Hair Growcrail آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 2 سے 3 بوتل کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کی بیٹی کے بال لمبے اور گھنے ہوجائیں گے۔

شاہین، خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت چھائیاں بنتی ہیں، اس کے لیے میں نے بہت سی کریمیں استعمال کیں، مگر ان سے وقتی طور پر ختم ہوجاتی ہیں، مگر کچھ عرصے بعد پھر نمایاں ہوجاتی ہیں، کوئی ایسا حل بتائیں کہ چھائیاں مستقل ختم ہوجائیں۔

محترمہ آپ Berberis Aqui faliumq کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں اور مرغن اور تیز مصالحے سے احتیاط رکھیں، پانی کا استعمال زیادہ کریں ان شاء اللہ جلد چہرہ صاف ہوجائے گا۔

فرحت ناز، فیصل آباد سے لکھتی ہیں میری عمر 40 سال ہے۔ ماہواری بہت تکلیف سے آتی ہے اور ماہواری نہانے کے بعد بھی پیٹ میں درد رہتا ہے۔ میں نے مکمل رپورٹ بھی بھیج دی۔ رپورٹ دیکھ کر مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ کی رپورٹ دیکھ لی گئی ہے۔ آپ Aurm Muriaticm Natronatum 3x کی ایک گولی دن میں 3 بار کھائیں، دوا 3 ماہ تک جاری

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا



ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنچل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیوپیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔

قدرتی بال، سر کی رونق بحال

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر



قیمت 700/= روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے

چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر



قیمت 900/= روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 800/= روپے

ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر



قیمت 600/= روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے

ایفروڈائٹ پین کلر

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر



قیمت 700/= روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت 500/= روپے

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیٹس فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059، صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں

زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

منی آرڈر بذریعہ پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
منی آرڈر کرنے کے بعد فارم نمبر، نام، ایڈریس، مطلوبہ دوا، بھیجی گئی رقم، 0320-1299119 پر SMS کردیں

رکھیں۔ان شاء اللہ آرام آجائے گا۔

صوبیا امتیاز، کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کی عمر 19 سال ہے، مگر اسے نسوانی حسن کی بہت کمی ہے۔ چند ماہ بعد اس کی شادی ہے، ہم بہت پریشان ہیں، آپ کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ بہن کو لے کر کلینک تشریف لے آئیں ہمارے کلینک پر موجود لیڈی ڈاکٹر معائنہ کرکے دوا تجویز کردیں گی۔

عثمان، سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے، فرسٹ ایئر کا طالب علم ہوں، میرے چہرے پر بہت دانے بنتے ہیں، جو بدنما نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ میرا نظام ہاضمہ بھی بالکل ٹھیک ہے اور نہ ہی میں کوئی نشہ کرتا ہوں، مہربانی فرما کے میری اس مشکل کو حل کردیں۔

محترم آپ Graphites 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 ٹائم استعمال کریں، ان شاء اللہ جلد ہی چہرہ صاف ہوجائے گا۔

نور اٹک سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں میں نے نیٹ سے نکالا ہر ٹوٹکا استعمال کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا سردیوں میں کیسٹر آئل بھی لگایا مگر بال مزید گرنے لگے اور دوسرا مسئلہ میرے چہرے کا ہے پہلے رنگت ٹھیک تھی دوست کے مشورے پر میں نے گولڈ پرل کریم لگانا شروع کی پہلے رنگت صاف ہوئی پھر زیادہ کالی ہوگئی سر میں بھی درد رہتا ہے آنکھیں بھی کمزور ہیں آپ کوئی منا... حل بتائیں۔

محترمہ آپ بالوں کے لیے ہمارے کلینک سے ایفروڈائٹ اور ہیئر گروور منگوالیں اس کی قیمت 700 روپے ہے بذریعہ منی آرڈر یا ایزی پیسہ کرسکتی ہیں اور چہرے کے لیے آپ BERBERIS AQUIFALIUM Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ان شاء اللہ تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔

اریبہ ناز وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ مجھے لیکوریا کی بہت زیادہ شکایت ہے آنکھوں کی رنگت بھی زردی مائل رہتی ہے اور چہرے پر براؤن بلیک تل ہیں اور میری گردن میں گلٹر ہے برائے مہربانی ان سب کا مناسب حل بتائیں بہت امید سے خط لکھا ہے ناامید مت کیجیے گا۔

محترمہ آپ BOREX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں کھانے سے پہلے اور JODIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے کے بعد ان شاء اللہ جلد بہتری آئے گی۔

فاطمہ ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ سب سے پہلے میں ڈاکٹر ہاشم مرزا کی شکرگزار ہوں جنہوں نے آنچل میں آپ کی صحت کا کالم شروع کیا اس سے ہم مستفید ہورہے ہیں اللہ ان کے درجات بلند کرے ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاؤں کے ناخن پہلے ٹھیک حالت میں تھے گلابی رنگ کے تھے اب ان کی حالت کھردری اور ناخن کے اوپر لکیریں بن گئی ہیں ہاتھوں کے ناخن بھی ٹوٹ جاتے ہیں پھر کئی ماہ اسی حالت میں رہتے ہیں بڑھتے نہیں ان کا مناسب حل بتائیں میں نے آپ کی برتھ کنٹرول دوا استعمال کی ماشاء اللہ بہت فائدہ ہوا اس کے لیے جزاک اللہ دوسرا مسئلہ میری امی کا ہے ان کے پیٹ میں بائیں طرف مٹھی برابر جگر میں درد ہوتا رہتا ہے الٹرا ساؤنڈ بھی کروایا مگر کوئی مسئلہ نہیں آیا بس درد رہتا ہے بادی چیز سے اضافہ ہوتا ہے۔

محترمہ آپ SILICEA 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار استعمال کریں ان شاء اللہ ناخن ٹھیک ہوجائیں گے دوا چھ ماہ تک جاری رکھیں اور اپنی والدہ کو CHELIDONIUM کے پانچ قطرے دن میں تین بار پلائیں چکنائی مرچ مصالحہ سے احتیاط رکھیں۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا ایک شام 6 تا 9 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹ فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ باکس 75 کراچی ایزی پیسہ اکاؤنٹ 0349-490000



کام کی باتیں

حنا احمد

آلو

آلو ایک معصوم، پرخلوص، باوفا اور سدا بہار ترکاری ہے، اسی معصومیت کی بنا پر ساری دنیا اس کے ساتھ استحصالی رویہ اختیار کیے ہوئے ہے یعنی اسے ہر جگہ ہر شکل میں کھایا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاں بھی بے چارہ کبھی چپس اور کبھی سموسے کی لذت بنتا ہے، کبھی بھجیا کی شکل میں خوشبو اور ذائقے کا منبع ہوتا ہے یا اپنے پرخلوص ہونے کی صلاحیت کی بنا پر کسی نہ کسی سبزی سے رواداری نبھاتا ہے یعنی اس بے چارے معصوم آلو کو کسی بھی سبزی کے ساتھ پکائیں تو یہ اخوت و بھائی چارے کا مظاہرہ کرکے لذت کام و دہن بڑھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی آلو گوشت پکتا ہے، کبھی آلو بینگن، کبھی آلو گوبھی غرض اس سبزی کے بے شمار روپ ہیں۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ہر بار نئی لذت ہوتی ہے، اسی لیے یہ سارا سال خاطر و خدمت میں مصروف ہوتا ہے اور دیگر نازک مزاج سبزیوں کی طرح جلد خراب نہیں ہوتا۔

یورپ والے تو جیتے ہی آلو کے سر پر ہیں۔ برصغیر میں اسے اگر ہم ترکاری کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو یورپی اسے اناج کی جگہ کھاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ان کے غذائی نقشے کا مطالعہ کیا جائے تو کچھ اس قسم کا ہوگا ابلے ہوئے آلو، تلے ہوئے آلو، چھلکے ہوئے آلو یعنی آلو ہی آلو۔ بعد از کے ساتھ ان کے ماکولات ولوازمات۔ بے چارے پاکستانی بھی جن میں زیادہ تر طالب علم یا سیاح ہوتے ہیں، اسی آلو کی رفاقت کے سہارے پردیس کاٹتے ہیں یعنی پیٹ کی آگ بجھاتے ہیں۔ یوں یہ آلو کے پرخلوص ہونے کا ایک اور ثبوت ہے۔

آلو سرد خشک تاثیر کا حامل ہوتا ہے۔ آلو میں فولاد، کیلشیم، پوٹاشیم اور فاسفورس کی خاصی مقدار ہوتی ہے جو جسمانی نشوونما کے لیے بہت مفید ہے۔اس کے علاوہ آلو میں میگنیشیم، سوڈیم، گندھک، کلورین اور آیوڈین بھی ہوتی ہے یہ اجزاء بھی انسانی صحت کے لیے اہم ہیں۔آلو میں وٹامن اے، بی، سی، ڈی، ای، ایچ، پی اور 29 فیصد کاربوہائیڈریٹس اور 8.5 پروٹین کی مقدار بھی پائی جاتی ہے۔آلو کی کئی اقسام ہیں لیکن سرخ گولا اور سفید گولڈن بہترین قسمیں ہیں۔آلو کو زیادہ پکانے سے اس کے وٹامنز ضائع ہوجاتے ہیں، فوائد کے حوالے سے آلو کو ابال کر کھانا زیادہ مفید ہے۔

آلو کے فائدے

ابلے آلو بچوں کی نشوونما کے لیے مفید ہیں۔

☆ ماہر غذائیت یا معالج کی مشاورت سے کیلے اور آلو کا استعمال بچوں کے لاغر پن اور کمزوری کا بہترین علاج ہے۔

☆ آلو میں پائے جانے والے میگنیشیم کی وجہ سے ابلا ہوا آلو بغیر نمک کے کھانے سے ہائی بلڈ پریشر کم ہوجاتا ہے۔

☆ ایک یا دونوں گردوں میں پتھری ہونے پر آلو کھانے اور آلو کا پانی پیتے رہنے سے پتھری ریزہ ریزہ ہوکر پیشاب کے ذریعے خارج ہوجاتی ہے۔

تمام ملن پانی کا زیادہ استعمال بھی ضروری ہے۔آلو میں موجود میگنیشیم پتھری کو توڑتا ہے اور نئی پتھری نہیں بننے دیتا۔

☆ گردوں کے درد اور پتھری کے لیے بھنے ہوئے آلو اور مولی ہم وزن لے کر ان میں سونف، نمک اور کالی مرچ ملا کر استعمال کرنا مفید ہے۔

☆ آلو چونکہ الکلی ہے لہٰذا اسے باقاعدہ (بوائل) کھانے سے تیزابیت کم ہوجاتی ہے۔

☆ کچے آلو کا رس پینا Heart Burn میں مفید ہے۔

☆ جوڑوں کے درد کے لیے بھنے ہوئے 120 گرام آلو 30 گرام ٹماٹر اور تھوڑی سی ادرک لے کر یکجا

کر کے روزانہ کھائیں (نقرس اور گنٹھیا کے باعث ہونے والے جوڑوں کے درد میں آلو مفید نہیں لہٰذا ایسے مریض آلو نہ کھائیں)

☆ ایگزیما میں آلو کا رس لگانا فائدہ مند ہے۔

☆ جلی ہوئی جلد پر اگر فوری طور پر آلو کاٹ کر ملا جائے تو جلد نہ صرف محفوظ رہتی ہے بلکہ نشان بھی مٹ جاتا ہے۔

☆ اسکروی کے مرض میں کچے آلو دھو کر آدھ سے تین چھٹانک تک چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ان پر روغن زیتون سوا سے اڑھائی تولے چھڑک کر اس چاٹ کو روز صبح یا شام یا زیادتی مرض میں دونوں وقت میں استعمال کرنے سے صحت اچھی ہوتی ہے۔

احتیاطیں

آلو کا زیادہ استعمال دل کے امراض کا باعث بن سکتا ہے۔ اوسا کے سینٹر فار کارڈیو وسکولر ڈیزیز پریوینٹیشن کی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ ہفتے میں چار سے زائد مرتبہ کھانے سے بلڈ پریشر میں اضافے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق آلو کے چپس یا فرنچ فرائز سے ہی ذیابطیس کا خطرہ بڑھ جانے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق آلو کے چپس یا فرنچ فرائز ہی ذیابطس کا خطرہ بڑھانے میں کلائسیمک کی زائد مقدار موجود ہوتی ہے جو بلڈ پریشر میں اضافہ کرتی ہے۔ آلو دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ اس لیے قبض کے دوران یا کمزور معدے کی صورت میں آلو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ علاوہ ازیں اس کا زیادہ استعمال معدے میں گیس بھی پیدا کرتا ہے۔ زیادہ آلو کھانے سے سینے پر بلغم کی شکایت بھی ہوسکتی ہے۔

اسٹرابیری

اسٹرابیری اپنے غذائی اجزاء کی کثرت کی وجہ سے کھانے والوں کو توانا اور صحت مند رکھتی ہے۔ اس میں حراروں کی کم مقدار، کھانے والوں کو دبلا رکھتی ہے۔ ایک پیالی اسٹرابیری میں حیاتین 85 گرام اور حرارے صرف 45 ہوتے ہیں۔ اسٹرابیری میں موجود حیاتین ج کولیسٹرول کے نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ خون کی گاڑھی چکنائیوں کی سطح کم کر کے خون کو پتلا کرتا ہے۔ اسٹرابیری تھکن کو دور کرنے میں بھی مدد دیتی ہے۔ اسٹرابیری میں فلیوونائڈز بھی ہوتے ہیں جن کے غذا میں فراہم ہونے سے بعض پرانی بیماریاں جن میں سرطان، قلب کے امراض، ہائی بلڈ پریشر اور ہڈیوں کی کمزوری شامل ہے دور ہوسکتے ہیں۔

اسٹرابیری میں موجود سلیکون جسم کے ریشوں، قلب اور شریانوں کی صحت کے لیے بہت مفید ہوتا ہے۔ اس میں موجود بورون خواتین کے جسم میں نسوانی ہارمون کی سطح بڑھا دیتا ہے، جس سے خواتین سن یاس کا مقابلہ کرتی ہیں۔

اسٹرابیری دانتوں کی صحت کے لیے بھی مفید ہوتی ہے ان کا ٹکڑا دانتوں، مسوڑھوں پر چند منٹ ملنے سے ان پر جما گاڑھا میل (پلاک) دور ہوجاتا ہے۔ انہیں استعمال کرنے سے بھوک بڑھتی اور پھیپھڑوں میں نمی پیدا ہونے سے خشک کھانسی دور ہوجاتی ہے۔ اس سے پیشاب میں جلن سے بھی نجات مل جاتی ہے، اسٹرابیری میں بڑھاپے کا مقابلہ کرنے والے بیس مختلف اجزا ہوتے ہیں۔ ان میں جست (زنک) کرومیئم اور میگنیزم قابل ذکر ہیں۔ اسٹرابیری میں کیلشیم بھی پایا جاتا ہے، اس میں غذائی ریشہ بھی خوب ہوتا ہے اس سے خون میں کولیسٹرول کے علاوہ شکر کی سطح بھی کم ہوجاتی ہے، اسٹرابیری جگر کے لیے بھی مفید ہوتی ہے۔ ہمیں پھلوں کو بھی اپنی غذا کا حصہ بنانا چاہیے تاکہ صحت مند زندگی سے لطف اندوز ہوا جاسکے۔

